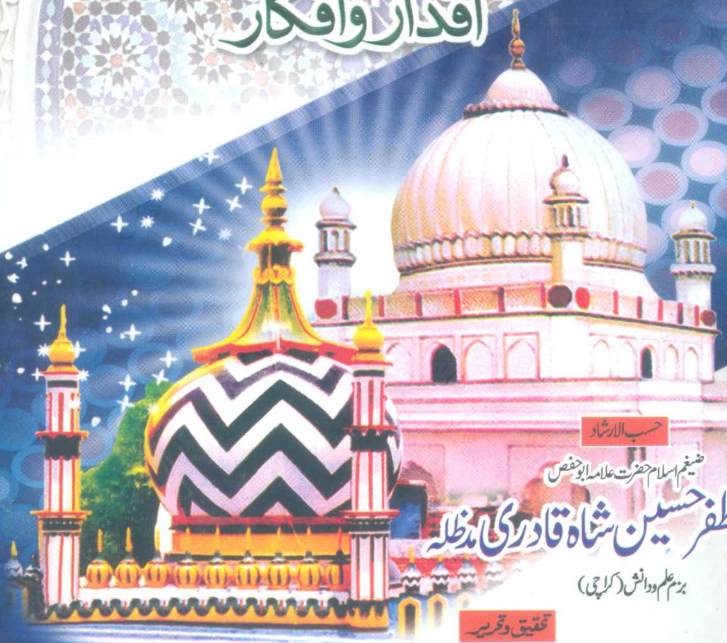
مجددِ الفِ ثانی علیہ الرحمہ

اور

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ

اقدار وافکار



حسب الارشاد

ضیغم اسلام حضرت علامہ ابوحفص

سید محمد مظفر حسین شاہ قادری مدظلہ

بزم علم ودانش (کراچی)

تحقیق وتحریر

علامہ غلام مصطفٰے مجددی نوری

درگاہ نقشبندیہ مجددیہ نوریہ شکرگڑھ شریف

قادری رضوی کتب خانہ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور



مولای صل وسلم دائما ابدا	علی حبیبک خیر الخلق کلهم
هو الحبیب الذی ترجی شفاعته	لکل هول من الاهوال مقتحم
محمد سید الکونین والثقلین	والفریقین من عرب ومن عجم
فان من جودک الدنیا وضرتها	ومن علومک علم اللوح والقلم

مکتبہ حنفیہ || قادری رضوی کتب خانہ، لاہور



سید محمد مظفر حسین شاہ قادری مدظلہ



قادری رضوی کتب خانہ، گنج بخش روڈ لاہور

فیضانِ کرم

حضور امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ

نام کتاب .... مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا بریلوی

نام مصنف .... علامہ غلام مصطفیٰ مجددی نوری

کمپوزنگ .... محمد بلال مصطفےٰ مجددی

ایڈیٹنگ .... محمد اکرام مجددی

پروف ریڈنگ .... علامہ غلام دستگیر احمد مجددی

بفیضانِ شفقت .... چودھری محمد خلیل قادری مرحوم

زیر اہتمام .... محمد ارشد

قیمت 450

ملنے کا پتا

ادارہ تعلیمات مجددیہ نورانی روڈ شکر گڑھ

بزم علم و دانش دھوراجی کالونی کراچی

قادری کتب خانہ لاہور

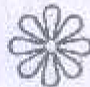
اِنتساب



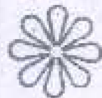
اُستاذِ گرامی پروفیسر محمد حسین آسی

کے

نام



جنہوں نے مجھے ہر بزرگ کا احترام کرنا سکھایا



آئینہ کتاب



حمد باری تعالیٰ

اَلْحَمْدُ لِلْمُتَوَحِّدِ
بِجَلَالِهِ الْمُتَفَرِّدِ
وَصَلٰوتُهٗ دَوْمًا عَلٰی
خَیْرِ الْاَنَامِ مُحَمَّدِ

حضرت رضا بریلوی

اُس خدائے یکتا کی حمد و ثنا
جو اپنے جلال میں یکتا و یگانہ ہے
تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ انسان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
پر خدا کی رحمت ہمیشہ ہمیشہ نازل ہوتی رہے !

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نشان منزل

محمد منشا تابش قصوری (مرید کے)

فعل الحکیم لایخلوا عن الحکمۃ، حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا' تعرف الاشیاء باضدادھا' اشیاء اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں' اقبال نے مخالف کے وجود کو بازار کی رونق قرار دیا ہے۔

ہستی او رونق بازار تست

ان امور کی واضح تصویر دیکھنی ہو تو حضرت مجدد الف ثانی اور مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمہما اللہ تعالیٰ کی بلند مرتبت شخصیات کو دیکھا جا سکتا ہے جن کی شہرت و مقبولیت میں یگانوں اور بیگانوں کی مخالفت کا بڑا عمل دخل ہے' دونوں شخصیتوں کے لئے معاندین کا پروپیگنڈا بڑا موثر ثابت ہوا۔ عقیدت مندوں نے ان کی تحریروں کو نعمت غیر مترقبہ جانا' اور پردہ محبت میں اختلاف کو خوب ہوا دی' یہاں تک کہ یگانے اور بیگانے کا فرق مٹ گیا' اور ایک فرضی ہیولے کو اپنا مطمع نظر بنا کر قلم توڑنے لگے کہ یہ دو شخصیتیں نظریات و عقائد میں مختلف تھیں' حالانکہ یہ الزام ان کے گلے کی ہڈی بن کر رہ گیا' جن کی گستاخیوں کا دائرہ لامحدود ہے' خدا اور رسول خدا' انبیاء و اولیاء' صحابہ کرام' اہل بیت عظام' علماء امت محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء تک کوئی بھی محفوظ نہ رہا ہو' وہ حضرت مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا بریلوی رحمہما اللہ تعالیٰ ایسی ہستیوں کو کیا سمجھیں؟ چنانچہ مخالفین کا وار اس قدر کاری تھا' طرفین کے عقیدت مندوں کے اذہان کو

ماؤف کئے بغیر نہ رہ سکا' اہل ادب و محبت نے جہاں تک ممکن تھا مسکت جواب دیئے مگر کہتے ہیں جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے' بناء علیہ مخالفین نے کذب و افترا کو اس شان سے نمایاں کیا کہ سچ کا لیبل غالب دکھائی دینے لگا' خصوصاً" اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پیچھے تو ایسے پڑے کہ جیسے ان کی پیدائش کا مقصود وحید ہی انہی کی ذات سے دشمنی کرنا تھی' فاضل بریلوی کی مقدس زندگی کا کوئی گوشہ انہوں نے ایسا نہیں چھوڑا جس پر اپنے قلم کی غلاظت کو نہ الٹا ہو مگر ان کی سعی باطل' باطل ہی رہی اور حق کا اجالا دور دور تک پھیلتا گیا۔

عرفی تو میندلش زغوغائے رقیباں
آواز سگاں کم نہ کند رزق گدارا

عزیز القدر غلام مصطفیٰ مجددی ایم۔اے' نوجوان قلمکاروں میں ممتاز حیثیت کے مالک ہیں۔ حمد و نعت اور مناقب سے موصوف نے قلم کو سنوارا' مضامین نظم و نثر سے آگے بڑھے' تحقیق کا دامن پکڑا' تاریخ کی ورق گردانی کی' اور بھرپورے وثوق سے میدان عمل میں اترے' سنی رسائل و جرائد نے خیر مقدم کیا' حوصلہ افزائی نے مہمیز کا کام دیا' اور پھر تصانیف کی مشکل ترین وادی میں قدم رکھا۔ دراصل ان کی کامیاب ترین تحریروں میں حضرت علامہ مولانا الحاج پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی مجددی مدظلہ کی تربیت کا بڑا عمل دخل ہے جو صاحب دیوان و تصانیف ہیں' پروفیسر غلام مصطفیٰ مجددی زید مجدہ کی پیش نظر تصنیف "مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت بریلوی" اس بات کا منہ بولتا

ثبوت ہے۔ مولانا غلام مصطفیٰ مجددی زید مجدہ' نے اس سلسلہ میں بڑی محنت اور عرق ریزی سے کام لیتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہما اللہ تعالیٰ کے بارے میں مخالفین کی افواہوں کو دلائل کے میزائل سے ھبا" منثورا" کی منزل تک پہنچایا ہے' یہ انہی کا حصہ ہے۔

رضا دار الاشاعت نے موصوف کی اس مثالی کاوش کو شائع کر کے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ و صحبہ وبارک وسلم پروفیسر صاحب اور رضا دار الاشاعت کے ارباب عمل کو اپنی خصوصی رحمتوں سے نوازے۔

فقط

محمد منشا تابش قصوری

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

صفر المظفر سن ۱۴۱۹ھ

یکم جون سن ۱۹۹۸ء

حرف اول

"الحمد للہ الذی ھدانا للایمان والاسلام والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد النبی الامی الذی استنقذنا بہ من عبادۃ الاوثان والاصنام اما بعد"۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"قارئین کرام! اللہ واجب تعالیٰ بعض شخصیات مقدسہ کو ایسی شان جلالت عطا فرماتا ہے کہ ان کا قول و فعل اہل زمانہ کے لئے معیار حق بن جاتا ہے۔ برصغیرپاک و ہند میں حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی کی ذات ستودہ صفات کو بھی یہ مقام و مرتبہ حاصل ہوا۔ آپ کے عقائد و نظریات کو بارگاہ رسالت پناہ ﷺ میں خاص پذیرائی ملی۔ مثلاً آپ نے بعض دوستوں کے کہنے پر ایک رسالہ لکھا جس میں راہ طریقت کے آداب و نصائح پہ بحث فرمائی۔ فرماتے ہیں:

○ الحق رسالہ غیر مکرر کثیر البرکات است بعد از تحریر آں چناں معلوم شد کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوۃ والسلام باجمعی کثیر از مشائخ امت خود حاضراند و ہمیں رسالہ رادر دست مبارک خود دارند و از کمال کرم خویش آں را بوسہ می کنند و بہ مشائخ می نمایند کہ ایں نوع

معتقدات می باید حاصل کرد و جماعہ کہ بایں علوم مستسعد گشتہ بودند نورانی و ممتاز اند و عزیز الوجود و روبروئے آں سرور علیہ الصلوۃ والسلام ایستادہ اند والقصہ بطولہا و درہماں مجلس باشاعت ایں واقعہ حقیر را امر فرمودند

بر کریماں کارہا دشوار نیست" (۱)

یہ حضور امام الانبیاء محبوب کبریا ﷺ کی نگاہ عنایت تھی کہ آپ کے علم و فضل، فکر و نظر کا لوہا جہاں اپنوں نے مانا وہاں بیگانوں نے تسلیم کیا، فیضی و ابوالفضل سے لے کر وہابی و دیوبندی حضرات تک آپ کی عظمت علمی و رفعت فکری کا اعتراف کرتے ہیں، یہ الگ بات کہ ان سب کے عقائد و نظریات آپ سے نہیں ملتے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آپ سنت و جماعت کے علمبردار ہیں اور یہ سنت و جماعت کے مخالف، فیضی و ابوالفضل کو تو چھوڑیئے، وہابی و دیوبندی حضرات کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ یہ لوگ حضور مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ساتھ محبت و عقیدت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ آپ کے علمی و روحانی وارث بھی کہلاتے ہیں۔ آپ کو معیار حق بھی سمجھتے ہیں مگر پھر بھی آپ کے عقائد و نظریات سے ان کے عقائد و نظریات کو کوئی نسبت نہیں، آپ سے ان حضرات کی محبت و عقیدت کا حال دیکھئے۔

○ امام الوہابیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے آپ کو امام ربانی، قیوم زمانہ جیسے معزز القاب سے یاد کر کے اولیا عظام میں شمار کیا (۲)

○ مولوی داؤد غزنوی نے لکھا کہ

"اس نازک زمانہ میں اسلام کی نصرت و حمایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد بن عبدالاحد

سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کو پیدا فرمایا، شیخ سرہندی تمام داعیانہ صلاحیتوں سے آراستہ تھے" (۳)

○ ابو الاعلیٰ مودودی نے لکھا۔

"شیخ کا کارنامہ اتنا ہی نہیں کہ انہوں نے ہندوستان میں حکومت کو بالکل ہی کفر کی گود میں چلے جانے سے روکا اور اس فتنہ عظمیٰ کے سیلاب کا منہ پھیرا جو اب سے تین چار سو سال قبل ہی اسلام کا نام و نشان مٹا دیتا، اس کے علاوہ انہوں نے دو عظیم الشان کام اور بھی سرانجام دیئے، ایک یہ کہ تصوف کے چشمہ صافی کو ان آلائشوں سے جو فلسفیانہ اور راہبانہ گمراہیوں سے اس میں سرایت کر گئی تھیں، پاک کر کے اسلام کا اصلی اور صحیح تصوف پیش کیا۔ دوسرے یہ کہ ان تمام رسوم جاہلیت کی شدید مخالفت کی جو اس وقت عوام میں پھیلی ہوئی تھیں" (۴)

○ مولوی عبداللہ روپڑی نے لکھا:

"حضرت مجدد نے اپنے مکتوبات میں توحید و سنت کی ترغیب اور شرک و بدعت کی تردید اور اعمال شرکیہ اور بدعتیہ کی جس عمدگی سے نشاندہی فرمائی یہ انہیں کا حصہ ہے۔ اور ایمان و اعتقاد کی سلامتی کے لئے صحابہ کرام اور علمائے سلف کے تعامل کا جو سنہری اصول پیش فرمایا یہ ہر قسم کے الحاد اور گمراہی کی شناخت کے لئے راہنما بھی ہے اور اس سے بچنے کے لیے تریاق بھی" (۵)

○ ملک حسن علی جامعی نے لکھا:

"اگر اہل اسلام انصاف سے کام لے کر شیخ مجدد کی تعلیمات کو آویزہ گوش بنائیں تو مسلمانوں کی بہت سی تلخیاں دور ہو سکتی ہیں اور بہت سے خانہ بر انداز جھگڑے نمٹائے جا سکتے ہیں"۔ (۶)

اب ان حضرات کو چاہئے تھا کہ اپنی تحریروں کے مطابق حضور شیخ مجدد قدس سرہ کی تعلیمات و ارشادات کی روشنی میں خدا اور رسول ﷺ کے متعلق اپنے عقائد و نظریات پہ نظر ثانی کرتے، لیکن حیرت و افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ قول و فعل کی دو رنگی جیسے ان کے ہاں ملتی ہے، کہیں اور نہیں، دوسری طرف چودھویں صدی کے مجدد امام اہل سنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے امام ربانی کے عقائد و نظریات کو فروغ دیا۔ اور اپنے وسیع تجدیدی میدان میں ان کے انداز فکر سے راہنمائی حاصل کی، ان حضرات کی دو رنگی یہاں بھی قابل دید ہے کہ یہ امام ربانی کے عقائد و نظریات کو تو قرآن و سنت کے مطابق سمجھتے ہیں مگر جب انہیں عقائد و نظریات کو اعلیٰ حضرت بریلوی بیان کریں تو ان کو قرآن و سنت کے خلاف قرار دیتے ہیں۔

بقول داغ دہلوی ؎

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں

زیر نظر کتاب رقم کرنے کا مقصد بھی یہی کہ ان لوگوں کی دو رنگی عوام الناس پہ ظاہر کی جائے جو مدت دراز سے تعلیمات مجددیہ کو اپنے مذموم ارادوں کی تشکیل و تکمیل کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اہل انصاف جان لیں گے کہ امام ربانی کے علمی و روحانی وارث یہ نام نہاد "نام لیوا" نہیں بلکہ امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ ہیں۔ جیسا کہ عصر حاضر کے نامور مفکر پروفیسر محمد

مسعود احمد نے لکھا ہے۔

○ "حقیقت یہ ہے کہ امام ربانی کے افکار نے پاک و ہند کی فکری زندگی اور سیاسیات پر گہرا اثر ڈالا اور معاشرے میں تدریجی انقلاب پیدا کیا ہے۔ پاکستان و ہند کے مفکرین میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ اور ڈاکٹر محمد اقبال امام ربانی سے بہت متاثر ہیں" (تقدیم مکتوبات امام ربانی بحیثیت ماخذ ایمانیات ص ۱۸)

امام ربانی.....امام بریلوی کی نظر میں

ان دو رنگ ملاؤں نے جہاں اعلی حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ پہ "مشرکانہ عقائد و نظریات" پھیلانے کا الزام لگایا وہاں ان کے خلاف یہ مہم بھی شروع کی کہ وہ اکابر امت، خصوصاً" امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی، الشاہ ولی اللہ دہلوی اور الشاہ عبدالعزیز دہلوی علیہم الرحمہ کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔ اس مہم کے اثرات آج بھی موجود ہیں کہ ہمارے بعض نقشبندی حضرات، اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کو عقیدت و احترام کی نظر سے نہیں دیکھتے، شاید وہ اسی غلط فہمی کا شکار ہیں، دراصل اس غلط فہمی کو ہمارے کچھ نادان دوست بھی ہوا دیتے ہیں۔ راقم الحروف نے بھی کئی "غالی قسم کے رضویوں" کو دیکھا ہے جو امام ربانی کے افکار و اسرار پہ "سکر" کا فتویٰ عائد کرتے ہیں۔ یا برملا اعلی حضرت بریلوی کی تفضیل کے قائل ہیں بلکہ زبردستی اوروں کو بھی قائل کرتے ہیں۔ کئی تو ان کو ہزار سال کا مجدد بھی نہیں مانتے کہ شاید اس طرح ان کے نزدیک اعلی حضرت بریلوی کی مجددیت میں فرق آتا ہے۔ گویا

دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی

اہل تحقیق پہ روشن ہو گا کہ اس غلط فہمی کو پھیلانے والی مہم کا خود اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے خوب جواب دیا ہے، فرماتے ہیں۔

○ "ناچار عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دہاڑے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علمائے اہل سنت کے فتویٰ تکفیر کا کیا اعتبار یہ لوگ ذرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں۔ ان کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتوے چھپا کرتے ہیں، اسمٰعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا۔ مولوی اسحاق کو کہہ دیا۔ مولوی عبدالحی صاحب کو کہہ دیا ۔ ۔ ۔ پھر جن کی حیا اور بڑھی ہوتی ہے وہ اور ملاتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو کہہ دیا شاہ ولی اللہ صاحب کو کہہ دیا۔ حاجی امداد اللہ صاحب کو کہہ دیا اور مولانا شاہ فضل الرحمان صاحب کو کہہ دیا، یا پھر جو پورے ہی حد حیا سے گزر گئے وہ یہاں تک بڑھتے ہیں عیاذا باللہ عیاذا باللہ، حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو کہہ دیا ۔ ۔ ۔ ۔ غرض جسے جس کا زیادہ معتقد پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا" (۷)

اس غلط فہمی کے ازالے کے لیے آپ نے مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی کے استفسار پر ایک رسالہ "انجاء البری عن وسواس المفتری" بھی تحریر فرمایا۔

میرا خیال ہے کہ اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کی اس عبارت سے ہی دلوں کا غبار دور ہو جانا چاہیے، مزید تسلی و تشفی کے لیے مکتوبات رضا سے ایک اقتباس پیش کرتا ہوں، آپ نے مولانا محمد علی مونگیروی ناظم ندوۃ العلماء کو لکھا:

○ "بالفعل آپ جیسے صوفی صافی منش کو حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک ارشاد یاد دلاتا ہوں اور اس عین ہدایت کے امتثال کی امید رکھتا ہوں۔ حضرت ممدوح اپنے مکتوبات شریفہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ فساد مبتدع زیادہ تر از فساد صحبت صد کافراست (یعنی سو علانیہ کافروں سے ایک بدعتی زیادہ مہلک و خطرناک ہے) مولانا انصاف' آپ یا زید' یا اور اراکین' مصلحت دین و مذہب زیادہ جانتے ہیں یا حضرت شیخ مجدد؟ مجھے ہرگز آپ کی خوبیوں سے امید نہیں کہ اس ارشاد ہدایت بنیاد کو معاذ اللہ لغو و باطل جانئے اور جب وہ حق ہے اور بے شک حق ہے تو کیوں نہ مانئے جس سے ظاہر کہ کافروں کے بارہ میں فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین کا حکم ایک حصہ ہے تو بدمذہبوں کے باب میں سو حصے سے بھی زیادہ خطرناک ہے" (۸)

خدارا غور کیجئے' اب بھی کوئی حق آشنا یہ جسارت کر سکتا ہے اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمہ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کو معیار حق نہیں مانتے۔ اللہ اللہ وہ تو آپ کے غیرت مند کردار کو اپنے حلقہ احباب میں بطور مثال پیش کرتے تھے۔

اسی طرح وہ دوسرے اکابر امت کے ساتھ امام ربانی کے تبحر علمی کا اعتراف کرتے ہیں۔

○ "بے شک اس مہر سپہر اصطفا' ماہ منیر اجتبا ﷺ کے لیے سایہ نہ تھا اور یہ امر احادیث و اقوال علمائے کرام سے ثابت اور اکابر ائمہ و جہابذ فضلا مثل حافظ رزین' محدث و علامہ

ابن سبع صاحب شفا الصدور ..... جناب مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی' شیخ الحدیث مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی و غیرہم اجلا فاضلین و مقتدایان کہ آج کل مدعیان خام کار کو ان کی شاگردی بلکہ کلام سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں خلفا عن سلف دائما اپنی تصانیف میں اس کی تصریح کرتے آئے۔ (۹)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمہ' امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ کے زبردست مداح تھے' آپ کے علم و فضل' فکر و عرفان اور شان و عظمت کا اعتراف کرتے تھے' آپ کو مجدد الف ثانی یعنی ہزار سال کا مجدد لکھتے تھے' آپ کے سلسلے کے اکابر وقت سے ان کا تعلق قائم تھا۔ اس حقیقت کے باوجود کسی کو ان کے بارے میں بدگمانی ہے تو میرے خیال میں کوئی اچھی بات نہیں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اجتنبوا کثیرا من الظن بہت سی بدگمانیوں سے بچو' پھر یہ بدگمانی کسی بزرگ کے بارے میں ہو تو یقیناً ایمان کا بیڑا غرق کر دیتی ہے۔ بقول رومی۔

چوں کنی با بے حسد مکر و حسد
زاں حسد دل را سیاہیہا رسد
چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں برد

ایک وہم کا ازالہ

"بعض حضرات" کا خیال ہے کہ اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمہ' امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ کے نام گرامی کے ساتھ "رحمتہ اللہ علیہ" نہیں لکھتے' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا دل و دماغ حضرت مجدد قدس سرہ کی

محبت و عقیدت سے سرشار نہیں تھا۔ اس وہم کے جواب میں ایک ممتاز عالم دین مولانا غلام رسول گل فیصل آبادی کی تحریر سے دیتا ہوں' مولانا لکھتے ہیں:

○ "چند دنوں کی بات ہے کہ میرے ایک عزیز نے مجھے اس شبہ میں ڈال دیا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ﵀ نے حضرت شیخ مجدد رحمتہ اللہ علیہ کو معاذ اللہ "ضال" تحریر کیا اور ان کے دل میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے بدظنی بھی رہی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کسی بھی کتاب میں آپ کو "رحمتہ اللہ علیہ" تحریر نہیں فرمایا...... چنانچہ فقیر نے مجدد مایتہ حاضرہ ﵀ کی تصانیف کا مطالعہ شروع کر دیا اور ادھر مولانا حضرت حافظ احسان الحق صاحب سے گفتگو شروع ہوئی...... حضرت موصوف نے کچھ اس طرح مسائل شرعیہ بیان فرمائے کہ تمام شبہات قلب سے محو ہو گئے۔ مثلاً حضرت موصوف نے فرمایا کہ مولانا کسی بھی مقبول بارگاہ الٰہی کے لیے رحمتہ اللہ علیہ کہنا ضروری نہیں..... اعلیٰ حضرت نے حضرت شیخ مجدد علیہ الرحمہ کو اپنی کتب میں متعدد جگہ امام ربانی مجدد الف ثانی تحریر کیا ہے...... اعلیٰ حضرت کا آپ کو فقط "امام ربانی مجدد الف ثانی" ہی تحریر فرما دینا بہ نسبت "رحمتہ اللہ علیہ" نہ تحریر کرنے کے کافی ہے۔ ویسے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے مجدد صاحب علیہ الرحمہ کو "علیہ الرحمہ" ہی نہیں تحریر کیا بلکہ ان کی شان میں ایک مستقل رسالہ (۱۰) تحریر فرمایا تھا جو طبع نہیں ہو سکا' مثلاً ایک شخص اعلیٰ حضرت کو مجدد مایتہ

حاضرہ مانتا ہے' تحریر کرتا ہے مگر وہ رحمتہ اللہ علیہ نہیں لکھتا تو وہ شخص کافر یا بے دین نہیں ہے..... فقیر نے مطالعہ کرتے کرتے جب "حسام الحرمین" کی تمہید کا مطالعہ شروع کیا تو اس میں اعلیٰ حضرت کی ایک ایسی عبارت ملی کہ جس کو پڑھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے"۔

آپ اس چال کے متعلق رقم طراز ہیں کہ

○ "ناچار عوام المسلمین کو بھڑکانے اور دن دہاڑے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں......."۔ (۱۱)

"حسام الحرمین" کی مذکورہ عبارت ابتداء میں نقل کر چکا ہوں' اس عبارت میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے امام ربانی قدس سرہ کے نام گرامی کے ساتھ "رحمتہ اللہ علیہ" کا اہتمام کیا ہے۔ مکتوبات رضا کی عبارت میں بھی یہ اہتمام دیکھا جا سکتا ہے' باقی رہ گیا اس کو فرض و واجب سمجھنا' اور اس کا اہتمام نہ کرنے والے پر بغض و عناد کا الزام لگانا سراسر زیادتی ہے۔ چلو مانا کہ اعلیٰ حضرت کو امام ربانی سے "بیر" تھا اس لیے وہ ان کے نام گرامی کے ساتھ "رحمتہ اللہ علیہ" نہیں لکھتے' تو کیا دوسرے بہت سے بزرگوں سے بھی انہیں شکایت تھی کہ بہت سے مقامات پر ان کے اسماء کے ساتھ "رحمتہ اللہ علیہ" نہیں لکھتے کما لا یخفی علی اہل البصیرۃ والمطالعۃ اس طرح کی معمولی باتوں پر اتحاد و اتفاق' خلوص و محبت' حسن ظن اور پاکیزگی قلب جیسی دولتوں کو قربان کرنا شیوہ مومن نہیں۔ مولانا فیصل آبادی نے آگے چل کر بہت اچھا لکھا ہے۔

○ "فقیر احباب اہل سنت بالخصوص تمام یاران طریقت کی آگاہی کے لیے یہ تحریر کرتا ہے کہ یہ چال دیا۔نہ کی ہے۔ اب جبکہ شب و روز کی تبلیغ سے پھر اس کے بعد پیری

مریدی سے بھی دیوبندیت پھلتی پھولتی نظر نہ آئی تو باہمی
منافرت کا بیج ڈال دیا۔ میرے اہل سنت بھائیو! آپ تمام سے
یہ گزارش ہے کہ ان دیابنہ کی اس مزموم کوشش سے بچو
اور اس سے بچنے کا یہی طریقہ ہے کہ اپ ہر جگہ عرس
مجددین شروع کر دیں، قادری رضوی حضرات جہاں عرس
امام اہل سنت منائیں وہاں عرس امام ربانی ضرور منائیں۔
نقشبندی مجددی حضرات کو چاہئے کہ وہ جہاں عرس امام ربانی
منائیں وہاں عرس امام اہل سنت ضرور منائیں۔ اس طرح
دونوں بزرگوں کی تعلیمات عام ہوں گی، باہمی منافرت و
کشیدگی جو اس مزموم تحریک سے متعدد جگہ پیدا ہو چکی ہے
ختم ہو کر تمام اہل سنت میں اتحاد و اتفاق کی لہر دوڑ جائے
گی"۔ (۱۳)

○

دو شعروں کا مفہوم

"کچھ دوستوں کا خیال ہے کہ اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنے
درج ذیل شعروں میں امام ربانی پر تنقید کی ہے بلکہ ان پر گمراہی کا فتویٰ لگایا ہے۔

آنکہ پایش بر رقاب اولیائے عالم است
و انکہ ایں فرمود و حق فرمود باللہ آں توئی
اندریں قول آنچہ تخصیصات بیجا کردہ اند

از "زلل" یا از "ضلالت" پاک ازاں بہتاں توئی
(۱۴)

اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے پہلے شعر میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ
کے مشہور ارشاد قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله (۱۴) کی طرف اشارہ کیا
ہے اور دوسرے شعر میں ان دو گروہوں کے بارے میں اپنا نقطہ نظر بیان کیا ہے
جو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کو اولیائے وقت تک محدود سمجھتے ہیں، ان
دو گروہوں میں ایک گروہ وہ ہے جو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی محبت و عقیدت سے
سرشار ہے مگر یہ ارشاد سمجھنے میں اس سے لغزش ہو گئی۔ دوسرا گروہ گمراہ افراد پہ
مشتمل ہے جو اپنی گمراہی کی وجہ سے یہ ارشاد نہ سمجھ سکا "زلل" اور "ضلالت"
کا فرق اہل علم پہ خوب روشن ہو گا۔ اس تشریح کی روشنی میں اعلی حضرت
بریلوی علیہ الرحمہ پر یہ الزام لگانا کہ انہوں نے امام ربانی قدس سرہ کو گمراہ کہا ہے،
بہت زیادتی کی بات ہے۔ اولاً انہوں نے اپنے شعروں میں کون سا امام ربانی کا نام
لیا ہے؟ ثانیاً اگر ان کے ذہن میں امام ربانی کا نام ہے بھی جس کا معترضین شاید
اپنی "نگاہ کشف" سے مشاہدہ کر رہے ہیں تو یقیناً وہ امام ربانی کو "اہل ضلالت"
میں شمار نہیں کرتے۔ کیونکہ اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمہ سے بہت بعید ہے کہ
وہ ایک گمراہ شخص کو امام ربانی، مجدد الف ثانی کے القاب سے یاد کریں اور اس
کے حوالے اپنی تائید میں پیش کر کے اوروں پر حجت تمام کریں، بلکہ اس کے قول
کو "ارشاد ہدایت بنیاد" کہہ کر دوسروں کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب دلائیں۔

ہو سکتا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں امام ربانی کو اجتہادی لغزش والوں میں
شمار کرتے ہوں، کیونکہ امام ربانی نے غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مذکورہ ارشاد کے بارے
میں لکھا ہے۔

○ "باید دانست کہ ایں حکم مخصوص باولیائے

آں وقت است، اولیائے ما تقدم و ما تاخر ازیں حکم خارج اند"۔ (۱۵)

جبکہ فاضل بریلوی غوث اعظم ؓ کی محبت اور اپنی تحقیق کی وجہ سے اس ارشاد کو اولیائے وقت تک محدود نہیں سمجھتے، اور یاد رہے کہ اگر کوئی محقق مخلص اپنی تحقیق و اخلاص کی بنیاد پہ کسی بزرگ کے قول کو خطاو لغزش پر مبنی کہہ دے تو اسے گستاخی نہیں کہنا چاہیے، آخر حضرت مجدد علیہ رحمہ نے بھی تو بعض بزرگ حضرات، مثلاً جنید و بایزید، شہاب الدین سہروردی، ابن عربی، فرید و جامی رضی اللہ عنہم کی تمام تر عظمتوں کو تسلیم کرتے ہوئے ان کی بعض باتوں کو "سکریہ" قرار دیا ہے، بلکہ بعض حضرات صحابہ علیہم الرضوان کے بارے میں تمام علمائے اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ ان سے خطائے اجتہادی کا ظہور ہوا ہے، کیا اس عقیدے کی بناء پر ان تمام علمائے اہل سنت کو تنقید کا نشانہ بنایا جائے گا؟ نیز قرآن نے حضرت آدم علیہ السلام کے لیے زلت (جس کی جمع زلل) ہے کا لفظ استعمال کیا ہے اس کو کیا کہا جائے گا؟ چلو معترضین کے نزدیک اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ، امام ربانی قدس سرہ کو پسند نہیں کرتے، تو کیا وہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو بھی پسند نہیں کرتے، کیونکہ شیخ دہلوی نے بھی "فتوح الغیب" فارسی کے دیباچہ میں غوث اعظم ؓ کا مذکورہ ارشاد "اولیائے وقت" کے ساتھ مخصوص لکھا ہے، اور شیخ الشیوخ سہروردی علیہ الرحمہ کو گمراہ کہتے ہوں گے جنہوں نے اس ارشاد کو کلمات سکریہ کہا ہے؟ (۱۶)

سب جانتے ہیں کہ شیخ دہلوی اور جناب سہروردی جیسے بزرگوں کو اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے بڑے القاب و اکرام سے یاد کیا ہے، تو یہی کہنا پڑے گا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے نزدیک شیخ دہلوی، جناب سہروردی جیسے بزرگ غوث اعظم ﷺ کے اس ارشاد کو اولیائے وقت تک مخصوص کر کے

گمراہ نہیں ہوئے، ان سے فکری لغزش ہو گئی۔ اس طرح امام ربانی گمراہ نہیں ہوئے (نہ ان کو اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے گمراہ کہا) بس ان سے بھی فکری لغزش ہو گئی اور لغزش عناد کی وجہ سے نہیں تھی، اجتہاد کی وجہ سے تھی۔ اتنی معمولی سی بات پر اتحاد و اتفاق جیسی اہم ضرورت کو پارہ پارہ کرنا کہاں کا انصاف ہے"۔

ضروری گزارش

میرے نزدیک یہ اختلاف لفظی کے سوا کچھ نہیں، کیونکہ جو حضرات مخلص اس ارشاد کو اولیائے وقت تک مخصوص سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اولیائے متقدمین کے حق میں کیسے جائز ہو سکتا ہے، جن میں صحابہ کرام اور خلفائے اربعہ بھی شامل ہیں جن کی فضیلت احادیث سے تمام اولیاء اللہ پر ثابت ہے اور اولیائے متاخرین میں بھی کیسے جائز ہو سکتا ہے جن میں حضرت مہدی علیہ السلام شامل ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے اولو العزم نبی ہیں۔ گویا ان کے نزدیک، صحابہ کرام، خلفائے اربعہ، امام مہدی اور حضرت عیسیٰ جیسے افراد جلیلہ کو مستثنیٰ کر دیا جائے تو اس ارشاد کو علی العموم ماننے میں کوئی قباحت نہیں، امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ بھی حضور غوث اعظم ؓ کے اس فیض عام کے قائل ہیں اور "مجدد الف ثانی" کو بھی غوث اعظم ؓ کا نائب قرار دیتے ہیں (۱۷) بلکہ "افلت شموس الاولین" کے ضمن میں امام حسن عسکری ؓ کے وصال سے لے کر تاقیامت آپ کو فیض رساں تسلیم کرتے ہیں (۱۸) اور بالکل یہی اعلیٰ

حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کا مسلک ہے۔ اس ارشاد کو صحابہ کرام، خلفائے اربعہ امام مہدی اور حضرت عیسیٰ جیسے افراد جلیلہ پر عائد نہیں کرتے۔

صحابیت ہوئی پھر تابعیت
بس آگے قادری منزل ہے یا غوث

(۱۹)

"سید جید ہر دہر ہے مولا تیرا" کے تحت حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

○ "علی وزان قوله رضی الله عنه قدمی هذه علی رقبة کل ولی والمعنی اطلاق لتفضیل الامن خص بدلیل کما حققنا فی المجیر المعظم شرح مدحیتنا الاکسیر الاعظم"۔ (۲۰)

ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ بھی صحابہ کرام، خلفائے اربعہ امام مہدی رضی اللہ عنہم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے افراد جلیلہ کو اس ارشاد مطلقہ سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں، اس لیے کہ ان کا مقام نص قطعی نے خاص کر دیا ہے، یہ تھا اختلاف لفظی جس کو خواہ مخواہ ہوا دے کر بزرگوں کے بارے میں افسوس ناک رویہ اپنایا جا رہا ہے۔ میری ایسے حضرات سے گزارش ہے کہ ان موضوعات پہ سر کھپانے کی بجائے ایسی تحقیق کی جائے جس سے ملت اسلامیہ میں راہ اتفاق ہموار ہو۔ کیونکہ ؎

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

اب ورق الٹئے اور امام ربانی مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہما کی اقدار و افکار میں حیرت انگیز موافقت و مماثلت دیکھ کر ایمان تازہ کیجئے۔

○

کتابیات

○ (۱) مکتوب ۲۱ دفتر اول
○ (۲) صراط مستقیم فارسی ص ۱۳۲
○ (۳) الاعتصام ۱۳ نومبر ۱۹۵۹ء
○ (۴) تجدید و احیائے دین ص ۸۸
○ (۵) ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث نومبر ۱۹۵۹ء ص ۳
○ (۶) تعلیمات مجددیہ ص ۲۳
○ (۷) حسام الحرمین ص ۴۲ مطبوعہ لاہور
○ (۸) مکتوبات امام احمد رضا ص ۹۰، ۹۱
○ (۹) نفی الفی (رسائل نور) ۵۲ مطبوعہ لاہور
○ (۱۰) اس رسالہ کا نام غالبا التائب التہانی فی مناقب مجدد الف ثانی ہے، اس رسالے کا نام اعلیٰ حضرت کی مشہور کتاب الامن والعلی مطبوعہ بریلی شریف کے بیک ٹائٹل پہ چھپا ہے۔ کاش کوئی محقق اس رسالے کو تلاش کر کے چھاپ دے تو غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکتا ہے۔
○ (۱۱) الدر ثمین فی توضیع الاربعین ص ۱۰۵ تا ۱۰۸ (ملخصا) مطبوعہ فیصل آباد
○ (۱۲) ایضا"۔ ص ۱۱۰
○ (۱۳) حدائق بخشش۔ ص ۶۹ مطبوعہ لاہور

○ (۱۴) بہجتہ الاسرار۔ ص ۷، ۸۔ مطبوعہ مصر، قلائد الجواہر۔ ص ۲۳، سفینہ الاولیا۔ ص ۶۷

○ (۱۵) مکتوب ۲۹۳ دفتر اول

○ (۱۶) عوارف المعارف بحوالہ سیرت غوث اعظم ص ۸۶۔ مولفہ مولانا داؤد فاروقی مطبوعہ موسیٰ زئی شریف

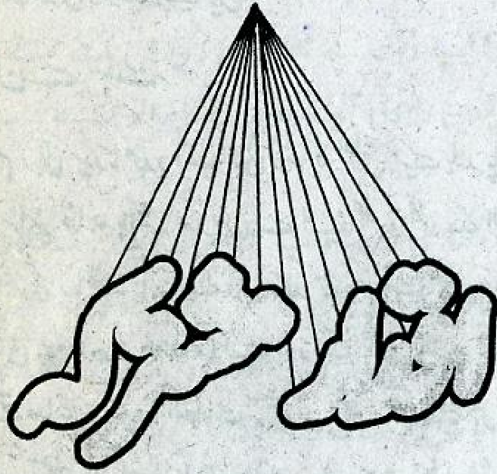
○ (۱۷) مکتوب ۱۲۳ دفتر سوم

○ (۱۸) ایضاً"

○ (۱۹) حدائق بخشش۔ ص ۸ دوم

○ (۲۰) ایضاً"۔ ص ۶ اول

باب اول



اقدار مشترکہ

حضرت امام ربانی اور اعلیٰ حضرت بریلوی کے احوال و آثار میں خاصی مماثلت پائی جاتی ہے۔ ہم اس باب میں اپنے قارئین کو بعض ایسی ہی اقدار مشترکہ کے مطالعہ کی دعوت دیتے ہیں۔

علمی خاندان سے نسبت

امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی ؓ کا تعلق ایسے بلند پایہ علمی و فکری خاندان کے ساتھ تھا جو بلاشبہ صدیوں سے اپنے علم و فکر کے انوار سے دنیائے اسلام کو مستنیر کر رہا تھا۔ آپ کے والد ماجد مخدوم ملت حضرت خواجہ عبدالاحد سرہندی (متوفی ۱۰۰۷ھ / ۱۵۹۸ء) اپنے دور کے جلیل القدر عالم دین اور رفیع الحال صوفی تھے صاحب "زبدۃ المقامات" شیخ محمد ہاشم کشمی لکھتے ہیں۔

○ "در آگاہی از اسرار ارباب توحید وجود مرتبہ علیا داشت و در حل وقائق شیخ محی الدین العربی قدس سرہ الانوار از فرط علم و غلبہ حال ید طولی بر مشرف او بود"۔ (۱)

آپ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت خواجہ رکن الدین علیہ الرحمہ (متوفی ۹۵۳ھ / ۱۵۷۵ء) سے فیض حاصل کیا' آپ حضرت خواجہ کے اجل خلفائے کرام میں شامل تھے' آپ نے بہت سی تصانیف رقم فرمائیں اور تصوف میں لکھے گئے بعض رسائل کنوز الحقائق' اسرار التشہد وغیرہ مشہور ہوئے۔

علاوہ ازیں حضرت مجدد الف ثانی ؓ کے تمام اجداد کرام کا شمار اپنے دور کی ممتاز شخصیات میں ہوتا ہے۔ تفصیل کے لیے حضرت محمد فضل اللہ فاروقی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۲۳۸ھ / ۱۸۲۲ء) کی کتاب "عمدۃ المقامات" کا مطالعہ ضروری ہے۔

اسی طرح امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ' کا خاندان بھی اپنی مثال آپ ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خان علیہ الرحمہ (متوفی ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء) اور جد امجد مولانا رضا علی خان علیہ الرحمہ (متوفی ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۲ء) اپنے وقت کے متبحر علمائے دین میں مانے جاتے تھے' ملک العلماء مولانا ظفرالدین رضوی آپ کے جد امجد علیہ الرحمہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

○ "مولانا رضا علی خان صاحب ۱۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے اور شہر ٹونک میں مولوی خلیل الرحمٰن صاحب مرحوم و مغفور سے علوم عربیہ حاصل کیے۔ ۲۳ سال کی عمر میں ۱۲۴۷ھ کو سند فراغ حاصل کر کے مشار الیہ اماثل و اقران و مشہور اطراف و زمان ہوئے' خصوصاً علم و فقر و تصوف میں کامل مہارت حاصل فرمائی"۔ (۲)

اسی طرح آپ کے والد گرامی حضرت مولانا نقی علی خان علیہ الرحمہ کے بارے میں رسالہ مبارکہ "جواہر البیان فی اسرار الارکان" مرتبہ فاضل بریلوی میں درج ہے۔ "جناب فضائل ماب تاج العلماء راس الفضلاء حامی سنت ماحے بدعت' بقیۃ السلف حجۃ الخلف ؓ" (۳) مزید لکھتے ہیں۔

○ "جو وقت انظار' وحدت افکار' فہم صائب و رائے ثاقب

حضرت حق جل و علا نے انہیں عطا فرمائی ان دیار و امصار میں ان کی نظیر نظر نہ آئی' فراست صادقہ کی یہ حالت تھی کہ جس معاملہ میں کچھ فرمایا وہی ظہور میں آیا' عقل معاش و معاد دونوں کا بروجہ کمال اجتماع بہت کم سنا' یہاں آنکھوں سے دیکھا' ------- فضائل جلیلہ و خصائل جمیلہ کا حال وہی جانتا ہے جس نے اس جناب کی برکت صحبت سے شرف پایا ہو۔

این نہ بحریست کہ در کوزہ تحریر آید (۴)

آپ نے بڑی تحقیقی کتابیں تحریر فرمائیں' جن کے حوالہ جات اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنی تصانیف قاہرہ میں مختلف مقامات پر نقل کیے ہیں۔

ماہ ولادت و ماہ وصال

امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ' ۱۴ شوال المکرم ۹۷۱ھ شب جمعۃ المبارک میں پیدا ہوئے (۵) آپ کے بارے میں آپ کے والد گرامی نے عجیب خواب دیکھا جس کی تعبیر حضرت شاہ کمال کتھیلی علیہ الرحمہ (متوفی ۹۸۱ھ) نے بیان فرمائی' کہ "آپ کے ہاں ایک ایسا فرزند ہو گا جس کی برکت سے ظلمت کفر و الحاد اور بدعت دور ہو گی' یہ فرزند بڑے بڑے شہنشاہوں کو نیچا دکھائے گا"۔ نیز ایک مرتبہ آپ کی والدہ ماجدہ سے فرمایا۔ "اس بچے کی عمر دراز ہو گی' یہ عارف کامل ہو گا اور ہمارے تمہارے جیسے اس کے دامن فیض سے وابستہ ہوں گے"۔(۷)

آپ کا وصال ۲۹ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ بروز دوشنبہ کو ہوا۔ عمر مبارک حضور ﷺ کے سن وصال سے متجاوز نہ تھی (۸) آپ نے اپنے وصال کی پہلے ہی خبر دے دی تھی (۹)

ان امور میں اعلی حضرت بریلوی قدس سرہ کی آپ کے ساتھ کمال مماثلت ہے۔ مولانا ظفر الدین رضوی لکھتے ہیں۔

○ "مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی سلمہ اللہ تعالٰی نے دس ۱۰ ماہ دہم یعنی شوال بروز شنبہ ۱۲۷۳ھ عرصہ دنیا میں قدم رکھا۔ آپ کے جد امجد قدس سرہ العزیز نے عقیقہ کے دن ایک خواب خوشگوار دیکھا جس کی تعبیر یہ تھی کہ یہ فرزند فاضل و عارف ہو گا"۔ (۱۰)

آپ کا وصال ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ کو ہوا (۱۱) وفات سے کئی ماہ پیشتر اپنی تاریخ وفات لکھ دی (۱۲)

حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کا سال وصال آیہ مبارکہ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیهم ولا هم یحزنون (۱۰۳۴ھ) سے اور امام اہل سنت اعلی حضرت بریلوی قدس سرہ کا سال وصال بھی قرآن پاک کی ایک آیہ مبارکہ ویطاف علیهم بانیة من فضته وکواب (۱۳۴۰ھ) سے اخذ ہوتا ہے۔

اسم گرامی

حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی احمد ہے۔ اعلی حضرت بریلوی قدس سرہ کا اسم گرامی بھی احمد ہے۔ جسے دنیائے تاریخ نے شیخ احمد سرہندی اور امام احمد رضا خاں بریلوی کے ناموں سے محفوظ کیا۔

سلاسل اربعہ کے فیوضات

حضرت امام ربانی ؓ کو سلاسل اربعہ نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ کے کمالات و فیوضات حاصل تھے۔ خصوصی طور پہ آپ سلسلہ نقشبندیہ کے فروغ کے لیے کوشاں رہے لیکن دوسرے سلسلوں کا درس بھی دیتے تھے۔ مولانا قاضی عالم الدین صاحب مترجم "مکتوبات مجدد الف ثانی" لکھتے ہیں۔

○ "جمیع مشائخ عظام نے اپنے فیض اور نسبتیں آپ میں القا فرمائیں۔ آپ نے سب کو اپنے طریق میں احتراماً" شامل کیا اور ان کو اپنی نسبت خاصہ سے جو جناب باری تعالیٰ سے بوساطت رسالت ماب آپ کو خصوصیت سے عطا ہوئے تھے مندرج فرمایا، پس "طریقہ مجددیہ" تمام امت کے اولیا کے سلسلوں کو جامع ہے اور اس طریق کے سالکوں کو ہر ایک سلسلہ کے اولیا کا فیض حاصل ہوتا ہے اور سب سلسلوں کے مشائخ کی عنایت اس کے شامل حال ہوتی تھی، چنانچہ قیوم اربعہ جملہ سلسلوں میں مرید فرماتے تھے مگر بعد آپ کے بلحاظ اتباع شرع شریف سوائے نقشبندیہ قادریہ طریقوں کے دوسرے طرق میں مرید کرنے کی ممانعت ہوگئی"۔ (۱۳)

سلسلہ قادریہ کے ساتھ بھی آپ کا گہرا تعلق تھا۔ حضور غوث الاغیاث سیدنا عبدالقادر جیلانی ؓ کی توجہات و عنایات کے سزاوار تھے اور ان کی تعلیمات کو عام فرماتے تھے۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کو بھی سلاسل اربعہ میں خلافت

و اجازت حاصل تھی۔ آپ اگرچہ سلسلہ قادریہ سے خصوصی لگاؤ رکھتے مگر نقشبندیہ، چشتیہ اور سہروردیہ سے بھی علمی اور روحانی وابستگی تھی (۱۴)۔ آپ نے مشہور خانوادہ ولی اللہی سے علمی و روحانی فیض حاصل کیا، جیسا کہ حدیث مصافحہ کی اسناد سے ثابت ہے۔ خود فرماتے ہیں

○ له عند شيخنا السعيد الاجل رضى الله عنه، طريقان احدهما من جهه الشيخ المحقق مولانا الشيخ عبدالحق المحدث الدهلوى والاخرى من جهة الشاه عبدالعزيز الدهلوى غفرلهما المولى القوى (۱۵)

ایک سند حدیث میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کو اعلم المحدثین اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو "ذی الفضل والجاہ" لکھا ہے اور دونوں بزرگوں کے اسماء گرامی کے ساتھ "رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ" رقم کیا ہے (۱۴)۔ جو ثابت کرتا ہے کہ آپ ان حضرات کو اپنے سلسلہ اساتذہ میں شامل کرتے تھے۔ اسی طرح سند مصافحہ میں بھی ان دونوں بزرگوں کا ذکر کیا۔ ظاہر ہے یہ دونوں بزرگ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ، ان کے توسل و تصدق سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ؓ کے فیضان سے سرشار ہوتے رہے۔ سلاسل اربعہ کے علاوہ حضرت مجدد کو سترہ اور اعلیٰ حضرت کو تیرہ سلسلوں کا فیض حاصل تھا۔

فہم قرآن

حضرت امام ربانی ؓ کو قرآن حکیم کا گہرا درک تھا۔ یہاں تک کہ

حروف مقطعات اور متشابہات کا علم بھی حاصل تھا۔ فرماتے ہیں۔

○ "اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ان متشابہات کی تاویلات میں سے ایک شمہ مجھ فقیر پر ظاہر فرمایا اور اس بحر محیط کی ایک نہر اس مسکین کی زمین استعداد میں کشادہ فرما دی"۔ (۱۸) اکبری دور کے مشہور دانشور اور ادیب ملا فیضی نے جب تفسیر سواطع الالہام لکھنی شروع کی تو بعض مقامات پر آپ سے مدد لی۔

ایک دن حضرت مخدوم زادہ محمد معصوم رحمہ القیوم نے اصرار کیا کہ اسرار مقطعات سے پردہ ہٹایا جائے۔ آپ نے صرف ح ف ق سے پردہ ہٹایا تو ہوش اڑ گئے (۱۸)۔ علاوہ ازیں آیات محکمات سے جو استدلال فرمایا اس کے نمونے مکتوبات شریفہ اور دیگر تصانیف منیفہ میں جابجا دیکھنے کو ملتے ہیں اور آپ کے تدبر و تفکر پہ شاہد ہیں۔ اسی طرح فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے قرآن حکیم کی روح کو پیش کیا۔ آپ کے ترجمہ قرآن کی اردو تراجم میں واقعی کوئی مثال نہیں۔ آپ کے انداز ترجمانی سے فکر قرآن موتیوں کی طرح جھلکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ آپ حروف مقطعات کو جمال مصطفیٰ ﷺ کے مختلف پہلوؤں کی تصویر سمجھتے ہیں۔ یہ شعر دیکھئے۔

ک گیسو، ہ دہن، ی ابرو، آنکھیں ع، ص
ک ح ی ع ص ان کا ہے چہرہ نور کا

حفظ قرآن

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے حفظ قرآن کی دولت شاہی قلعہ گوالیار میں

عالم اسیری کے دوران حاصل کی۔ فرماتے ہیں۔

○ "دوسری بات کہ قرآن پاک "سورہ عنکبوت" تک ختم ہو گیا ہے، رات کو جب اس مجلس سے واپس آتا ہوں تو تراویح میں مشغول ہو جاتا ہوں۔ حفظ کی یہ دولت عظمیٰ اس پریشانی میں حاصل ہوئی جو جان جمعیت تھی الحمد للہ اولاً و آخراً"۔ (۱۹)

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے بھی آغاز تعلیم میں نہیں، فراغت تعلیم سے کافی دیر بعد قرآن حکیم حفظ کیا تھا۔ فرماتے ہیں۔

○ "بعض ناواقف حضرات میرے نام کے ساتھ "حافظ" لکھ دیا کرتے ہیں۔ حالانکہ میں اس لقب کا اہل نہیں تھا۔ یہ ضرور ہے کہ اگر کوئی حافظ صاحب کلام پاک کا کوئی رکوع ایک بار پڑھ کر مجھے سنا دیتے، دوبارہ مجھ سے سن لیتے۔ بس ایک ترتیب ذہن نشین کر لیتا ہے"۔ (۲۰)

پھر آپ نے رمضان المبارک کے دنوں میں ہی سارا قرآن حفظ کر لیا۔ فرماتے ہیں "بحمد اللہ میں نے کلام پاک بالترتیب بکوشش یاد کر لیا اور یہ اس لیے کہ ان بندگان خدا کا کہنا غلط نہ ثابت ہو" (۲۱)

اللہ اکبر! معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں بزرگ زبردست قوت حافظہ اور بے مثال ذہانت و لیاقت کے مالک تھے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

علم حدیث

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیشتر علوم معقول و منقول اپنے والد گرامی سے

حاصل کیے۔ تفسیر و حدیث کا علم حضرت قاضی بہلول بدخشی اور حضرت مولانا یعقوب کشمیری علیہما الرحمہ سے پڑھا۔ آپ کو حدیث و سنت کا گہرا مطالعہ تھا۔ آپ نے عقائد اہل سنت اور احوال صوفیائے ملت کو حدیث کی روشنی میں ثابت فرمایا۔ علم حدیث میں اپنا مقام خود بیان فرماتے ہیں۔

○ "یوں محسوس ہوتا ہے جیسے مجھے طبقہ محدثین میں داخل کرلیا گیا ہے"۔ (۲۲)

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے بھی "تمام دینیات کی تکمیل اپنے والد ماجد سے تمام فرمائی"۔

علم حدیث میں آپ کا پایہ بہت بلند تھا۔ شیخ یسین احمد خیاری المدنی نے علم حدیث میں آپ کے تبحر کو سراہتے ہوئے لکھا ہے۔

وھو امام المحدثین (وہ محدثین کے امام ہیں)۔ (۲۴)

مقام اجتہاد

فقہ و کلام میں حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کو منفرد مقام حاصل تھا۔ خواجہ محمد ہاشم کشمی فرماتے ہیں۔

○ "حضرت مجدد کو مسائل فقہ پورے طور پر مستحضر تھے اور اصول فقہ میں بھی بہت زیادہ مہارت رکھتے تھے"۔ (۲۵)

علم کلام میں تو آپ کو مجتہدانہ بصیرت و فراست میسر تھی۔ آپ خود فرماتے ہیں۔

○ "مجھے توسط حال ایک رات جناب پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا

کہ تم علم کلام کے ایک مجتہد ہو' اس وقت سے لے کر مسائل کلامیہ میں میری رائے خاص اور میرا علم مخصوص ہے"۔ (۲۶)

یہ حقیقت ہے کہ آپ نے جس طرح فقہی و کلامی مسائل و معارف میں اپنی جلالت علم و فضل کا لوہا منوایا ہے وہ آپ کا ہی حصہ ہے۔ آپ کے پیرو مرشد حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے علم و فضل کا یوں اظہار فرمایا ہے۔

○ "شیخ احمد نام مردے است در سرہند کثیر العلم و قوی العمل روزے چند فقیر با شت و برخاست کرد' عجائب روزگار و اوقات او مشاہدہ کردہ بہ آں می نماید کہ چراغے شود کہ عالم ہا ازوے روشن گردند"۔ (۲۷)

اسی طرح حضرت مجدد کے دور مسعود سے لے کر آج تک علمائے عرب و عجم آپ کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہیں۔ مثلاً مولانا آزاد بلگرامی فرماتے ہیں۔

○ "برستا بادل جس کے چھینٹے عرب و عجم پر چھا گئے' چمکتا سورج جس کا نور مشرق و غرب میں پھیل گیا۔ ظاہری و باطنی علوم کا جامع اور پوشیدہ خزانوں کا مال"۔ (۲۸)

شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ آپ کے علم و فکر سے ازحد متاثر تھے' حضرت علامہ نے اپنے ایک خطبہ یورپ میں آپ کو "سلوک و عرفان کا مجتہد اعظم" قرار دیا ہے۔ (۲۸)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ بھی زبردست فقیہہ اور عظیم متکلم

تھے، آپ کا بارہ جلدوں میں مجموعہ "فتاویٰ العطایا النبویہ" فقہ اسلامی کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ آپ نے متعدد کتب فقہ و تفسیر پر اپنی تعلیقات و حواشی رقم فرما کر اپنی مجتہدانہ صلاحیتوں سے دنیائے علم و فضل کو متاثر کیا ہے۔ حضرت اقبال علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

○ "وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور تھے اور پاک و ہند کے لئے نا.غہ روزگار فقیہ تھے۔ ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ بمشکل ملے گا"۔ (۳۰)

مولانا ابوالحسن ندوی اعتراف کرتے ہیں۔

○ "حرمین شریفین کے قیام کے زمانے میں بعض رسائل بھی لکھے اور علمائے حرمین نے بعض سوالات کیے تو ان کے جواب بھی تحریر کیے، متون فقہ اور اختلافی مسائل پر ان کی ہمہ گیر معلومات، سرعت تحریر اور ذہانت کو دیکھ کر سب کے سب حیران و ششدر رہ گئے"۔ (۳۱)

مولانا غلام رسول رضوی لکھتے ہیں۔

○ "یہ بات بلا خوف و تردد کہی جا سکتی ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت اجتہادی شان کی حامل تھی اور جس شخص نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی فقہی تحقیقات کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہے اس کے لیے یہ کوئی نظری مسئلہ نہیں ہے

-----اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمتہ اللہ علیہ اگرچہ مجتہد فی شرح یا مجتہد مطلق تو نہیں ہیں لیکن آپ کی تحریروں میں سے اجتہاد کا رنگ جھلکتا ہے اور آپ کی تقریروں سے استنباط کی مہک آتی ہے"۔ (۳۲)

مقام تجدید

حضرت امام ربانی ؒ کے مجدد ہونے پر اجماع امت ہے کہ حوالہ جات کی ضرورت نہیں۔ اہل تشیع کے علاوہ جملہ مکاتب فکر نے آپ کی مجددانہ عظمتوں کو تسلیم کیا ہے اور آ کے قول و فعل کی صحت و ثقاہت کا اقرار کیا ہے۔ تمام مفکرین و محققین، صوفیہ و متکلمین آپ کی بارگاہ میں حضرت علامہ اقبال کی طرح خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں واقعی!

"وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان" تھے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ، بھی مقام تجدید میں اس شان سے فائز المرام تھے کہ کوئی منصف مزاج آدمی انکار نہیں کر سکتا۔ آپ جب حرمین شریفین میں حاضر ہوئے تو وہاں کے جید علمائے کرام نے آپ کی ازحد قدر و منزلت کی اور آپ کو چودھویں صدی ہجری کا مجدد قرار دیا۔ حضرت الشیخ موسیٰ علی شامی ازہری مدنی فرماتے ہیں۔

○ امام الائمہ المجدد لھذہ الامنہ امر دینھا المؤید لنور قلوبھا و یقینھا' الشیخ احمد رضا خان بلغیہ اللہ فی الدارین القبول والرضوان (۳۳)

خدا کی قسم! اگر نگاہوں پہ بغض و عناد کی تاریک پٹی نہ بندھی ہو تو آپ

کے بے مثال کارہائے نمایاں آپ کے مجدد برحق ہونے پہ حجت قطعی نظر آتے ہیں۔

عالمگیر پذیرائی

حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کا فیضان ولایت' اکرام ہدایت' ہندوستان تک محدود نہیں' تمام بلاد اسلامیہ میں آفتاب نیمروز کی تابناک کرنوں کی طرح پھیلا ہوا ہے۔ دراصل یہ ان کلمات طیبہ کی برکتوں کا ظہور ہے جو آپ کے مرشد ارشد حضرت باقی اللہ رضی اللہ عنہ کی زبان حق ترجمان سے ادا ہوئے تھے کہ

○ "میاں شیخ احمد آفتاب است کہ مثل ماہزاراں ستارگاں در ضمن ایشاں گم است و از کمل اولیائے متقدمین خالی خالے مثل ایشان گزشتہ باشند"۔ (۳۴)

آپ کو حیات ظاہری ہی میں درست پذیرائی ملی۔ آپ برادر حقیقی حضرت شیخ مودود کے نام ایک مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں۔

○ "اے بھائی! لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ دور دور سے چیونٹیوں اور ٹڈیوں کی طرح یہاں آ رہے ہیں اور تم اپنے گھر کی دولت کی قدر و قیمت نہ جانتے ہوئے کمینی دنیا کی طلب میں شوق و ذوق کے ساتھ دوڑ رہے ہو"۔ (۳۵)

آپ کے علم و معارف کو آپ کے خلفائے کبار نے دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا۔ حضرت قیوم ثانی سیدنا محمد معصوم عروۃ الوثقی رضی اللہ عنہ نے تو فیضان مجدد سے سارے جہان کو معمور کر دیا۔ تاریخ مرات العالم اور جہاں نما میں یوں لکھا ہے۔

○ "مشیخیت کی مسند پر کوئی ایسا شخص اب تک نہیں بیٹھا جیسا کہ شیخ محمد معصوم سرہندی' جہان کے تمام اطراف و جوانب کے بادشاہ' علماء مشائخ چھوٹے' بڑے وضیع و شریف مشرق سے مغرب اور جنوب سے شمال تک حضرت کے مرید ہوئے۔ یاد رہے کہ خانان توران و ترکستان' والیان دشت قپچاق و بدخشاں' فرما نروایان ختا و خراساں' تخت نشینان کاشغر و طبرستان' حاکمان تمستان و کرجستھاں' سب کے سب آپ کے دیدار کے لیے سرہند شریف میں خیمہ زن ہوئے' ایسا اجتماع سرہند میں پہلے ہوا نہ بعد میں ہو گا"۔ (۳۶)

حضرت شاہ احمد سعید دہلوی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ

○ "آپ کے دست مبارک پر نو لاکھ افراد نے بیعت کی اور آپ کے خلفا تقریبا سات ہزار تھے"۔ (۳۷)

بعدہ' سلسلہ عالیہ مجددیہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا' علامہ اقبال علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

○ "بیدل کے کلام میں خصوصیت کے ساتھ حرکت پر زور ہے۔ نقشبندی سلسلے اور حضرت مجدد الف ثانی سے بیدل کی عقیدت کی بنیاد بھی یہی ہے۔ نقشبندی مسلک حرکت اور رجائیت پر مبنی ہے ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ہندوستان سے باہر افغانستان' بخارا' ترکی وغیرہ میں نقشبندی مسلک کا زور ہے"۔ (۳۸)

محقق العصر ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری مشرق و مغرب کے محققین

کی آراء و تاثرات رقم کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

○ "آپ نے ملاحظہ فرمایا حضرت مجدد الف ثانی کا ذکر کہاں کہاں نہیں انگلستان میں آپ کا ذکر، فرانس میں آپ کا ذکر، اٹلی میں آپ کا ذکر، افغانستان میں آپ کا ذکر، ہالینڈ میں آپ کا ذکر، امریکہ میں آپ کا ذکر، ترکی میں آپ کا ذکر، مصر میں آپ کا ذکر، حجاز میں آپ کا ذکر اور پاکستان اور ہندوستان کی فضائیں تو نہ معلوم کب سے آپ کے ذکر سے گونج رہی ہیں"۔ (۳۹)

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کی عالمگیر پذیرائی بھی اپنی مثال آپ ہے۔ آپ عرب و عجم کے محبوب و مقبول مفکر ہیں۔ سفر حجاز کے دوران اہل علم و فضل کے ہاں آپ کو جس قدر سراہا گیا اس کی تفصیل جناب مولانا عبدالحق الہ آبادی سے سنئے۔

○ "میں کئی سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہوں، ہندوستان سے ہزاروں صاحب علم آتے ہیں۔ ان میں علماء صلحاء اتقیاء سب ہی ہوتے ہیں، میں نے دیکھا کہ وہ شہر کے گلی کوچوں میں مارے مارے پھرتے ہیں اور کوئی بھی ان کو مڑ کر نہیں دیکھتا، لیکن "فاضل بریلوی" کی طرف یہاں کے سب ہی علما اور بزرگ جوق در جوق چلے آ رہے ہیں اور ان کی تعظیم میں بصد تعجیل کوشاں ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل خاص ہے۔ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے"۔ (۴۰)

حضرت مولوی مفتی عبدالمنان لکھتے ہیں۔

○ "اعلیٰ حضرت کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں، وہ تو آفتاب شریعت ماہتاب طریقت ہیں، دنیا کا کون سا خطہ اور مقام ہے جو آپ کی علمی ضوفشانیوں سے محروم رہا ہو۔۔۔ ۔۔۔ ہندوستان تو ہندوستان، علمائے مکہ و مدینہ زادھما اللہ تعالیٰ شرفاً" تعظیماً" روم و شام، مصر و یمن سب ہی کو آپ کے علم و فضل کا مداح پایا"۔ (۴۱)

موجودہ دور میں رضویات میں سیر حاصل کام ہوا ہے۔ اغیار کے پھیلائے ہوئے اندھیرے چھٹ گئے ہیں اور بریلی کا چاند پورے کروفر سے آسمان شہرت پر چمک رہا ہے۔ برصغیر ہی کیا، براعظم ایشیا امریکہ، افریقہ، یورپ سب نغمات رضا سے گونج اٹھے ہیں۔

اولاد صالحہ

حضرت امام ربانی ؒ کی ساری اولاد علم و عرفان کی دولت سے مالا مال تھی۔ حضرت خواجہ باقی باللہ ؒ فرماتے ہیں۔

○ "فرزندان آں شیخ کہ اطفال اسرار الٰہی اند بالجملہ شجرہ طیبہ انا نبتہ اللہ نباتاً حسناً"۔ (۴۲)

آپ کے شہزادگان گرامی خواجہ محمد صادق، خواجہ محمد سعید اور زیب مسند خلافت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہم بڑی شان و شوکت، قدر و منزلت کے حامل تھے۔ اسی طرح خانوادہ مجددیہ کے دوسرے حضرات جن میں خواجہ محمد فرخ، خواجہ محمد عیسیٰ، خواجہ محمد اشرف اور خواجہ محمد یحییٰ رحمتہ اللہ علیہم بھی اللہ کی نشانیاں تھے۔ خود حضرت امام ربانی ؒ نے ان سب کا ذکر بڑے اچھے انداز میں

فرمایا ہے۔ آگے چل کر حضرت خواجہ نقشبند' خواجہ محمد زبیر سرہندی اور خانوادہ مجددیہ کے دوسرے فرزند شریعت و طریقت کی اشاعت میں سرگرم رہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کی اولاد بھی اپنے معاصرین میں ممتاز نظر آتی ہے اور علم و فضل میں اپنے والد بزرگوار کی مظہر دکھائی دیتی ہے۔ حضرت حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خان اور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان رحمتہ اللہ علیہما کے دستر خوان علم و فضل کا ایک زمانہ ریزہ خوار رہا ہے۔ یہ دونوں حضرات فیض رضا کے وارث ہیں اور فیض رضا کو دنیا کے گوشے گوشے میں تقسیم کرنے والے ہیں۔

خلفائے کبار

تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی سے اپنے دین کا کام لینا چاہتا ہے تو اس کے اردگرد وفادار ساتھیوں کی ایک جماعت پیدا کر دیتا ہے' یہ جماعت بھی حقیقت میں اسی مستعان حقیقی کی امداد کا ظہور ہوتی ہے' جب حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ نے توفیق ایزدی سے تجدید دین کا بیڑا اٹھایا تو وقت کے ذہین و فطین' مخلص وفادار لوگ آپ کے دامن سے وابستہ ہونے لگے۔ انہوں نے آپ کے پیغام کو اس جرات و استقامت سے پھیلایا کہ اکبری و جہانگیری استبداد کے بت پاش پاش ہو گئے۔ ان کا شاہانہ رعب و جلال خاک میں ملنے لگا۔ امرائے سلطنت' خان اعظم' خان جہاں مرزا داراب' قلیج خان' خان خاناں اور نواب شیخ فرید بخاری جیسے امراء اور روساء آپ کے عقیدت مند تھے' ان لوگوں کی وجہ سے درباری رنگ بدلنے لگا۔ بہرحال یہ سچ ہے کہ اس دور پر آشوب میں اصلاح احوال کی ہر تحریک آپ کی مرہون احسان ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلفائے کبار بھی کثیر تعداد میں موجود تھے۔ آپ نے اہل علم و فضل کی ایک زبردست ٹیم تیار کی جس نے آپ کی تعلیم کو عوام الناس تک پہنچایا اور انگریزوں کے تشکیل کردہ فرقوں کے مذموم عقائد و نظریات کا ڈٹ کا مقابلہ کیا۔ یہ علماء آپ کے خلفائے کبار تھے یا خلفائے کبار سے تعلق رکھنے والے تھے۔

بارگاہ رسالت ﷺ سے رابطہ

ہر بندہ مومن کی زندگی کا حاصل محبوب خدا حضرت رسالت پناہ ﷺ کی رضا کے علاوہ اور کچھ نہیں اور ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کی رضا پروردگار عالم کی رضا کا پرتو ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے ساری عمر حضور ﷺ کی رضا کے لیے بسر کی تو حضور ﷺ نے انہیں ایسا نوازا کہ نوازنے کا حق ادا کر دیا۔ آپ کا بارگاہ رسالت ﷺ سے بے پناہ ربط و تعلق تھا۔ اس تعلق کی عظیم مثال دیکھئے' فرماتے ہیں۔

○ "یہ رسالہ بعض یاروں کے کہنے پہ لکھا گیا' یاروں نے کہا تھا کہ ایسی نصیحتیں لکھی جائیں جو طریقت میں فائدہ دیں کہ ان کے مطابق زندگی بسر کی جائے' واقعی رسالہ بے مثال اور باعث برکات کثیرہ ہے۔ اس رسالہ کی تحریر کے بعد یوں معلوم ہوا کہ حضرت رسول اکرم ﷺ اپنی امت کے بہت سے مشائخ کرام کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور اس رسالہ کو ہاتھ میں لیے ہوئے ہیں۔ کبھی اس کو چومتے ہیں اور کبھی مشائخ کرام کو دکھاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایں نوع

معتقدات می باید حاصل کرد اس قسم کے عقائد رکھنے چاہئیں' اور ان علوم کو حاصل کرنے والے لوگ نورانی' ممتاز اور عزیز الوجود ہیں اور حضور نے اس خاکسار کو اس واقعہ کی اشاعت کا حکم صادر فرمایا"۔

بر کریماں کارہا دشوار نیست (۴۳)

قیم طریقہ مجددیہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ' فرماتے ہیں"۔

○ "ایک بار سرور کائنات ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ----- میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا میری امت میں ان کی مثل اور کون ہے؟ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا ان کے مکتوبات بھی آپ کی نظر سے گزرے ہیں؟ فرمایا اگر اس میں سے تمہیں کچھ یاد ہو تو سناؤ' میں نے آپ کے ایک مکتوب کی یہ عبارت پڑھی " سبحانہ' تعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء آپ نے بہت پسند کیا' اور محظوظ ہوتے ہوئے فرمایا پھر پڑھو۔ میں نے دوبارہ وہی عبارت پڑھی تو اس سے بھی زیادہ تعریف کی' یہ مبارک صحبت دیر تک رہی"۔ (۴۴)

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کا بھی دربار رسالت ﷺ سے کمال درجے کا رابطہ تھا۔ یہ رابطہ آپ کی سیرت مبارکہ کے ایک ایک پہلو سے جھلکتا ہے۔ یہ بے شمار واقعات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ آپ سے بہت خوش ہیں۔ مثلاً مدینہ طیبہ کی حاضری کے دوران آپ نے اپنی مشہور نعت لکھی۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

تو اسی رات حضور نبی کریم ﷺ نے آپ کو اپنی زیارت سے نوازا (۴۵)

جب اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کا وصال ہوا تو ایک شامی بزرگ نے خواب دیکھا کہ حضور سرور عالم ﷺ کسی کا انتظار فرما رہے ہیں۔ انہوں نے عرض کی۔ حضور کس کا انتظار ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "احمد رضا کا"۔ انہوں نے یہ خواب ۲۵ صفر المظفر کی رات دیکھا' تحقیق ہوئی کہ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کا وصال بھی اسی رات' اسی وقت ہوا جس وقت وہ خواب میں جمال رسالت سے شاد کام ہو رہے تھے۔ (۴۶)

کتابیات

○ ۱۔ زبدۃ القلمات ص ۱۱۳ مطبوعہ کانپور

○ ۲۔ حیات اعلیٰ حضرت جلد اول ص ۴ مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور

○ ۳۔ ایضاً" ص ۶

○ ۴۔ ایضاً" ص ۶

○ ۵۔ جواہر مجددیہ ص ۲۱ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور

○ ۶۔ مجدد الف ثانی نمبر ماہنامہ "نور اسلام" شرقپور جلد اول ص ۳۰

○ ۷۔ زبدۃ المقامات ص ۱۲۷ مطبوعہ سیالکوٹ

○ ۸۔ سیرت مجدد الف ثانی (۲۳۶) از ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مطبوعہ کراچی

○ ۹۔ وصال احمدی (۷) مطبوعہ مراد آباد۔ انڈیا

○ ۱۰۔ حیات اعلیٰ حضرت۔ ص ۱۱ جلد اول

○ ۱۱۔ حیات امام اہل سنت ص ۳۷ مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور

○ ۱۲۔ رسائل رضویہ ص ۵ مطبوعہ مکتبہ حامدیہ لاہور حصہ اول

○ ۱۳۔ جواہر مجددیہ ص ۳۴

○ ۱۴۔ انوار رضا ص ۳۵۶، مطبوعہ لاہور

○ ۱۵۔ الاجازۃ المتینت لعلماء مکتبہ والمدینہ

○ ۱۶۔ ایضاً"

○ ۱۷۔ "حضرات القدس" جلد دوم ص ۶۸، مطبوعہ سیالکوٹ بحوالہ مکتوبات شریفہ مکتوب ۲۷۶ دفتر اول

○ ۱۸۔ ایضاً" ص ۹۶

○ ۱۹۔ مکتوب ۴۳ جلد سوم۔ مکتوبات مجدد الف ثانی۔

○ ۲۰۔ حیات اعلیٰ حضرت ص ۳۶ جلد اول مطبوعہ لاہور

○ ۲۱۔ ایضاً"

○ ۲۲۔ زبدۃ القلمات ص ۱۳۰ مطبوعہ سیالکوٹ

○ ۲۳۔ حیات اعلیٰ حضرت ص ۳۳ جلد اول

○ ۲۴۔ الفیوضاۃ المکتیہ ص ۴۷۰ مطبوعہ کراچی۔

○ ۲۵۔ زبدۃ القلمات (۲۷۸)

○ ۲۶۔ مبداء المعاد شریف مع مکتوبات شریفہ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور۔ ص ۷۶

○ ۲۷۔ رقعات خواجہ باقی باللہ رقعہ ۶۵ (بحوالہ حضرت مجدد اور ان کے ناقدین ص ۲۷ مطبوعہ دہلی)

○ ۲۸۔ بجۃ المرجان ص ۴۷

○ ۲۹۔ تشکیل جدید الہیات ص ۲۷۸ مطبوعہ لاہور

○ ۳۰۔ مقالات یوم رضا حصہ سوم (۱۰) بحوالہ اقبال و احمد رضا مطبوعہ لاہور

○ ۳۱۔ نزھتہ الخواطر جلد ۲ (۴۱) مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد بحوالہ حیات امام اہل سنت

○ ۳۲۔ فاضل بریلوی کا فقہی مقام ص ۱۰ مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور

○ ۳۳۔ الفیوضات المکیہ (۴۶۲) مطبوعہ کراچی۔

○ ۳۴۔ زبدۃ القامات احوال خواجہ میر نعمان

○ ۳۵۔ ایضاً" ص ۱۸۷ مطبوعہ سیالکوٹ۔

○ ۳۶۔ بحوالہ انوار لاثانی (۲۱۵) مطبوعہ، علی پور سیداں شریف

○ ۳۷۔ مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ (۳۴) مطبوعہ دہلی

○ ۳۸۔ مفلوطات (۱۲۲) مطبوعہ لاہور مرتبہ محمود نظامی۔

○ ۳۹۔ سیرت مجدد الف ثانی (۴۰۵) مطبوعہ کراچی

○ ۴۰۔ الاجازۃ المتینہ (۷)

○ ۴۱۔ حیات اعلیٰ حضرت جلد اول (۲۰۵) از ظفر الدین بہاری مطبوعہ کراچی بحوالہ فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں

○ ۴۲۔ رقعات باقی رقعہ ۶۵

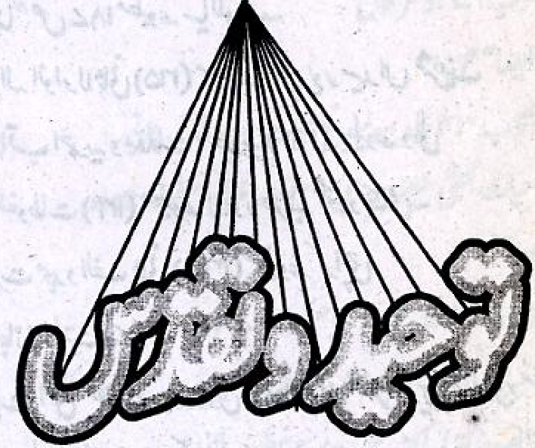
○ ۴۳۔ مکتوب ۲۱ مکتوبات مجدد الف ثانی دفتر اول مطبوعہ کراچی (فارسی)

○ ۴۴۔ مقامات مظہری فصل ۱۴ مطبوعہ لاہور

○ ۴۵۔ سوانح اعلیٰ حضرت از بدر الدین رضوی مطبوعہ احمد نگر، بہار

○ ۴۶۔ ایضاً" ص ۳۱۹

باب دوم



توحید و تقدیس



توحید وجودی

تصوف اسلام میں مسئلہ وحدت وجود بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اسے سب سے پہلے شرح و بسط کے ساتھ شیخ اکبر حضرت خواجہ محی الدین محمد ابن عربی (متوفی ۶۳۸ھ / ۱۲۴۰ء) نے بیان کیا (۱) حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اس کی تفصیل اس طرح لکھی ہے۔

○ "شیخ اکبر کہتے ہیں کہ وجود صرف اللہ تعالیٰ کا ہے، اس کی صفات کا ظہور ہوا، اس کی صفات میں سے ایک صفت علم ہے، اللہ کے علم میں تمام اشیاء کی تفصیل موجود ہے۔ اشیاء کی تفصیل کا نام "اعیان ثابتہ" ہے۔ اعیان ثابتہ کا عکس باہر پڑا اور ان کا ظہور ہوا، ممکنات کی جو شکلیں نظر آ رہی ہیں وہ موہومی ہیں، حقیقت میں صرف ایک ہی ذات وحدہ لا شریک کی ہے اور چونکہ یہ موہومی شکلیں خلاق عظیم جل جلالہ کی صنعت ہے اسی لیے ان میں اتفاق ہے۔ اور اتفاق بھی ایسا ہے کہ ان پر ثواب و عقاب کا ظہور ہوتا ہے۔ شیخ اکبر نے جب تمام اشیاء کو "موہومی عکس قرار دیا تو "ہمہ اوست" کہنا ان کے لیے جائز ہوا"۔ (۲)

حضرت شیخ اکبر علیہ الرحمہ کا کلام بہت دقیق مسائل پر مشتمل تھا' علمائے ظاہر اس کو نہ سمجھ سکے اور حضرت شیخ اکبر علیہ الرحمہ کو برے الفاظ سے یاد کرنے لگے' حضرت شیخ نوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

○ "کوئی ان کو کافر (العیاذ باللہ) اور کوئی ان کو قطب کہتا ہے' جو مجاہدے اس جماعت نے کیے ہیں اور جو چاشنی انہوں نے پائی ہے اس کے متعلق وہ شخص کیا کہہ سکتا ہے جس نے نہ ویسے مجاہدے کیے اور نہ وہ حلاوت پائی" (۳)

ان کی بزرگی اور جلالت شان کا یہی ثبوت کافی ہے کہ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی ؓ نے ان کو "بحر الحقائق" (۴) قرار دیا ہے۔ آپ کے بعد اکثر اولیائے کرام اور صوفیائے عظام رضی اللہ عنہم نے آپ کا مسلک اختیار کیا' حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

○ "اور جناب شیخ کے بعد جو مشائخ آئے ان میں سے اکثر نے جناب شیخ کی پیروی کی اور آپ کی اصطلاح کو اختیار کیا' ہم پس ماندگان انہی بزرگوار کی برکات و فیوضات سے مستفید ہوئے ہیں اور ان کے علوم و معارف سے فوائد حاصل کیے ہیں' اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے ان کو جزائے خیر عطا فرمائے"۔ (۵)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا دور بہت عجیب تھا' اس دور میں علمائے سو اور صوفیہ خام نے اس نظریے کو غلط انداز سے لیا کہ شریعت اسلامی کی بنیادیں ہل گئیں۔

جناب ڈاکٹر مسعود احمد لکھتے ہیں۔

○ "اکبر نے اپنی اس بے راہ روی کے لیے کچھ اسلام سے بھی سہارا لیا کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ اس وبال کا بوجھ مسلمانوں پر بھی رہے۔ اس سلسلے میں تصور وحدۃ الوجود کی غلط تعبیر و تشریح سے اس کو بڑی مدد ملی اور وہ الحاد کی طرف مائل ہو گیا' بقول ملا عبدالقادر بدایونی' صاحب نزہتہ الارواح شیخ تاج الدین دہلوی اکثر دربار میں باریاب ہوتے' رات بھر رہتے اور وجودی فلسفے پر تقریریں کرتے' خود ابو الفضل بھی اسی غلط تعبیر و تشریح سے متاثر نظر آتا ہے' اور یہ اس لیے کہ اس غلط تعبیر سے ان کے اپنے اغراض و مقاصد پورے ہو رہے تھے۔ ابو الفضل کے خیالات خاص قسم کی ذہنی کیفیت کی غمازی کرتے ہیں کہ اے خدا! میں تیرے طالبوں کو ہر معبد میں دیکھتا ہوں' ہر زبان میں تیری ہی حمد کی جاتی ہے' ہر مذہب یہی تعلیم دیتا ہے کہ تو وحدہ لا شریک ہے۔ مسجد و مندر ہو یا گرجا' ہر جگہ تیری ہی عبادت کی جاتی ہے' کبھی میں تجھ کو گرجا میں تلاش کرتا ہوں۔ اور کبھی مسجد میں' ہاں ایک معبد سے دوسرے معبد میں تلاش کرتا پھرتا ہوں۔ اے خدائے برتر! تیرے ہاں دین و الحاد کا کوئی امتیاز نہیں' کیونکہ تیری ردائے حق کے پیچھے ان دونوں میں سے کسی کی گنجائش نہیں' الحاد' ملحدوں کو مبارک اور دین' دین داروں کو' ہاں پھول کی پنکھڑیاں گل فروشوں کو مبارک ہوں"۔ (۶)

خود اندازہ کیجیے جب اس قسم کے نظریات واہیہ پروان چڑھتے ہوں تو

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ جیسے غیور اور پابند شریعت لوگ کیسے خاموش رہ سکتے ہیں، آپ نے وحدت وجود کا انکار نہیں فرمایا، اس کی غلط تعبیر و تشریح کا رد کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

○ "اس میں شک نہیں کہ علمائے ظاہر میں سے کسی نے کہا ہو کہ یہ مسئلہ باطل ہے لیکن ان حضرات نے تو پوری جلالیت کے ساتھ کہا ہے اور لکھا ہے، ان بزرگوں کے معاملے میں باطل کا کیا دخل، اس مقام کا بطلان بھی نہیں کیا جا سکتا، جس مقام پر کہ ان حضرات نے اس عالی شان مسئلے کے متعلق کہا ہے۔ وہاں استیلائے حق ہے اور بطلان باطل، ان بزرگوں نے حق تعالیٰ کے عشق میں خود کو اور غیر خود کو گم کر دیا ہے۔ اپنا نام و نشان بھی نہیں چھوڑا، قریب ہے کہ باطل بھی ان کے سائے سے گریزاں ہو"۔ (۷)

ایک اور مقام پہ فرماتے ہیں۔

○ "جاننا چاہئے کہ صوفیہ علیہ میں سے جو لوگ وحدت وجود کے قائل ہیں اور اشیاء کو عین حق جانتے ہیں اور ہمہ اوست کا حکم کرتے ہیں، ان کی مراد یہ نہیں کہ اشیاء حق تعالیٰ کے ساتھ متحد ہیں اور تنزیہ تنزل کر کے تشبیہ بن گئی ہے، اور واجب ممکن ہو گیا ہے اور بیچون چون میں آگیا ہے کہ یہ سب کفر و الحاد اور گمراہی و زندقہ ہے۔ وہاں نہ اتحاد ہے، نہ غیبت، نہ تنزل نہ تشبیہ فھو سبحانہ الان کما کان فسبحانہ من لا یتغیر بذاتہ ولا فی صفاتہ ولا فی

پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمہ نے بھی نزاع لفظی کو تسلیم نہیں کیا۔ ہمارا ان صفحات میں ان دونوں بزرگوں کے حوالے سے اس دقیق مسئلے کی تاریں چھیڑنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے اس کی غیر شرعی تعبیر و تشریح کا رد بلیغ فرمایا ہے۔ اور یہ دونوں بزرگ صوفیائے خام کے پھیلائے ہوئے گمراہ کن نظریات کے مقابلے میں قطعی متفق ہیں۔

☆

علاوہ ازیں اور بھی اصطلاحات متصوفہ میں ان کا اتفاق نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پہ چند ایک کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

رد عینیت محضہ

"صوفیہ خام" نے عبد و رب میں نسبت عینیت کو حقیقی اور غیریت کو وہمی قرار دے کر زنادقہ و ملاحدہ کی راہ اختیار کی، "ان کے نزدیک عبد و رب میں وہی نسبت ہے جو زید اور اس کے اعضا میں، موم اور اس کے مختلف اشکال میں، دریا اور اس کی گوناگوں امواج میں ہے، کچے صوفی اور پکے ملحد اس قسم کی بہت سی مثالیں دیتے ہیں"۔ (۲۰)

اس سلسلہ میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ رحمہ نے مثال سے توحید وجودی کو سمجھایا ہے، فرماتے ہیں۔

○ "زید کی صورت بے شمار آئینوں میں منعکس ہو جائے اور وہاں ظہور پیدا کر لے اور ہمہ اوست کہہ دیں، یعنی یہ تمام صورتیں جنہوں نے بے شمار آئینوں میں نمود و ظہور پیدا کیا ہے زید کی ایک ذات کا ظہور ہیں، یہاں کون سا اتحاد و

جزئیت ہے۔ اور کون سا حلول و تلون ہے۔ زید کی ذات باوجود ان تمام صورتوں کے اپنی صرافت اور اصلی حالت پر ہے۔ ان صورتوں نے اس میں نہ کچھ زیادہ کیا ہے نہ کچھ کم بلکہ جہاں زید کی ذات ہے وہاں ان صورتوں کا نام و نشاں تک بھی نہیں"۔ (۲۱)

یہ مثال بیان کر کے دراصل آپ نے شیخ ولی روز بہان قدس سرہ کے اس قول کا رد کیا ہے جس میں انہوں نے متصوفہ وجودیہ کو اتحاد و حلول کا قائل سمجھا ہے۔ پھر آگے چل کر اپنا نظریہ بیان کرتے ہیں۔

○ "اپنے مشہود کو حق تعالیٰ کا عین جاننا اور اس اعتبار سے اس پر محمول کرنا بے ادبی ہے۔ کیونکہ وہ مشہود بھی حق تعالیٰ کے کمالات کا ظل ہے۔ (یاد رہے کہ ظل شے سے مراد اس شے کا ظہور ہے) اور حق تعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے۔ (۲۲)

نیز فرماتے ہیں نقائص و رذائل سے بھرے ہوئے ملازم کی کیا مجال جو اپنے کو کمالات والا بادشاہ تصور کرے، اور اپنی بری صفات کو بادشاہ کی اچھی صفات کا عین سمجھ لے، (مکتوب دفتر دوم)

پھر فرماتے ہیں کہ وجود جو ممکن کر دیا گیا ہے وہ ایسا امر نہیں جو خود مختار ہو اور اس کو خود بخود استقلال حاصل ہو۔ بلکہ وہ واجب تعالیٰ کا ظل و پرتو ہے اسی طرح حیات علم وغیرہ، سب حق تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی اسی قسم کی مثال دی ہے کہ ایک بادشاہ آئینہ خانہ میں جلوہ فرما ہے جس میں مختلف اقسام و اوصاف کے آئینے

نصب ہیں۔ ناسمجھ بچوں نے یہ گمان کیا کہ جس طرح بادشاہ موجود ہے یہ سب عکس بھی موجود ہیں کہ یہ بھی تو ہمیں ایسے ہی نظر آتے ہیں جیسے وہ، اہل نظر نے یہ سمجھا کہ

○ "بے شک وجود میں ایک بادشاہ کے لیے ہے، موجود ایک ہی ہے۔ یہ سب ظل و عکس ہیں کہ اپنی حد ذات میں اصلا" وجود نہیں رکھتے، اس تجلی سے قطع نظر کر کے دیکھو کہ پھر ان میں کچھ رہتا ہے۔ حاشا عدم محض کے سوا کچھ نہیں، اور جب یہ اپنی ذات میں معدوم و فانی ہیں اور بادشاہ موجود، یہ اس نمود میں اس کے محتاج ہیں اور وہ سب سے غنی، یہ ناقص ہیں وہ تام، یہ ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں اور وہ سلطنت کا مالک یہ کوئی کمال نہیں رکھتے، حیات علم، سمع، بصر، قدرت، ارادہ، کلام سب سے خالی اور وہ سب کا جامع ۔۔۔ ۔ تو یہ اس کے عین کیونکر ہو سکتے ہیں۔ لاجرل یہ نہیں کہ یہ سب وہی ہیں، بلکہ وہی وہ ہے اور یہ اس تجلی کی نمود، یہی حق و حقیقت اور یہی وحدت الوجود،

اور عقل کے اندھے کہتے ہیں کہ یہ سب بادشاہ ہیں اور اپنی سفاہت سے وہ تمام عیوب و نقائص جو نقصان قوابل کے باعث ان میں تھے خود بادشاہ کو ان کا مورد کر دیا"۔ (۲۳)

یعنی عینیت محضہ کی تردید سے یہ ثابت ہو گیا کہ حق، حق ہے اور خلق، خلق ہے۔ اگر خلق میں کچھ کمال ہے تو یہ حق کے کمال کا ظہور ہے اور خلق میں کچھ کجی ہے تو اس کی اپنی ہیئت کے حوالے سے ہے، حق کا اس میں کوئی قصور

نہیں، قرآن بھی یہی کہتا ہے کہ ما اصابک من حسنه فمن الله وما اصابک من سیئنه فمن نفسک۔ گویا حق تعالیٰ کی چیزیں اصالتہ اپنے لیے ثابت کرنا شرک ہے اور اپنی صفات عدمیہ و ناقصہ کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے اس کے تنزیہ کے خلاف ہے اور یہ کفر ہے۔ مولائے روم بڑی خوبصورتی سے ذات خلق اور ذات حق کو الگ الگ ثابت کرتے ہیں۔

جزو یکرہ نیست پیوستہ بہ کل
ورنہ خود باطل بدے بعث رسل
چوں رسولاں ازپے پیوستن اند
پس چہ پیوندند آں چوں یک تن اند

○

معیت و قربت و احاطہ

اللہ تعالیٰ ہر شے کے ساتھ بالذات حاضر و موجود ہے۔ اور اس حضور ذاتی کو احاطت ذاتی سے موکد کیا کہ جو ذات اشیاء پر محیط ہے وہ ضروری ہے کہ اشیاء کے ساتھ موجود و مشہود ہو۔ یہ قرآن کی آیات قدسیہ واذا سالک عبادی عنی فانی قریب (۲۴) نحن اقرب الیه من حبل الورید (۲۵) وکان الله بکل شئی محیطا (۲۶) اور ان الله علی کل شئی شهید (۲۷) سے ثابت ہے، اور دیکھا جائے کہ اللہ ذات مع جمیع صفات کاملہ ہے نہ کہ خاص صفت علم و ارادہ وغیرہ۔ یہ صوفیہ کرام کا مسلک ہے۔ علمائے متکلمین کے نزدیک یہ معیت، قربت و احاطہ صفاتی ہے۔ یعنی علمی و قدرتی وغیرہ۔ مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

○ "حق تعالیٰ تمام اشیاء کو محیط ہے اور ان کے ساتھ قرب و معیت رکھتا ہے۔ اس قرب و معیت اور احاطہ سے وہ مراد نہیں ہے جو ہمارے فہم قاصر میں آسکے کیونکہ وہ حق تعالیٰ کی جناب پاک کے لائق نہیں..... بقول خواجہ بزرگ۔

ہنوز ایوان استغنا بلند است
مرا فکر رسیدن ناپسند است

پس ہم ایمان لاتے ہیں کہ حق تعالیٰ اشیاء کو محیط اور ان کے قریب اور ساتھ ہے۔ اس کے قرب اور احاطہ اور معیت کی حقیقت کو نہیں جانتے کہ کس طرح ہے اس کو احاطہ علمی کہنا بھی متشابہ تاویلوں سے ہے لیکن ہم ان کی تاویل کے قائل نہیں"۔ (۲۸)

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

○ "وہ کسی مخلوق سے مل نہیں سکتا کہ اس سے لگا ہوا ہو، کسی مخلوق سے جدا نہیں کہ اس میں اور مخلوق میں مسافت کا فاصلہ ہو"۔ (۲۹)

امام بیہقی علیہ الرحمہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

○ "ایک عرش ہی کیا وہ تمام اشیاء سے بالا، سب سے جدا ہے بایں معنی کہ نہ اشیاء اس میں حلول کریں نہ وہ ان میں، نہ وہ ان سے مس کرے نہ ان سے کوئی مشابہت رکھے اور یہ جدائی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اشیاء سے ایک کنارے پر ہو ہمارا رب حلول و مس و فاصلہ عزلت سے بہت بلند ہے"۔ (۳۰)

بہت سے آیات و احادیث لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔

○ "ان آیات و احادیث سے زمین پر، اور طور پر اور ہر مسجد میں اور بندے کے آگے، پیچھے، داہنے، بائیں اور ہر ذاکر کے پاس، ہر شخص کے ساتھ اور ہر جگہ اور ہر ایک کی شہ رگ گردن سے زیادہ قریب ہونا ثابت ہے۔(۳۱)

مباحث کثیرہ کے بعد فیصلہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر چھوڑتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی طرح عقل و فکر کی تنگ دامانی کا اقرار کرتے ہیں۔

"تفہیم عوام کے لیے ان کے پاکیزہ معانی ہیں، اللہ عزوجل کے جلال کے لائق جنہیں ائمہ کرام اور خصوصا امام بیہقی نے "کتاب الاسما" میں شرحا بیان فرمایا اور ان کی حقیقی مراد کا علم اللہ عزوجل کے سپرد ہے۔ امنا به کل من عند ربنا وما یذکر الا اولو الالباب(۳۲) اسی طرح ایک جگہ فرماتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ عرش و فرش سب کو محیط ہے، وہ احاطہ جو عقل سے وراء ہے۔ اور اس کی شان قدوسی کے لائق ہے"۔(۳۳)

○

ضروری گزارش

یاد رہے کہ متقدمین کے نزدیک معیت و قربت و احاطہ علمی ہے۔ چونکہ ان کے دور میں باقی صفات کا انکار نہیں کیا جاتا تھا، اس لیے انہوں نے اس کے

آگے کچھ نہیں کہا۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ بھی ان کی موافقت اور تقلید میں معیت و قربت و احاطہ علمی سمجھتے ہیں۔(۳۴) اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے دور میں وہابیہ مجسمہ نے شور مچانا شروع کر دیا کہ اللہ تعالیٰ صفت علم کے علاوہ دوسری صفات کاملہ قدرت و ارادہ، حیات، وغیرہ میں محیط کل نہیں (العیاذ باللہ) اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے قوارع القہار میں ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ از روئے قدرت، خالقیت، مالکیت، علم غرض ہر صفت کاملہ کے ساتھ محیط ہے۔ متقدمین کا ان کو ذکر نہ کرنا ان کی نفی کی دلیل نہیں، ویسے بھی کلیہ ہے کہ عدم ذکر عدم شے کو مستلزم نہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

○ "بالجملہ اگر مذہب متقدمین لیجئے تو ہم ایمان لائے کہ ہمارے مولا تعالیٰ کا علم محیط ہے جیسا کہ سورہ طلاق میں فرمایا، اور احاطہ علم کے معنی ہمیں معلوم ہیں کہ لا یعزب عنه مثقال ذرہ فی السموت ولا فی الارض اور ہمارا مولا عزوجل محیط ہے جیسا کہ سورہ نسا، سورہ فصلت اور سورہ بروج میں ارشاد فرمایا اور اس کا احاطہ ہماری عقل سے ورا ہے۔ امنا به کل من عند ربنا اور اگر مسلک متاخرین پہ چلئے تو اللہ تعالیٰ جس طرح از روئے علم محیط ہے یوں ہی از روئے قدرت اور از روئے سمع اور از روئے بصر و از جہت ملک و ازوجہ خلق وغیرہ ذلک تو فقط علم میں احاطہ منحصر کر دینا ان سب صفات و آیات سے منکر ہو جانا ہے"۔(۳۵)

گویا متقدمین و متاخرین میں اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ اختلاف تو اس وقت ہوتا جب متقدمین "فقط علم میں احاطہ منحصر کر دیتے"، وہ

اس احاطے کو علم میں منحصر نہیں کرتے ہیں، ہاں انہوں نے باقی صفات کاملہ کا فردا فردا ذکر نہیں کیا کہ اس وقت ان کے انکار کا فتنہ نہیں اٹھا تھا، ورنہ وہ ضرور ان صفات کاملہ کے حوالے سے بھی اللہ تعالیٰ کو محیط کل ثابت کرتے۔ لہٰذا متقدمین و متاخرین میں مکمل اتفاق ہے۔ فلحمد للہ رب العالمین۔

○

غیریت کلی

یہ عقیدہ ہے کہ ذات خالق اور ذات مخلوق میں مغائرت حقیقی و ضدیت کلی پائی جاتی ہے۔ خالق و مخلوق، عالم و معلوم، ایک نہیں ہو سکتے، لیس کمثلہ شئی کی نص قطعی اس پر شاہد عادل ہے۔ کسی عارف نے کیا خوب کہا ہے الحق موجود والعبد معدوم و قلب الحقائق محال فالحق حق والعبد عبد' حق موجود ہے، عبد معدوم اور حقائق کا بدلنا محال ہے۔ سو حق، حق ہے اور عبد، عبد (۳۶) حضرت مولانا جامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

از بمہ در صفات و ذات جدا
لیس کمثلہ شیئی ابدا

ویسے بھی یہ محال عقلی ہے کہ ذات واحد "اجتماع نقیضین" ہو، لہٰذا ذات حق اور ذات عبد میں ضرور غیریت ہو گی، یاد رہے کہ معیت و قرب و احاطہ اس غیریت کو ختم نہیں کر دیتا، وہ اور ہے اور یہ اور۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

○ "اور حق تعالیٰ کسی چیز سے متحد نہیں ہے۔ خدا، خدا ہے اور عالم، عالم، حق تعالیٰ بیچون و بیچگون ہے، اور عالم سراسر چونی اور چگونی کے داغ سے داغدار ہے۔ بیچون کو چون کا

عین نہیں کہہ سکتے، واجب ممکن کا عین اور قدیم حادث کا عین ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ممتنع العدم، جائز العدم کا عین نہیں بن سکتا، حقائق کا انقلاب عقلی و شرعی طور پر محال ہے اور ایک کو دوسرے پر حمل کرنے کا ثبوت کلی طور پر ممتنع ہے۔(۳۷)

اس عبارت نے ہمیشہ کے لیے ہندو مت کے توہمات، اکبری و دارا شکوہی نظریات اور شعرا و صوفیہ خام کے بے سروپا خیالات کی جڑ کاٹ دی۔ جن کے تحت خالق و مخلوق، قدیم و حادث کعبہ و بت خانہ مسجد و مندر، حق و باطل کے امتیاز کو مٹایا گیا۔ اور اپنی ذات کو خدا کی ذات میں فنا کر کے "عین خدا" ہونے کا درس دیا گیا، اور خدا کی بارگاہ جلالت پناہ کو چھوڑ کر شہنشاہ وقت کے در پہ جبیں سائی کی ترغیب دلائی گئی، دارا شکوہ کے دوست خاص محسن فانی کی اس رباعی پر غور کیجیے۔

در ذات دوست محو شو از بلیدت کمال
در بحر قطرہ ناشدہ گوہر نمی شود
فانی کہ سجدہ بر در دارا شکوہ کرد
دیگر سرش فرود بہ ہر در نمی شود (۳۸)

اس قسم کے نظریات کا اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی خوب تعاقب کیا، عقیدہ بیان فرماتے ہیں:

○ "موجود واحد ہے نہ وہ واحد جو چند ابعاض و اجزاء سے مل کر مرکب ہوا، نہ وہ واحد جو چند کی طرف تحلیل پائے، نہ وہ واحد جو بہ تہمت حلول عینیت کہ اس کی ذات قدسی

صفات پر یہ تہمت لگائی جائے کہ وہ کسی چیز میں حلول کیے ہوئے یا کوئی اس کی ذات احدیت میں حلول کیے ہوئے اور اس میں پیوست ہے اور یوں معاذ اللہ وہ اوج وحدت سے حضیض اثنینیت (دوئی اور اشتراکیت کی پستیوں میں اتر آئے"۔ (۳۹)

فرماتے ہیں:

"ذات پاک اس کی ند و ضد، شبیہ و مثل، کیف و کم، شکل و جسم جہت و مکان و زمان سے منزہ، جب عقیدہ یہ ہے کہ ذات باری قدیم ازلی ابدی ہے۔ اس کی تمام صفات بھی، کہ وہ ان تمام چیزوں سے جو حادث ہیں یا جن میں مکانیت ہے، یا ان میں اور ان کے اوصاف میں کسی قسم کا تغیر ہونا یا اس کے اوصاف کا مخلوق کے اوصاف کی طرح ہونا یہ تمام امور اس کے لیے محال ہیں۔ یا یوں کہئے کہ ذات باری تعالیٰ ان تمام حوادث و حوائج سے پاک ہے جو خاصہ بشریت ہیں"۔(۴۰)

آپ اور تو اور نور مصطفیٰ ﷺ کو عین ذات نہیں جانتے، فرماتے ہیں، حاش للہ یہ کسی مسلمان کا عقیدہ نہیں کہ نور رسالت یا کوئی چیز، معاذ اللہ ذات الٰہی کا جزو یا اس کا عین و نفس ہے۔ ایسا اعتقاد ضرور کفر و ارتداد ہے۔ (صلات الصفاص ۳۶) ہاں اگر نور مصطفیٰ ﷺ کو نور ذات کہا جائے کہ یہ نسبت تشریفی ہے (جیسا کہ بیت اللہ، ناقۃ اللہ) تو جائز ہے، ۱۲ منہ

اسمانہ بحدوث الاکوان، حق تعالیٰ اپنی اسی صرافت اطلاق پر ہے وجوب کی بلندی سے امکان کی پستی کی طرف نہیں آیا۔ بلکہ ہمہ اوست کے معنی یہ ہیں کہ میں حق ہوں اور حق کے ساتھ متحد ہوں کہ یہ کفر ہے اور اس کے قتل کا موجب ہے بلکہ اس کے قول کے یہ معنے ہیں کہ میں نہیں ہوں اور حق تعالیٰ موجود ہے"۔ (۸)

ایک جگہ فرماتے ہیں۔

"پس صوفیہ جو وحدت وجود کے قائل ہیں، حق پر ہیں، اور علماء جو کثرت وجود کا حکم کرتے ہیں، حق پر ہیں۔ صوفیہ کے احوال کے مناسب وحدت ہے اور علماء کے حال کے مطابق کثرت ہے، کیونکہ شرائع کی بناء کثرت پر ہے اور احکام کا جدا جدا ہونا کثرت پر موقوف ہے اور انبیاء کرام کی دعوت اور آخرت کا ثواب و عذاب اسی کثرت سے تعلق رکھتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ فاحببت ان اعرف کے موافق کثرت کو چاہتا اور ظہور کو دوست رکھتا ہے تو اس مرتبہ کا باقی رکھنا ضروری ہے"۔ (۹)

ایک جگہ فرماتے ہیں۔

"مسئلہ وحدت وجود میں شیخ علاؤ الدولہ کا خلاف علماء کے طریقہ پر مفہوم رکھتا ہے کیونکہ ان کی نگاہ اس کے قبح کی طرف ہے۔ حالانکہ راہ کشف میں یہ مسئلہ ان کو پیش آچکا ہے اور صاحب کشف آں را قبیح نہ داند، صاحب کشف اس

کو قبیح نہیں سمجھتا"۔(۱۰)

آپ اس مسئلہ کی غلط تعبیر کرنے والوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔

○ "وحدت وجود کے ماننے والوں کے سردار حضرت ابن عربی قدس سرہ اس وہم کے عدم ارتفاع میں بے بہا مبالغہ سے کام لیتے ہیں اور اس کا رفع ہونا کسی طرح جائز نہیں سمجھتے اور ناقص لوگوں کی ایک جماعت جو خود کو ان کا پیرو سمجھتی ہے ان کے مقصد کو نہ پاکر اس وہم کے رفع کی قائل ہو گئی لور ایک عالم کو الحاد و زندقہ میں مبتلا کر دیا"۔(۱۱)

○

شاہجہاں کے بعد دارا شکوہ متوفی ۱۰۶۹ھ نے ہندوؤں کو اپنا حمایتی بنانے کے لئے اپنے پردادا اکبر اعظم کی طرح اسی نظریے کا سہارا لیا۔ اور کفر و اسلام کو ملانے کی مزموم کوشش کی۔ پروفیسر محمد اقبال مجددی لکھتے ہیں۔

○ "اس نے ہندوؤں کو اپنا حامی بنانے کے لیے وحدت الوجود اور ہندو ویدانت کو ملانا چاہا اس پر ملا شاہ بدخشی کی صحبت نے نوبت یہاں تک پہنچا دی کہ فلسفہ وحدت الوجود سے وحدت ادیان کے تصور تک رسائی میں کوئی مشکل نہ رہی۔ جس کا عملی نتیجہ کتاب مجمع البحرین کی صورت میں نکلا' اس کتاب میں دارا نے اسلامی تصوف اور یوگ کے خیالات کو ایک دوسرے پر منطبق کرنے کی کوشش کی ہے"۔(۱۲)

علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

تخم الحادے کہ اکبر پرورید

باز اندر فطرت دارا دمید

دارا کے پھیلائے ہوئے فتنوں کا جواب شہنشاہ عالمگیر کی تلوار اور خواجہ محمد معصوم عروہ الوثقی اور ان کے خلفاء کرام کے قلم نے خوب دیا لیکن بحث و نظر کا ایک طویل سلسلہ چل نکلا تھا' وہ نظریہ جس کو اہل وجود نے اپنی خانقاہوں تک (۱۳) محدود رکھنے کی ہر ممکن سعی فرمائی تھی' اب وقت کے بے رحم دھارے نے اسے عوامی مجلسوں میں لا پھینکا گویا۔

اڑائے کچھ ورق لالے نے' کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

جب کوئی معاملہ عوام کے ہاتھوں میں آجائے تو خیر کی توقع بھی عبث ہے۔ چنانچہ عوام نے اس نظریے کا وہ حشر کیا کہ الامان والحفیظ' صرف ایک جھلک دیکھئے'

○ "ہر چیز خدا ہے' مذہب کی ظاہری حیثیت یعنی دیر و حرم کی تفریق کا خاتمہ' مندر و مسجد کا فرق جاتا رہا۔ سماجی زندگی میں اتنی بے اعتدالی پیدا ہوئی کہ یہ کہا جانے لگا کہ انسان بھی خدا ہے۔ تو پھر یہ مضحکہ خیز بات ہے کہ خدا خدا کی عبادت کرے' ایسی صورت میں کوئی گناہ نہیں رہتا' کیونکہ گناہ کا مرتکب خود خدا ہے۔ جب خدا ہی مرتکب ہے تو پھر کیسے ممکن ہے کہ خدا خود اپنی ذات کو سزا دے' اس نظریے نے حرم لور میکدے کا فرق ختم کر دیا۔ عوام اپنے نفس اور خدا دونوں کو بیک وقت خوش رکھنے کی کوشش کرتے"۔(۱۴)

اس غلط تعبیر و تشریح کو مقتدر علماء اور صوفیہ نے اپنے اپنے دور میں خود رد کیا ہے جن میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نمایاں ہیں۔ آپ حضرت مجدد

الف ثانی علیہ الرحمہ کی طرح فرماتے ہیں۔

○ "اور وحدت الوجود کے جتنے معنی اور جس قدر مفاہیم عقل میں آسکتے ہیں وہ یہی کہ وجود واحد' موجود واحد' باقی سب اسی کے مظاہر اور آئینے کہ اپنی ذات میں اصلاً" وجود و ہستی سے بہرہ نہیں رکھتے' اور حاش ثم حاش یہ معنی ہرگز نہیں کہ من و تو ماو شما' ایں و آں' ہر شے خدا ہے۔ یہ اہل اتحاد کا قول ہے جو ایک فرقہ کافروں کا ہے۔ اور یہی بات مذہب ہے اہل توحید کا کہ اہل اسلام و صاحب ایمان حقیقی ہیں"۔ (۱۵)

☆

ضروری گزارش

یاد رہے کہ اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمہ وحدت الوجود کو ہی آخری منزل عرفان سمجھتے ہیں۔ (۱۶) ان کے پیرزادہ والا شان حضرت ابوالحسن نوری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "نور علی نور" میں اسی کی تاکید فرمائی ہے۔ جبکہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ رحمہ وحدت الشہود کو آخری منزل عرفان قرار دیتے ہیں۔ یہ اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف حقیقی نہیں' اختلاف اضافی ہے۔ (۱۷) اصلاً" تو دونوں بزرگ اس نظریے کی حقانیت کے قائل ہیں' اور اگر خاندان ولی اللہی کی تحقیق کے مطابق وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا فرق محض نزاع لفظی (۱۸) تصور کیا جائے تو پھر اختلاف اضافی بھی نہیں رہتا' تاہم نزاع لفظی کو خاندان مظہریہ کے محققین نے تکلف قرار دیا ہے (۱۹) خاندان چشتیہ کے فرد وحید حضرت

صفات باری

جس طرح ذات باری بے مثال ہے اس طرح اس کی صفات کاملہ بھی بے مثال ہیں۔ قدیم' ازلی و ابدی ہیں' متکلمین حق کے نزدیک صفات' ذات کی غیر ہیں نہ عین' اس پر اتفاق ہے (۴۱) صوفیہ کرام لاموجود الا اللہ کے قائل ہیں اس لیے وہ صفات باری کو غیر ذات نہیں کہتے بلکہ عین ذات سمجھتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کمالات ذاتیہ میں صفات کو عین ذات کہتے ہیں' ملاحظہ ہو:

○ "اے فرزند اس پوشیدہ سر کو سن کہ کمالات ذاتیہ' حضرت ذات تعالیٰ کے مرتبہ میں ذات کا عین ہیں' مثلاً علم کی صفت اس مقام میں حضرت ذات کا عین ہے اور ایسے ہی قدرت اور ارادہ اور تمام صفات کا حال ہے نہ یہ کہ حضرت ذات کا بعض علم ہے اور بعض قدرت کہ وہاں بعض ہونا اور جزو بننا محال ہے"۔ (۴۲)

مزید فرماتے ہیں:

○ "افعال و صفات کی تجلی فقیر کے نزدیک ذات کی تجلی کے سوا متصور نہیں کیونکہ افعال و صفات حق تعالیٰ و تقدس کی ذات پاک سے الگ نہیں ہیں تاکہ ان کی تجلی ذات کی تجلی کے سوا متصور ہو سکے' اور وہ چیز جو حق تعالیٰ کی ذات سے الگ ہے وہ حق تعالیٰ کی صفات اور افعال کے ظلال (ظہورات) ہیں جن کی تجلی کو افعال و صفات کے ظلال

(ظہورات) کی تجلی کہنا چاہیے' نہ کہ افعال و صفات کی تجلی۔
لیکن ہر شخص کا فہم اس کمال تک نہیں پہنچ سکتا"۔ (۴۳)

چونکہ آپ مجتہدین کرام کے اقوال کو صوفیہ پہ ترجیح دیتے ہیں اس لیے فرماتے ہیں:

○ "ہاں متکلمین نے صفات واجبی جل سلطانہ کے بارہ میں لاھو و لا غیر ھو کہا ہے' اور غیر سے غیر اصطلاحی مراد رکھ کر اس امر کو مد نظر رکھا ہے کہ دو متغائر چیزوں کا باہم انفکاک یعنی الگ ہونا جائز ہے۔ کیونکہ واجب تعالیٰ کی صفات حضرت ذات سے الگ نہیں ہیں اور نہ ہی حق تعالیٰ کی ذات و صفات قدیمہ کے درمیان انفکاک یعنی الگ ہونا جائز متصور ہو سکتا ہے۔ پس لاھو و لا غیر ھو صفات قدیمہ میں صادق ہے"۔ (۴۴)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ نے آپ کے نظریہ پہ خوب روشنی ڈالی ہے کہ "حضرت مجدد کو بصیرت کاملہ کا جذبہ عطا ہوا تھا اس لیے آپ نے ذات مقدس کو سب عالموں سے بے نیاز پایا' آپ نے صفات کو دو مرتبوں میں دیکھا اس لیے آپ نے عین ذات بھی فرمایا اور تینوں اعتبارات سے بھی تعبیر فرمایا اور زائد بر ذات بھی فرمایا۔ (تعلیم غوثیہ ص ۲۲۳' مطبوعہ کراچی) اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ بھی اسی طرح صفات کو ذات سے "لاغیر" سمجھتے تھے۔ فرماتے ہیں:

○ "وحقیقۃ بھا ھی وما ھی الاعین الذات من دون زیادۃ اصلا اور حقیقت یہی ہے کہ صفات ذات کی عین ہیں

اصلا بغیر کسی زیادت کے"۔ (۴۵)

○ "لیکن آپ جس ماحول میں کلام فرماتے تھے وہ عوام اہل سنت اور اہل ظاہر کا ماحول تھا۔ اس مقام پر انہوں نے متکلمین کی طرح صفات باری کو لاعین و لاغیر ہی بتایا ہے"۔ (۴۶)

آپ فرماتے ہیں:

○ "آئمہ اہل سنت جن کا عقیدہ ہے کہ صفات الٰہیہ عین ذات نہیں (اس کے باوجود) اللہ عزوجل کے علم و قدرت و سمع و بصر و ارادہ و کلام و حیات کو اس کی صفت ذاتی کہتے ہیں۔ حدیقہ ندیہ میں ہے اعلم ان الصفات التی ھی لہ عین الذات ولا غیرھا انما ھی الصفات الذاتیہ۔ (۴۷)

اسی اصول کی بنیاد پر آپ نے صلات الصفا میں حضور ﷺ کے نور کو نور ذاتی کہنا ثابت کیا ہے' یعنی جب صفات کاملہ صفات ذاتی ہیں' پھر بھی متکلمین صریحاً عین ذات نہیں سمجھتے تو نور مصطفیٰ ﷺ کو نور ذاتی کہنے سے عین ذات کا شبہ کیونکر وارد ہو سکتا ہے۔ جسے وجوب ذاتی' امتناع ذاتی اور امکان ذاتی کہ ان میں کوئی بھی اپنے موصوف کا عین ذات نہیں نہ جز' بلکہ مفہومات اعتبار یہ ہیں جن کے لیے خارج میں وجود نہیں فافہم۔ آپ متکلمین کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی طرح متفق ہیں' جبھی تو استدلال فرما رہے ہیں' بہار شریعت میں آپ کے اجل خلیفہ حضرت امجد علی رضوی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے۔

○ "اس کی صفتیں نہ عین ہیں نہ غیر یعنی صفات اس ذات

ہی کا نام ہو ایسا نہیں اور نہ اس سے کسی طرح نحو وجود میں جدا ہو سکیں کہ نفس ذات کی مقتضی ہیں اور عین ذات کو لازم"۔ (۴۸)

حضرت مولانا شرف القادری فرماتے ہیں:

○ "بہار شریعت کے ابتدائی چھ حصے اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے حرف بحرف سنے اور جابجا اصلاح فرمائی اور انھیں تقریظ سے مزین فرمایا"۔ (۴۹)

یہاں معلوم ہوا کہ آپ متکلمین کے اس عقیدے سے متفق ہیں کہ تائید سکوتی فرما رہے ہیں اور ڈاکٹر حسن رضا اعظمی صاحب لکھتے ہیں کہ متکلمین مشائخ ماتریدیہ اشعریہ کے نزدیک صفات باری تعالیٰ نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات، آگے چل کر لکھتے ہیں:

○ "اعلی حضرت نے اس مسئلہ پر مکمل تحقیق فرمائی ہے اور صفات لازمہ متفارقہ سے متعلق مذاہب کو شمار کر کے ان کے دلائل کا تجزیہ فرمایا اور متکلمین (ماتریدیہ و اشعریہ) کے مسلک کی تائید فرمائی"۔ (فقیہ اسلام" ص ۳۲۲، مطبوعہ کراچی)

○

صفت کلام

عباسی خلفا، مامون رشید، معتصم باللہ، واثق باللہ کے ادوار خلافت میں معتزلہ پورے عروج پر تھے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفت کلام (قرآن حکیم) کو

مخلوق کہا۔ علمائے حق نے ان کی پرزور تردید فرمائی، خصوصاً حضرت امام ہمام سیدنا احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی سعی بلیغ قابل ذکر ہے۔ آپ نے اس سلسلہ میں عباسی خلفا کا قہر و غضب بھی برداشت کیا، مگر عقائد اسلام کو داغ دار نہ ہونے دیا۔ واثق باللہ کا جانشین متوکل اہل سنت و جماعت کا ہمدرد تھا۔ اس کے دور خلافت میں معتزلہ کا زور ٹوٹ گیا۔ بعد ازاں ائمہ متکلمین ماتریدیہ و اشاعرہ نے ان کے عقائد باطلہ کی خوب خبرلی، امام غزالی اور امام رازی اس میدان کے شہسوار تھے۔

ہندوستان میں اکبر اعظم کے دور میں پھر اس فتنے نے سر اٹھایا، صفدر حیات صفدر صاحب نے لکھا ہے کہ اس دور میں قرآن کو مخلوق قرار دیا گیا، وحی کو امر محال کہا، قرآن کے تواتر اور کلام الٰہی ہونے پر اعتراضات کیے (ملخصاً) (۵۰)

اکبر کے معاصر تاریخ نگار ملا عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں:

○ "در ہر رکنی از ارکان دین و ہر عقیدہ اسلامیہ چہ در اصول چہ در فروع مثل نبوت و کلام و رویت و تکلیف و تکوین و حشر و نشر شبہات گونا گوں بہ تمسخر و استہزا آوردہ" (۵۱)

اس صورت حال میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات سے ہی توقع وابستہ کی جا سکتی تھی کہ آپ اسلاف کرام کی طرح کفر و باطل کے آگے سینہ سپر ہو جائیں، چنانچہ آپ نے اس کا حق ادا کر دیا، آپ نے عوام و خواص میں سرایت کرنے والے اس عقیدہ معتزلہ کی تردید فرمائی اور اہل اسلام کا عقیدہ ثابت فرمایا۔

○ "کلام جو اللہ تعالیٰ سبحانہ کی صفت ہے۔ وہ بھی نرالی ہے

اور ازل سے ابد تک وہ اسی ایک کلام کے ساتھ متکلم ہے کیونکہ گونگا ہونا یا خاموش ہونا تو اس بارگاہ کے لیے جائز نہیں۔ اور وہی ایک کلام مختلف مواقع کے ساتھ تعلق ہونے کے باعث متعدد کمالات اور متعدد صیغوں کی صورت میں نظر آتا ہے، کبھی اسے امر کہتے ہیں اور کبھی نہی، کبھی اسے اسم کہتے ہیں اور کبھی حرف"۔ (۵۲)

فرماتے ہیں:

○ "فلاسفہ اپنی بے وقوفی اور معتزلہ نابینائی کے سبب متعلق کے حدوث سے متعلق کے حدوث کے قائل ہیں اور صفات کاملہ کی نفی کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کو جزئیات کا عالم نہیں جانتے جس سے تغیر لازم آتا ہے جو حدوث کا نشان ہے، یہ نہیں جانتے کہ صفات ازلی ہیں اور صفات کے وہ تعلقات جو اپنے متعلقات حادثہ کے ساتھ ہیں"۔ (۵۳)

○ "اس طرح کلام بسیط ہے کہ ازل سے ابد تک اسی ایک کلام سے گویا ہے.... تمام منزلہ کتابیں اور مرسلہ صحیفے اس کلام بسیط کا ایک ورق ہیں، اگر تورات ہے تو وہیں سے لکھی گئی ہے۔ اگر انجیل ہے تو اس نے بھی وہیں سے لفظی صورت حاصل کی ہے۔ اور اگر زبور ہے تو وہیں سے مسطور ہے، اور اگر فرقان ہے تو وہ بھی وہیں سے نازل ہوا ہے۔

واللہ کلام حق کہ علی الحق یکے است و بس

ہاں نزول میں مختلف آثار آتے ہیں (۵۴)

○ "حق تعالیٰ نے اپنے کلام نفسی کو کام و زباں کے وسیلہ کے بغیر اپنی قدرت کاملہ سے حرف و آواز کا لباس عطا فرما کر اپنے بندوں پر بھیجا۔ اور اپنے پوشیدہ امر و نواہی کو حرف و آواز کے ضمن میں لا کر ظہور کے میدان میں جلوہ گر کیا۔ پس کلام کی دونوں قسمیں یعنی نفسی و لفظی حق تعالیٰ کے کلام ہیں۔ اور دونوں قسموں پر کلام کا اطلاق کرنا حقیقت کے طور پر ہے جس طرح ہمارے کلام کی دونوں قسمیں نفسی و لفظی حقیقت کے طور پر ہمارا کلام ہیں۔ نہ یہ کہ قسم اول حقیقت ہے اور دوسری مجاز، کیونکہ مجاز کی نفی جائز ہے۔ کلام لفظی کی نفی کرنا اور اس کو کلام خدا کا نہ کہنا کفر ہے"۔(۵۵)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے دور میں وہابیہ، انگریزوں کی پشت پناہی میں اپنے مذموم عقائد پھیلانے کے لئے سرگرم عمل تھے۔ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفات افعالیہ کا حدیث و تغیر جائز ہے۔(۵۶)

مزید لکھا ہے:

○ "الصفات الفعليله حادثة عند الاكثر من اصحابنا (۵۷)

یہ وہابی مذہب بڑی تیزی سے ترقی پذیر تھا، اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے شبانہ روز محنت سے اس کا رد لکھا اور پھیلایا۔ آپ کے خلفائے کرام بھی اس مشن میں برابر کے شریک تھے۔ آپ نے اپنے سادہ دل سنی بھائیوں کو

بچانے کے لیے واضح طور پر فرمایا:

○ "اللہ تعالیٰ اپنی صفات ذاتیہ' اضافیہ (فعلیہ) اور سلبیہ تمام میں ازلاً" ابداً" موصوف ہے جو صفات الٰہی کو مخلوق کہے اور حادث بتائے گمراہ بے دین ہے"۔ (۵۸)

○ "قرآن پاک کے بارے میں ابن تیمیہ کا عقیدہ "القرآن محدث" (یعنی قرآن حادث ہے) تھا (۵۹) اور وہابیہ بھی اس کی تعلیمات کے ناشر ہیں۔ اس لیے آپ نے کلام الٰہی کے بارے میں جمہور اہل اسلام کا مذہب لوگوں کو بتایا کہ:

○ "وہی قرآن جو باری تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے جو اس کی ذات پاک ہے ازلاً" ابداً" قائم و مستحیل الانفکاک ہے وہی ہماری زبانوں سے متلو' ہمارے کانوں سے مسموع ہمارے اوراق میں مکتوب' ہمارے سینوں میں محفوظ ہے نہ یہ کہ کوئی اور جدا شے قرآن پر دال ہے۔ نہیں نہیں یہ سب اسی کی تجلیاں ہیں حقیقتہ وہی متجلی ہے۔ بغیر اس کے کہ وہ ذات الٰہی سے جدا ہو' یا کسوتوں کے حدوث سے اس کے دامن قدم پر کوئی داغ آیا ہو یا ان کے تکثر سے اس کی طرف تعدد نے راہ پایا ہو۔

دمبدم گر لباس گشت بدل
شخص صاحب لباس را چه خلل

عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ میزان الشریعہ الکبریٰ میں فرماتے ہیں:

○ "اہل سنت نے قرآن مکتوب کو حقیقتہ کلام اللہ ہی قرار دیا ہے۔ اگر اس کا نطق ہماری زبان سے واقع ہے اس سے زیادہ کچھ بولنے یا کسی کتاب میں لکھنے کی گنجائش نہیں"۔ (۶۰)

نیز فرماتے ہیں کہ:

○ "ہمارے ائمہ ثلاثہ کا اجماع و اتفاق ہے کہ قرآن عظیم کو مخلوق کہنے والا کافر ہے (تمہید ایمان ص ۳۳' مطبوعہ لاہور)

ضروری گزارش

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کلام باری کو کلام بسیط کہتے ہیں۔ یعنی ایک کلام ازلاً" ابداً" قائم ہے۔ واللہ کلام حق علی الحق یکیست و بس' اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ بھی اسے کلام واحد مانتے ہیں کہ اصلاً" اس میں کوئی تعدد نہیں"۔ (۶۱)

یہی سلف صالحین کا مذہب ہے' یاد رہے کہ نفسی و لفظی کی تقسیم قرآن پاک کے کلام واحد ہونے میں مانع نہیں' یہ متاخرین نے معتزلہ کو خاموش کرانے کے لیے اور پست عقلوں کو سمجھانے کے لیے اختیار کی ہے جیسے تاویل متشابہات کی راہ اختیار کی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ تقسیم' حقیقت و مجاز والی نہیں' بلکہ حقیقی طور پر ان دونوں پر "کلام واحد" کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ "صفات کے وہ تعلقات جو اپنے متعلقات حادثہ روشنائی اور مصحف یعنی کاغذ وغیرہ ہیں تو یہ یقینی طور پر حادث ہیں کہ مخلوق کے دائرے میں شامل ہیں۔ یہی اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کا مسلک ہے"۔

"قرآن سے مراد اگر مصحف یعنی کاغذ اور روشنائی ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ حادث ہے' اور ہر حادث مخلوق ہے اور جو بھی مخلوق ہے اس سے نبی ﷺ افضل ہیں۔ اگر قرآن سے مراد کلام باری تعالیٰ ہے جو اس کی صفت ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں ہے ان صفاتہ تعالی افضل عن جمیع المخلوقات کہ صفات باری تمام مخلوقات سے افضل ہیں"۔ (۶۲)

جبکہ معتزلہ و فلاسفہ اپنی کج فکری کی بناء پر ان متعلقات حادثہ کا حکم صفات کاملہ پر صادر کر کے ان کو بھی حادث کر دیتے ہیں۔ تعالیٰ اللہ عما یقولون علوا کبیرا

متشابہات

قرآن حکیم کی آیات قدسیہ کی دو قسمیں ہیں' محکمات اور متشابہات' محکمات کے معانی صاف و بے دقت ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی پاکی' بے نیازی و بے مثلی کی آیتیں اور متشابہات کے معانی میں اشکال پایا جاتا ہے' یا تو ظاہر لفظ سے کچھ سمجھ نہیں آتا جیسے مقطعات الم' وغیرہ یا جو سمجھ میں آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے مثلاً الرحمٰن علی العرش استوی جو لوگ گمراہی کے رسیا ہوتے ہیں وہ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں قرآن نے ان کے بارے میں فرمایا ہے الذین فی قلوبھم زیغ ۔ ۔ ہاں علمائے راسخین اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کے بعض اسرار سے آشنا ہوتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"قسم ثانی حقائق اور اسرار کے علم کا مخزن ہے' اور وجہ اور قدم' ساق اور اصابع اور انامل جو قرآن و حدیث میں آئے ہیں سب متشابہات میں سے ہیں اور ایسے حروف مقطعات جو قرآنی سورتوں سے اول میں واقع ہیں سب متشابہات میں سے ہیں جن کی تاویل پر علمائے راسخین کے سوا اور کسی کو اطلاع نہیں دی گئی"۔ (۶۳)

"وہ شخص جو محکمات کے علم اور ان کے موافق علم کے بغیر متشابہات کی تاویل ڈھونڈے اور صورت کو چھوڑ کر حقیقت کی طرف دوڑے' جاہل ہے جس کو اپنی جہالت کی بھی خبر نہیں اور گمراہ ہے اور جس کو اپنی گمراہی کی بھی خبر نہیں"۔ (۶۴)

ان سطور میں آپ نے مجسمہ و مشبہ کا بطلان کیا کہ وہ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کی طرف راغب ہوتے ہیں اور جناب باری تعالیٰ کے لیے ایسے امور و احکام ثابت کرتے ہیں جو اس کے لائق نہیں مثلاً اٹھنا' بیٹھنا' چڑھنا' اترنا' مکان و زمان میں محدود ہونا تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیرا۔

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے دور میں وہابیہ نے ان امور و احکام کو اللہ تعالیٰ کی ذات قدوسیہ کے لیے ثابت کیا تو آپ نے شدید گرفت فرمائی'

"جن کے دلوں میں کجی و گمراہی تھی وہ تو ان کو اپنے ڈھب کا پا کر ان کے ذریعہ بے علموں کو بہکانے اور دین میں فتنے پھیلانے لگے ..... اور جو لوگ علم میں پکے اور اپنے

رب کے پاس سے ہدایت پر تھے وہ سمجھے کہ آیات محکمات سے قطعاً ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان و جہت و جسم و اعراض سے پاک ہے"۔ (۶۵)

○

سجدہ تعظیمی

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی سجدہ عبادت اور سجدہ تعظیمی کے لائق نہیں، سجدہ چونکہ غایت تذلل ہے اس لیے یہ بندہ صرف اپنے مولا کی بارگاہ میں ہی کر سکتا ہے۔ امام ربانی قدس سرہ کے دور میں اکبر اعظم نے اپنی رعایا کو حکم دیا کہ اسے سجدہ تعظیمی کرے، ڈاکٹر مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:

○ "اکبر کا پندار شاہی اس حد تک پہنچ چکا تھا کہ آداب شاہی میں سجدہ تعظیمی کو فرض کر دیا گیا تھا اور اس کا نام زمین بوس رکھا تھا اور بقول ملا عبدالقادر بدایونی اس بدعت کا ذمہ دار ایک صوفی شیخ تاج العارفین تھا جس نے اکبر کے لیے سجدہ تجویز کر کے اس کا نام زمین بوس رکھا اور آداب شاہی کو فرض عین کا درجہ دیا۔ اکبر کے چہرے کو کعبہ مرادات اور قبلہ حاجات کہا کرتے تھے اور بہت ہی ضعیف روایات اور ہندوستان کے بعض مشائخ کے مریدوں کے عمل کو بطور حجت پیش کرتے تھے"۔ (۶۶)

جہانگیر نے بھی اس حکم کو بحال رکھا، جہاں تک کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کو دربار میں بلا کر مجبور کیا کہ اس کے حضور سجدہ تعظیمی کرے،

پ نے اس مقام پہ اس عزیمت و استقامت کا مظاہرہ کیا کہ تاریخ حریت میں درخشندہ مثال قائم کر دی، اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
وہ جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار

یہ تو آپ کے فعل سے ثابت تھا، آپ نے اپنے ارشادات میں بھی اس فعل قبیح سے سخت منع فرمایا ہے۔ شیخ نظام تھانیسری علیہ الرحمہ کو لکھتے ہیں:

○ "نیز معتبر آدمیوں نے بیان کیا ہے کہ آپ کے بعض خلفا کو ان کے مرید سجدہ کرتے ہیں اور زمین بوسی پر بھی کفایت نہیں کرتے، اس فعل کی برائی آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ ان کو منع کریں اور بڑی تاکید کریں کہ اس قسم کے فعلوں سے بچنا ہر آدمی کے لیے ضروری ہے، خاص کر اس شخص کے لیے جو خلق کا مقتدا و پیشوا ہو"۔ (۶۷)

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے بھی اس فعل بد سے سخت منع فرمایا ہے:

○ "مسلمان! اے مسلمان! اے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان جان اور یقین سے جان کہ سجدہ حضرت عزت جل جلالہ کے سوا کسی کے لیے نہیں، اس کے بغیر کو سجدہ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین و کفر مبین اور سجدہ تحیت (تعظیمی) حرام و گناہ بالیقین اس کے کفر ہونے میں اختلاف علماء دین ایک جماعت فقہا سے تکفیر منقول اور عند التحقیق وہ کفر صوری پر محمول ہاں مثل صنم و صلیب اور شمس و قمر کے

لیے سجدہ پر مطلقاً" اکفار"۔ (۶۸)

ضروری گزارش

مخالفین اہل سنت' اہل سنت کو "پیر پرست" کہہ کر مذاق اڑاتے ہیں حالانکہ اہل سنت کے اکابر نے کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے سجدہ جائز قرار نہیں دیا' اس سلسلہ میں ہم نے حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سیدنا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہما کا عقیدہ آپ کے سامنے رکھ دیا ہے' یہ عقیدہ متقدمین سے ثابت ہے اور متاخرین کے لیے حرز جان ہے' ان اکابر کے مقابلے میں کسی صوفی خام باغی شریعت اور عالم سوء کی بات ہرگز معتبر نہیں۔

نہ شبنم' نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چوں غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

تقدیس باری

قرآن و صاحب قرآن (ﷺ) نے یہی بتایا ہے کہ ذات حق سبحانہ و تعالیٰ ہر عیب و نقص سے پاک ہے۔ اس عقیدہ حسنہ پر تمام امت مسلمہ صدیوں سے کاربند رہی' ہاں کچھ نام نہاد مسلم مفکرین ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے اس عقیدے کو بگاڑنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ان میں ابن حزم ظاہری' ابن تیمیہ اور ان کو شیخ الاسلام کہنے والے قابل ذکر ہیں۔ ابن حزم ظاہری صفات باری سے متعلقہ آیات و احادیث میں سب سے زیادہ تاویلیں کرتا تھا۔ (۶۹) اس کے معاصر فقہائے کرام اس کے مخالف ہو گئے اور اس کی ضلالت و گمراہی پر سب نے اتفاق کر لیا (۷۰) پھر ابن تیمیہ ساتویں صدی ہجری کے آخر اور آٹھویں

صدی کے اوائل میں آیا اور ابن حزم ظاہری کی دعوت کا آغاز کیا (۷۱) ابن تیمیہ ذات حق کے بارے میں تجسیم و تشبیہ کا قائل تھا (۷۲) صعود و نزول کا نظریہ رکھتا تھا (۷۳) نیز فوق و تحت میں مقید جانتا تھا (۷۴) ابن تیمیہ کے نقوش پا کو ابن قیم اور قاضی شوکانی نے دل و جاں سے اختیار کیا بعد ازاں ابن عبدالوہاب نجدی' مولوی اسمٰعیل دہلوی اور نجد و ہند کے دیگر غیر مقلدوں اور آزاد خیالوں نے بھی وہی راہ لی۔ ایک غیر مقلد محقق احمد عبدالغفور عطا لکھتا ہے:

○ "وہابی ابن تیمیہ' ابن القیم الجوزیہ اور ان کے متبعین کے رستے پر چلتے ہیں تو اس میں راہ صواب سے کچھ بعد نہیں بلکہ اصح یہی ہے کہ وہابی انہی ائمہ کے متبعین میں سے ہیں۔ اور شیخ الاسلام نے بھی انہی کے طریق کی پیروی کی ہے (۷۵)

مولوی عبیداللہ سندھی نے لکھا ہے:

○ "شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے ماننے والوں میں سے سرزمین نجد میں محمد بن عبدالوہاب پیدا ہوئے ..... طلب علم کے سلسلہ میں محمد بن عبدالوہاب نجدی نے صرف اتنا کیا کہ شیخ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد کی بعض کتابیں پڑھ لیں اور ان کی تقلید کی"۔ (۷۶)

تاریخ گواہی دیتی ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں دیگر بلاد اسلامیہ کے جید علمائے کرام کی طرح حضرت مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہما نے تقدیس باری کے عقیدے کی حفاظت فرمائی' ان دونوں حضرات نے کھل کر بیان کیا کہ اللہ جل شانہ ان تمام عیوب و نقائص سے ماوراء ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

○ "او تعالیٰ از جمیع صفات نقص و سمات حدوث منزہ و مبرا است یعنی اللہ تعالیٰ تمام صفات نقص اور سمات حدوث سے پاک ہے"۔

علمائے حق نے ظلم و زیادتی، کذب و جہل جیسے عیوب کو ذات باری تعالیٰ کے لیے محال ثابت کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

○ "حق تعالیٰ خود مختار و مالک ہے اور بندے اس کے مملوک و غلام ہیں پس جو حکم و تصرف وہ ان میں فرماتا ہے عین خیر و صلاح ہے، اور ظلم و فساد کی آمیزش سے منزہ مبرہ ہے۔ لا یسئل عما یفعل۔

کرا زہرہ آنکہ از بیم تو
کشاید زباں جز بہ تسلیم تو

(۷۸)

کذب و جہل کے بارے میں فرماتے ہیں:

○ "وعید میں خلاف ہونا وعدہ کے خلاف کی طرح کذب کو مستلزم ہے اور یہ بات حق تعالیٰ کی بلند بارگاہ کے مناسب نہیں ہے۔ یعنی حق تعالیٰ نے ازل میں جان لیا تھا کہ کفار کو ہمیشہ کا عذاب نہ دوں گا اور پھر باوجود اس بات کے کسی مصلحت کے لیے اپنے علم کے خلاف کہہ دیا کہ ان کو ہمیشہ کا عذاب دوں گا اس امر کا تجویز کرنا نہایت برا ہے"۔ (۷۹)

ایک جگہ فیصلہ کن انداز میں فرماتے ہیں:

○ "وہ شخص بڑا بدبخت ہے جو امور نامناسب کو حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف منسوب کرتا ہے اور ناشائستہ اشیاء کو حق سبحانہ کی طرف نسبت دیتا ہے"۔ (۸۰)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے دور میں مسئلہ امکان کذب نے سر اٹھایا ہوا تھا۔ اس مسئلہ کی بنیاد بھی دیگر مسائل قبیحہ کی طرح مولوی اسماعیل دہلوی نے رکھی، وہ لکھتا ہے:

○ "پس لا نسلم کہ کذب مذکور محال بمعنے مسطور باشد الی قولہ الا لازم آید کہ قدرت انسانی زانداز قدرت ربانی باشد

ہم نہیں مانتے کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ محال بالذات ہے ورنہ لازم آتا ہے کہ انسان کی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زائد ہو جائے گی"۔ (۸۱)

علمائے دیوبند نے بھی اس مسئلہ میں برابر کا ساتھ دیا، مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے:

○ "امکان کذب بایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اس کے خلاف پر وہ قادر ہے مگر باختیار خود اس کو نہ کرے گا، یہ عقیدہ بندہ کا ہے"۔ (۸۲)

مولوی مذکور کے شاگرد خاص مولوی محمود الحسن نے تو غضب کر دیا کہ:

○ "افعال قبیحہ مقدور باری تعالیٰ ہیں"۔ (۸۳)

یعنی اللہ تعالیٰ ظلم و جبر، جہل و فساد، حق تلفی و ناانصافی سب افعال قبیحہ پر قادر ہے، العیاذ باللہ تعالیٰ، ایسے حالات میں علمائے حق کیسے خاموش رہ سکتے تھے، چنانچہ حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی، حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری جیسے

اکابر نے اس عقیدہ باطلہ کے پرخچے اڑا دیئے' اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کی تو ساری حیات طیبہ ایسے گمراہ کن عقائد کے خلاف قلمی جہاد کرتے ہوئے بسر ہوئی۔ آپ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی طرح تجدیدی کارنامے سرانجام دے کر نجد و دیوبند کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیا۔ آپ نے مسئلہ مذکور کی تردید میں سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح' الھیبۃ الجباریہ علی جھالۃ الاخباریہ' القمع المبین لا مال المکذبین' دامان باغ سبحان السبوح جیسے رسائل لکھے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

○ "العظمۃ للہ' اگر کذب الٰہی ممکن ہو تو اسلام پر وہ طعن لازم آئیں کہ اٹھائے نہ اٹھیں' کافروں' ملحدوں کو اعتراض و مقال و عناد و جدال کی وہ مجالیں ملیں کہ مٹائے نہ مٹیں' دلائل قرآن عظیم و وحی حکیم یکدست ہاتھ سے جائیں حشر و نشر و حساب و کتاب' جنت و نار و ثواب و عذاب کسی پر یقین کوئی راہ نہ پائیں کہ آخر ان امور پر ایمان صرف اخبار الٰہی سے ہے جب معاذ اللہ کذب الٰہی ممکن ہو تو عقل کو ہر خبر الٰہی میں احتمال رہے گا شاید یوں ہی فرما رہی ہو' شاید ٹھیک نہ پڑے سبحانہ و تعالیٰ عمایصفون۔ (۸۴)

آپ نے ان رسائل میں دلائل قطعی کے انبار لگا دیئے ہیں کہ عقل سلیم پکار پکار اٹھتی ہے۔ ؎

رخشندہ ترے حسن سے رخسار یقیں ہے
تابندہ ترے عشق سے ایماں کی جبیں ہے

○

تجسیم و تشبیہ

جیسا کہ عرض کیا کہ مجسمہ و مشبہ ذات جل سلطانہ کے لیے تجسیم و تشبیہ کے قائل تھے' حکیم نجم الغنی رامپوری لکھتے ہیں:

○ "بعض نے کہا کہ ابن تیمیہ اور ابن قیم' داؤد ظاہری اور ابن حزم اور شوکانی یہ پانچوں بڑے مجسمہ ہیں اور اس ملت کے خلفا ہیں"۔ (۸۵)

ہندوستان میں مولوی اسماعیل دہلوی اور اس کے پیروکاروں کے ڈانڈے بھی مذکورہ شخصیات تک جا ملتے ہیں مثلاً مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا:

○ "حق تعالیٰ کو جہت و مکان سے منزہ سمجھنا بدعت و گمراہی ہے"۔ (۸۶)

اسی طرح مولوی عبدالستار دہلوی نے لکھا کہ:

○ "خدا کو ہر جگہ ماننا معتزلہ و جہمیہ وغیرہ فرق ضالہ کا باطل عقیدہ ہے"۔ (۸۷)

بہرحال یہ لوگ اللہ کی ذات قدسی صفات کو جہت فوق میں محصور و محدود مانتے ہیں' مولوی عبدالجبار سلفی نے لکھا ہے:

○ "صحیح بات تو یہ ہے کہ اللہ عزوجل بذاتہ عرش عظیم پر مستوی ہے ہر جگہ نہیں"۔ (۸۸)

امام الوہابیہ وحید الزماں نے وسع کرسیہ السموت والارض کے تحت لکھا کہ:

○ "جب وہ کرسی پر بیٹھتا ہے تو چار انگل بھی بڑی نہیں رہتی ہے اور اس کے بوجھ سے چرچر کرتی ہے"۔ (۸۹)

اور لکھا ہے کہ:

○ "اللہ تعالیٰ جب آسمان دنیا کی طرف نزول کرتا ہے تو عرش معلیٰ اس سے خالی رہتا ہے' یہ قول زیادہ صحیح ہے"۔ (۹۰)

اللہ اکبر' یہ ہے ان لوگوں کے نظریات جو رات' دن توحید و سنت کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ محکمات کے ساحل سے دور متشابہات کے بحر ناپیدا کنار میں غوطے کھا رہے ہیں' کہ نکلنا مشکل ہے بقولہ تعالیٰ:

○ "او کظلمت فی بحر لجی یغشه موج من فوقه موج من فوقه سحاب ط ظلمت بعضها فوق بعض ط اذا اخرج یده لم یکد یرها ط و من لم یجعل الله له نورا فماله نور

"(یا "ان کی مثال" بڑے گہرے دریا کے اندرونی اندھیروں کی سی ہے کہ دریا کو لہر نے ڈھانک لیا اور لہر کے اوپر لہر اس کے اوپر بادل اندھیرے ہیں ایک کے اوپر ایک کہ آدمی ہاتھ نکالے تو ایسا لگتا ہے کہ اس کو دیکھ نہ سکے اور جس کو اللہ ہی نور نہ دے اس کے لیے کوئی روشنی نہیں)۔ آیئے ایسے لوگوں کے بارے میں اہل سنت کے نمائندہ اماموں کے ارشاد ملاحظہ کیجئے:

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

○ "نقص کی صفات اللہ تعالیٰ کی جناب سے مسلوب ہیں'

اللہ تعالیٰ جواہر و اجسام و اعراض کے لوازمات و صفات سے پاک ہے۔ زمان و مکان و جہت کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی گنجائش نہیں۔ یہ سب چیزیں اس کی مخلوق ہیں' بڑا بے خبر ہے وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ کو عرش کے اوپر بتاتا ہے اور اس کے لیے فوق کی جہت تجویز کرتا ہے' عرش اور اس کے ساتھ تمام چیزیں حادث ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق' حادث اور مخلوق کی کیا مجال کہ وہ خالق قدیم کا مکان قرار پائے یا اس کی قرار گاہ بنے"۔ (۹۱)

○ "اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانی نہیں' جوہر و عرض نہیں' محدود و متناہی نہیں' طویل و عریض نہیں' دراز و کوتاہ نہیں' فراخ و تنگ نہیں' وہ فراخی والا ہے لیکن ایسی وسعت کے ساتھ نہیں جو ہمارے فہم میں آ سکے.... ہم ایمان لاتے ہیں کہ وہ فراخی والا' احاطہ کرنے والا' قریب ہے لیکن صفات کی کیفیات کو سمجھنے سے عاجز ہیں کہ وہ کیسی ہیں اور جو کچھ ہم سمجھتے ہیں اس پر یقین کرنا مجسمہ کے مذہب میں قدم رکھنا ہے"۔ (۹۲)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

○ "وہ جسم نہیں' جسم والی کسی چیز کو اس سے لگاؤ نہیں' اسے مقدار عرض نہیں کہ اتنا یا اتنا کہہ سکیں' لمبا یا چوڑا' دلدار' موٹا یا پتلا بہت تھوڑا یا ناپ یا گنتی یا تول میں بڑا یا چھوٹا یا بھاری یا ہلکا نہیں' وہ شکل سے منزہ ہے' پھیلا یا سمٹا

گول یا لمبا، تکونا یا چوکھٹا، سیدھا یا ترچھا یا اور کسی صورت کا نہیں، حد و طرف و نہایت سے پاک ہے"۔ (۹۳)

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"اہل سنت کو اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم عطا فرمائی ہے وہ ہمیشہ راہ وسط ہوتی ہے اس کے دونوں پہلوؤں پر افراط و تفریط کی دو ہولناک گھاٹیاں ہیں اس لیے اکثر مسائل میں اہل سنت دو فرقہ متناقض کے وسط میں رہتے ہیں، جیسے رافضی ناصبی یا خارجی مرجی، یا قدری جبری، یا باطنی ظاہری یا وہابی بدعتی یا اسماعیل و گور پرست و علیٰ ھذا القیاس، اسی طرح یہاں بھی دو فرقہ باطلہ نکلے، معطلہ، مشبہ، معطلہ جنہیں جہمیہ بھی کہتے ہیں۔ صفات متشابہات سے یکسر منکر ہی ہو گئے.... .. ان کی طرف نقیض پر انتہائے تفریط میں مشبہ آئے جنہیں حشویہ مجسمہ بھی کہتے ہیں۔ ان خبیثوں نے صاف صاف مان لیا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ہے، جسم ہے اور جہت ہے۔ اور جب یہ سب کچھ ہے تو پھر چڑھنا، اترنا، بیٹھنا، چلنا، ٹھہرنا سب آپ ہی ثابت ہو گیا۔ یہ مردود وہی ہیں جنہیں قرآن پاک نے فی قلوبھم زیغ فرمایا اور گمراہ و فتنہ پرداز بتایا۔ وہابیہ ناپاک کو آپ جانیں کہ سب گمراہوں کے فضلہ خوار ہیں۔ مختلف بدمذہبوں سے کچھ کچھ عقائد ضلالت لے کر اپنا بھرت پورا کیا ہے"۔ (۹۴)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کی یہ ساری کتاب اسی موضوع پر ہے،

آپ نے اس کتاب میں ایسی ایسی ضربیں لگائیں ہیں کہ مجسمہ مشبہ کے پرخچے اڑتے دکھائی دیتے ہیں اور ایمان جھوم جھوم کر کہتا نظر آتا ہے۔۔

یہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار، وار سے پار ہے

جمع در تنزیہ و تشبیہ:۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے بارے میں تنزیہ محض کا عقیدہ درست ہے نہ تشبیہ محض کا، بلکہ تنزیہ و تشبیہ کے درمیان بلا تشبیہ کا عقیدہ درست ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ھو السمیع البصیر وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے، یہاں تشبیہ محض یہ ہے کہ وہ ہماری طرح سنتا دیکھتا ہے، اس سے اس کا جسم ہونا لازم آتا ہے، ظاہر ہے یہ کفر ہے، اور تنزیہ محض یہ کہ چونکہ دیکھنے اور سننے میں اس کی ہمارے ساتھ مشابہت ہو رہی ہے اس لیے ان کا انکار کر دیا جائے کہ خدا دیکھتا سنتا ہے، تو یہ کوئی اور ہی صفات ہیں جن کو سماعت و بصارت سے تعبیر کیا گیا ہے، یہ بھی ٹھیک نہیں، اصل عقیدہ یہ ہے کہ حقیقت میں سمیع و بصیر خدا کی ذات قدسیہ ہے۔ بندوں پر ان صفات کا اطلاق صورتا" ہو رہا ہے "گویا یہ مشابہت اسمی ہے، حقیقی نہیں، اس کا نام تنزیہ مع تشبیہ یا جمع در تنزیہ و تشبیہ ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"اور تشبیہ و تنزیہ کے درمیان جمع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ادراک بسیط کا متعلق (یعنی ادراک بسیط جس سے تعلق رکھتا ہے) جو کہ تنزیہ ہی ہے، صفات الٰہی کے پردہ میں

نزول کرنے کے بعد تشبیہ بن کر علم میں آتا ہے۔ اور وہ ادراک مرکب کا متعلق بن جاتا ہے (یعنی ادراک مرکب اس سے متعلق ہو جاتا ہے) پس مقام تکمیل ہمیں جمع بین التشبیه والتنزیه باشد زیراکه صاحب تنزیه فقط قادر نیست احضار ذات مدرکه چه علم ذات نمی باشد مگر در پرده صفات الهیه که عین ثابته مشتمل بر آں است' لہذا تکمیل کا مقام یہی جمع در تشبیہ و تنزیہ کا مقام ہے کہ صرف تنزیہ والا شخص اس بات پر قادر نہیں ہے کہ وہ اپنی قوت مدرکہ میں ذات کو حاضر کر سکے کیونکہ ذات کا علم ان صفات الٰہی کے پردہ کے بغیر جن پر عین ثابتہ مشتمل ہے' ہو ہی نہیں سکتا۔ اور عین ثابتہ کا انکشاف اس پر ہوا ہی نہیں لہذا وہ شخص جیسے مطلوب کا علم ہی نہیں وہ دوسروں کو کس طرح اس کی اطلاع دے سکتا ہے۔ اور مطلوب حقیقی کو صفات کونیہ کے پردے میں نہیں جان سکتے۔ کہ صفات کونیہ میں طاقت نہیں کہ وہ اس کا آئینہ بن سکیں۔ لاحمل عطایا الملک المطایاہ۔(۹۵)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"اصل صحیح عقیدہ یہ ہے کہ لیس کمثلہ شی اس کی مثل کوئی شے نہیں' یہ تنزیہ ہوئی اور ھو السمیع البصیر یہ تشبیہ ہوئی مگر جب سننے' دیکھنے کو بیان کیا کہ اس کا دیکھنا آنکھ کا' سننا کان کا محتاج نہیں' وہ بے آلات کے سنتا دیکھتا ہے' یہ

نفی تشبیہ ہوئی کہ بندوں سے جو وہ مشابہت ہوتا اس کو مٹایا تو ماحصل وہی نکلا تنزیہ مع تشبیہ بلا تشبیہ"۔(۹۶)

ضروری گزارش

یاد رہے کہ فکر مذکور کو حضرت مجدد نے راہ سلوک کا ایک مقام قرار دیا ہے' آپ کے افکار سے بعد والے مقامات بھی ثابت ہیں' حضرت مجدد اور اعلیٰ حضرت اس فکر میں اصولاً" متفق ہیں۔



اللہ عالم الغیب ہے

مولانا حسن کشمیری علیہ الرحمہ نے خط لکھا کہ شیخ عبدالکبیر نے اللہ تعالیٰ کے علم غیب کا انکار کیا ہے' حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے غیرت ایمانی کا ثبوت دیتے ہوئے جواب دیا:

"آپ نے لکھا تھا کہ شیخ عبدالکبیر یمنی نے کہا ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے' میرے مخدوم! فقیر ایسی باتوں کے سننے کی قطعاً" تاب نہیں رکھتا اور بے اختیار میری رگ فاروقی حرکت میں آ جاتی ہے' اور تاویل و توجیہہ کی فرصت بھی نہیں دیتی' ایسی باتوں کا قائل شیخ کبیر یمنی ہو یا شیخ اکبر شامی' یہاں محمد عربی علیہ و علی الہ الصلوۃ والسلام کا کلام درکار ہے' نہ کہ محی الدین عربی' صدر الدین قونیوی اور عبدالرزاق کاشی کا' ہمیں نص سے کام ہے نہ کہ فص سے' فتوحات مدینہ نے ہمیں' فتوحات مکیہ سے بے نیاز کر دیا ہے'

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود علم غیب کے ساتھ اپنی تعریف فرمائی ہے کہ اپنے لیے عالم الغیب فرمایا ہے' حق سبحانہ سے علم غیب کی نفی کرنا بہت ہی بری بات ہے' بلکہ حقیقت میں حق سبحانہ کی تکذیب ہے' غیب کا کوئی اور معنی بتانا بھی اس برائی سے نہیں بچاتا۔ کبرت کلمه تخرج من افواھھم کاش میں جانتا کہ انہیں شریعت مطہرہ کے اس درجہ صریح کے خلاف بات کہنے پر کیا چیز ابھار رہی ہے"۔ (۹۷)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے دور میں ایک پادری نے یہ شوشہ چھوڑا کہ ماں کے پیٹ کا علم کوئی نہیں جانتا' وہ کم بخت اس عموم میں اللہ تعالیٰ کو بھی شامل کر رہا تھا' آپ نے اس کی خرافات و ہفوات کے جواب میں الصمصام علی مشکک فی اية علوم الارحام نام کا رسالہ لکھا' اس رسالے میں آپ کی غیرت ایمانی کا جلوہ بھی دیدنی ہے۔ آخر میں فرماتے ہیں:

"اللہ اللہ! یہ قول' یہ قوم سراسر لوم' یہ لوگ یہ لوگ جنہیں عقل سے لاگ' جنہوں جنوں کا روگ یہ اس قابل ہوئے کہ خدا پر اعتراض کریں اور مسلمان ان کی لغویات پر کان دھریں انا للہ و انا الیہ راجعون و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم' یہ پہلے اپنی ساختہ بائبل تو سنبھالیں قاہر اعتراض' باہر ایراد اس پر سے اٹھالیں' انگریزی میں ایک مثل ہے کہ شیشہ محل کے رہنے والو! پتھر پھینکنے کی ابتدا نہ کرو یعنی رب جبار قہار کے محکم قلعوں کو تمہاری کنکریوں

سے کیا ضرر پہنچ سکتا ہے مگر ادھر سے ایک پتھر بھی آیا تو حجارہ من سجیل کا سماں کعصف ماکول کا مزہ چکھادے گا"۔ (۹۸)

"جمیع معلومات الہیہ کو پوری تفصیل کے ساتھ کسی مخلوق کا محیط ہو جانا عقلاً" شرعاً" دونوں طرح محال ہے' بلکہ تمام اولین و آخرین سب کے علوم جمع کر دیئے جائیں تو ان کے مجموعے کو علوم الہیہ سے اصلاً" کوئی نسبت نہ ہو گی' یہاں تک کہ وہ نسبت بھی نہیں ہو سکتی جو ایک بوند کے دس لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ کو دس لاکھ سمندروں سے' اس واسطے کہ بوند کا یہ حصہ بھی محدود ہے اور دریائے ذخار بھی متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی سے ضرور کوئی نسبت ہوتی ہے' اس لیے کہ ہم بوند کے اس حصے کے برابر یکے بعد دیگرے ان سمندروں سے پانی لیتے جائیں تو ضرور ان سمندروں پر ایک دن وہ آئے گا کہ ختم و فنا ہو جائیں گے کہ آخر متناہی ہیں لیکن غیر متناہی میں سے کتنے ہی بڑے متناہی حصے کی مثال لیتے چلے جاؤ تو حاصل ہمیشہ متناہی ہو گا اور اس میں ہمیشہ غیر متناہی باقی رہے گا تو کبھی کوئی نسبت حاصل نہیں ہو سکتی یہ ہے ہمارا ایمان اللہ عزوجل پر"۔ (۹۹)

رویت باری:

"یعنی آخرت میں اہل ایمان اپنے پروردگار کے جلوؤں سے ضرور مستفید ہوں گے' یہ اہل سنت کا عقیدہ تھا جس کا اکبر اور اس کے حواریوں نے

خوب تمسخر اڑایا"۔ (۱۰۰)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"آخرت میں ایمان والوں کو اللہ عزوجل کا دیدار ہونا حق ہے' یہ وہ مسئلہ ہے کہ اہل سنت جماعت کے علاوہ مسلمانوں کے باقی فرقے اور حکمائے فلسفہ میں سے کوئی بھی اس کے جواز کا قائل نہیں' اس کے انکار کی وجہ غائب کو حاضر پر قیاس کرلینا ہے جو بہرحال غلط فاسد ہے"۔ (۱۰۱)

"اہل ایمان کا اللہ تعالیٰ کو بے جہت' بے مقابلہ' بے کیف اور بے احاطہ دیکھنا برحق ہے' ہم آخرت کی رویت پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی کیفیت میں مشغول نہیں ہوتے' اس لیے کہ ان کی ذات بے چون ہے اور ارباب چون پر اس دنیا میں اس کی حقیقت ظاہر نہیں ہو سکتی اور ایمان کے بغیر کسی کو ذات باری تعالیٰ کا دیکھنا نصیب نہ ہو گا۔ افسوس ہے فلاسفہ' معتزلہ اور دوسرے تمام بدعتی فرقوں پر کہ وہ اپنی محرومی اور اندھے پن سے اخروی رویت کا انکار کرتے ہیں"۔ (۱۰۲)

"مومن اللہ تعالیٰ کو بہشت میں بے چون و بے چگوں دیکھیں گے' کیونکہ جو رویت بے چون سے متعلق ہے وہ خود بھی بے چون ہو گی بلکہ دیکھنے والا بھی چون سے وافر حصہ پائے گا تاکہ بے چون کو دیکھ سکے' بادشاہ کے عطیات کو اسی کی سواریاں اٹھا سکتی ہیں' آج اس معمہ کو اپنے اخص اولیا پر

حل کر دیا اور ان پر منکشف فرما دیا ہے' یہ دقیق مسئلہ ان بزرگوں کے نزدیک تحقیقی ہے اور دوسرے کے لیے تقلیدی' اہل سنت و جماعت کے علاوہ دیگر فرق و مذاہب سے خواہ مومن ہوں یا کافر کوئی بھی اس مسئلہ کا قائل نہیں۔

لائق دولت نہ بود ہر سرے
بار مسیحا نہ کشد ہر خرے

(۱۰۳)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا کہ روافض و معتزلہ رویت الٰہی کے منکر ہیں' ایک شخص نے کہا وہ سچ کہتے ہیں انہیں تو نہیں ہو گی' یہ کہنا کیسا ہے' آپ نے جواب دیا:

"مولیٰ عزوجل فرماتا انا عند الظن عبدی بی روافض و معتزلہ کہ رویت الٰہی سے مایوس ہیں مایوس ہی رہیں گے' وہابیہ کہ شفاعت کے منکر ہیں' محروم ہی رہیں گے تو ان کا انکار ان کے اعتبار سے صحیح ہوا' ظاہراً" قائل کی یہی مراد تھی کہ ان کی نفی ان کے حق میں سچی ہے' اس میں کوئی حرج نہیں' ہاں جو اس کے قول کی تصدیق بمعنی نفی مطلق کرے وہ ضرور گمراہ اور خارج از اہل سنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم"۔

(۱۰۴)

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ آخرت میں رویت باری جائز ہے اور جو اس سے انکار کرے وہ اہل سنت سے نہیں۔ ملفوظات جلد اول' ص ۵۸ پہ فرماتے

ہیں:

"اہل سنت کا ایمان ہے کہ قیامت و جنت میں مسلمانوں کو دیدار الٰہی بے کیف و بے جہت و بے محاذات ہو گا قال اللہ تعالیٰ وجوہ یومئذ ناضرہ الی ربہا ناظرہ کچھ منہ تر و تازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ہوئے ------ یہ کہ رویت کیونکر، یہ کیف سے سوال ہے اور وہ اس رویت کیف سے پاک ہے پھر کیونکر کو کیا دخل"۔

کچھ رام کرشن کے بارے میں:

اس حقیقت سے کوئی مورخ انکار نہیں کر سکتا کہ عہد اکبری میں غیر مسلم افراد کا اثر و نفوذ بہت غیر معمولی تھا، کہیں عیسائی پادری بادشاہ کو اپنی طرف مائل کر رہے تھے تو کہیں ولایت گجرات کے شہر نوساری کے آتش پرست اس کا دامن کھینچ رہے تھے، ہندوؤں کی تو چاندی تھی، بادشاہ ان کے مشاہیر کے احترام کی صورتیں سنتا اور انہیں قبول کر لیتا۔ (۱۰۵) یوں تو عہد مغلیہ میں ان کا زور بڑھ گیا تھا اور وہ امور مملکت میں بے حد دخیل ہو گئے تھے مگر اکبر کے زمانے میں یہ کیفیت بہت زیادہ ہو گئی (۱۰۶)۔ بھگتی تحریک بھی پورے جوبن پر تھی جو مسلمانوں کو توحید و رسالت کے سرمدی عقیدوں سے دور کر رہی تھی، اس دوران ایک ہندو ہردے رام نے حضرت امام ربانی قدس سرہ کو خط لکھا جس میں اس نے رام و رحمٰن کو ایک ہی ذات کہنے کی جسارت کی، ظاہر ہے آپ اس باطل نظریے کو پنپتا کیسے دیکھ سکتے تھے، آپ نے فرمایا:

"رام و کرشن جو ہندوؤں کے معبود ہیں اس کی کمینہ مخلوقات میں سے ہیں اور ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں، رام جسرتھ کا بیٹا اور لچھمن کا بھائی، سیتا کا خاوند ہے۔ جب رام اپنی بیوی پر نگاہ نہ رکھ سکا تو وہ پھر دوسرے کی کیا مدد کر سکتا ہے، عقل دور اندیش سے کام لینا چاہئے اور ان کی تقلید پر نہ چلنا چاہئے۔ بڑی عار کی بات ہے کہ کوئی تمام جہانوں کے پروردگار کو رام یا کرشن کے نام سے یاد کرے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عظیم الشان بادشاہ کو کمینہ خاکروب کے نام سے یاد کرے، رام اور رحمٰن کو ایک جاننا بڑی بے وقوفی ہے، خالق، مخلوق کے ساتھ ایک نہیں ہوتا اور چون بیچون کے ساتھ متحد نہیں ہوتا۔ رام و کرشن کے پیدا ہونے سے پہلے پروردگار عالم کو رام و کرشن کوئی نہیں کہتا تھا ان کے پیدا ہونے کے بعد کیا ہو گیا کہ رام و کرشن کے نام کو حق تعالیٰ پر اطلاق کرتے ہیں اور رام و کرشن کی یاد کو پروردگار کی یاد جانتے ہیں، ہرگز ہرگز ایسا نہیں، ہمارے پیغمبر جو ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب گزرے سب نے خلقت کو خالق کی عبادت کرنے کی ترغیب دی اور غیر کی عبادت سے منع کیا اور اپنے آپ کو بندہ و عاجز جان کر اس کی ہیبت و عظمت سے ڈرتے اور کانپتے رہے اور ہندوؤں کے معبودوں نے خلقت کو اپنی عبادت کی ترغیب دی"۔ (۱۰۷)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے دور میں بھی علمائے سو نے "ہندو

"مسلم بھائی بھائی" کا نعرہ لگایا اور ایک دوسرے کے ساتھ موالات و تعلقات بڑھائے' آپ نے مجدد الف ثانی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس رجحان و میلان کی خوب حوصلہ شکنی فرمائی۔ جس کا تفصیلی جائزہ ہم دو قومی نظریہ کے عنوان کے تحت لیں گے' سردست ایک حوالہ حاضر خدمت ہے' کسی نے پوچھا کہ ہندوؤں کے رام لیلا وغیرہ دیکھنے جانا کیسا ہے' آپ نے فرمایا:

○ "یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافه ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
اے ایمان والو! مسلمان ہوئے ہو تو پورے مسلمان ہو جاؤ' شیطان کی پیروی نہ کرو' وہ تمہارا ظاہر دشمن ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے استدعا کی کہ اگر اجازت ہو تو نماز میں کچھ آیتیں توریت شریف کی بھی ہم لوگ پڑھ لیا کریں' اس پر یہ آیہ کریمہ ارشاد فرمائی توریت شریف پڑھنے کے واسطے تو یہ حکم ہوا' رام لیلا کے واسطے کیا کچھ حکم نہ ہو گا"۔
(۱۰۸)

گویا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ مسلمانوں کو ہندی تہذیب کے اثرات سے بچانے کے لیے کوشاں رہے' اس ضمن میں آپ نے بہترین رسالہ المحجة المؤتمنة تحریر فرمایا' اس میں کفار و مشرکین کے ساتھ موالات و تعلقات کا شرعی احکام کی روشنی میں جائزہ لیا۔

○

کتابیات

۱۔ مکتوب ۸۹ دفتر سوم از حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ
۲۔ مکتوب از دفتر دوم (ملخصا)
۳۔ حضرت مجدد اور ان کے ناقدین باب شیخ اکبر ص ۶۸ مطبوعہ دہلی از حضرت زید فاروقی علیہ الرحمہ
۴۔ مرآۃ الجنان جلد ۴ ص ۱۰۱ امام عبداللہ یافعی مطبوعہ حیدر آباد دکن
۵۔ مکتوب ۹۷ دفتر سوم
۶۔ سیرت مجدد الف ثانی ص ۱۰۰ (بحوالہ اے ہسٹری آف انڈیا از پاول پرائس ص ۲۶۸) مطبوعہ کراچی
۷۔ ایضا"۔ ص ۱۴۵
۸۔ مکتوب ۴۴ دفتر دوم
۹۔ ایضا"
۱۰۔ مکتوب ۴۲ دفتر دوم
۱۱۔ شرح رباعیات خواجہ باقی باللہ ص ۸۰ مطبوعہ ادارہ مجددیہ کراچی
۱۲۔ مقامات مظہری' مقدمہ ۱۳۶ مطبوعہ سائنس اکیڈمی لاہور
۱۳۔ حضرت شاہ فخر الدین دہلوی علیہ الرحمہ وحدت وجود کو موضوع سخن بنانے کی شدید مخالفت فرماتے تھے' دیکھئے' مناقب فخریہ ص ۴۲ از نظام الملک' اعلائے کلمۃ الحق میں حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ بھی اس کو ضروریات دین سے نہیں سمجھتے کہ اس کی نشر و اشاعت ضروری ہو۔

۱۴۔ "مرزا محمد رفیع سودا" از خلیق انجم۔ ص ۷۴ بحوالہ مقدمہ مقامات مظہری ص ۱۲۸

۱۵۔ اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والال والاصحاب ص ۱۳ مطبوعہ حیدر آباد (پاکستان)

۱۶۔ امام احمد رضا اور تصوف از مولانا احمد حسن اعظمی ص ۱۶

۱۷۔ سیرت مجدد الف ثانی از ڈاکٹر مسعود احمد صاحب ص ۱۴۹

۱۸۔ (فیصلہ وحدت الوجود و وحدت الشہود از شاہ ولی اللہ ص ۲۹، اور تائیدی کتاب دفعہ الباطل از شاہ رفیع الدین علیہما الرحمہ)

۱۹۔ کلمتہ الحق از مولانا غلام یحییٰ ص ۲۴ و مقامات مظہری از حضرت غلام علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ وغیرہ

۲۰۔ قرآن اور تصوف ص ۲۷ از ڈاکٹر ولی الدین مطبوعہ کراچی

۲۱۔ مکتوب ۸۹ دفتر سوم

۲۲۔ ایضاً"

۲۳۔ فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۳۳، ص ۱۳۴ مطبوعہ مبارکپور

۲۴۔ پارہ ۲، رکوع ۶

۲۵۔ پارہ ۲۷، رکوع ۱۶

۲۶۔ پارہ ۵، رکوع ۱۵

۲۷۔ پارہ ۱۷، رکوع ۹

۲۸۔ مکتوب ۲۶۶، جلد اول بیان عقائد

۲۹۔ قوارع القہار ص ۳

۳۰۔ ایضاً" ص ۲۳

۳۱۔ ایضاً" ص ۵۵

۳۲۔ ایضاً" ص ۵۷

۳۳۔ ایضاض ص ۳۱

۳۴۔ فرماتے ہیں "حق تعالیٰ کا احاطہ اور قرب علمی ہے جیسے کہ اہل حق کے نزدیک ثابت ہے" (مکتوب ۳۱ جلد ۱)

۳۵۔ ایضاً" ص ۲۶

۳۶۔ قرآن اور تصوف ص ۶۳

۳۷۔ مکتوب ۳۱ جلد اول

۳۸۔ پاکستان میں فارسی ادب از ظہور الدین احمد ص ۳۴۴ جلد ۲

۳۹۔ اعتقاد الاحباب ص ۱۱

۴۰۔ ایضاً" ص ۸

۴۱۔ مذاہب الاسلام از نجم الغنی رامپوری ص ۵۱، ص ۹۰ (اتفاق ماتریدیہ و اشاعرہ)

۴۲۔ مکتوب ۲۳۴ جلد اول

۴۳۔ مکتوب ۲۶۶ جلد اول

۴۴۔ مکتوب ۲۷۲ جلد اول

۴۵۔ المعتمد المستند بنا نجاۃ الابد مطبوعہ استنبول ص ۴۹

۴۶۔ امام احمد رضا اور تصوف۔ ص ۲۰

۴۷۔ صلات الصفا ص ۷۳ مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور (مجموعہ رسائل نور)

۴۸۔ بہار شریعت جلد اول ص ۴ باب عقائد مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور

۴۹۔ ایضاً" مقدمہ ص ۷

۵۰۔ عہد مغلیہ مع دستاویزات ص ۳۵۲

۵۱۔ منتخب التواریخ ص ۳۰۷

۵۲۔ معارف لدنیہ ص ۱۷ مطبوعہ کراچی

۵۳۔ مکتوب ۶۷ جلد دوم

۵۴۔ مکتوب ۲۶۶ جلد اول

۵۵۔ مکتوب ۶۷ جلد دوم

۵۶۔ تیسر الباری شرح صحیح البخاری جلد ۴ ص ۴۷ از وحید الزماں نواب

۵۷۔ ہدیہ لمہدی جلد اول ص ۱۰

۵۸۔ اعتقاد الاحباب ص ۷ (ملخصا)

۵۹۔ فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۰۰ مطبوعہ مصر

۶۰۔ الکشف شافیا حکم فونو جوافیا ص ۲۹ (بحوالہ امام احمد رضا اور تصوف)

۶۱۔ المعتمد المستند ص ۳۶

۶۲۔ جد الممتار حاشیہ بر رد المختار جلد اول ص ۲۳

۶۳۔ مکتوب ۲۷۶ جلد اول

۶۴۔ ایضاً

۶۵۔ قوارع القہار ص ۵

۶۶۔ سیرت مجدد الف ثانی ص ۱۱۰

۶۷۔ مکتوب ۳۹ جلد اول

۶۸۔ الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیتہ مرتبہ مولانا صدیق ہزاروی ص ۲۳ مطبوعہ لاہور

۶۹۔ البدایہ والنہایہ جلد ۱۲ ص ۹۲ لابن کثیر

۷۰۔ لسان المیزان جلد ۴ ص ۲۰۰ مطبوعہ حیدر آباد دکن

۷۱۔ حیات ابن حزم ص ۳۱۳ از ابو زہرہ مصری۔

۷۲۔ فتاویٰ حدیثیہ لابن حجر مکی مطبوعہ مصر ص ۱۰۰

۷۳۔ غیث الغمام بر حاشیہ امام الکلام مطبوعہ لکھنؤ ص ۵۷ از علامہ عبدالحی لکھنوی

۷۴۔ التوسل بالنبی و بجہلۃ الوہابین لابن مرزوق مطبوعہ استنبول ص ۱۱

۷۵۔ محمد بن عبدالوہاب ص ۱۷۴ مطبوعہ ادارہ العلوم الاثریہ فیصل آباد

۷۶۔ شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص ۲۳۰

۷۷۔ مکتوب ۲۶۶ جلد اول مطبوعہ کراچی

۷۸۔ مکتوب ۲۶۶ جلد اول

۷۹۔ ایضاً

۸۰۔ ایضاً

۸۱۔ رسالہ یکروزہ فارسی مطبوعہ ملتان ص ۱۷

۸۲۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول مطبوعہ دہلی

۸۳۔ الجہد المقل ص ۸۳ جلد اول

۸۴۔ سبحان السبوح مطبوعہ لاہور ص ۱۷

۸۵۔ مذاہب الاسلام ص ۵۵۴ بحوالہ نظم الفرائد شرح عقائد

۸۶۔ ایضاح الحق ص ۴۴ مطبوعہ دہلی

۸۷۔ فتاویٰ ستاریہ جلد اول ص ۸۴

۸۸۔ استویٰ علی العرش ص ۳۷

۸۹۔ ترجمۃ القرآن از وحید الزماں نواب

۹۰۔ ہدیۃ المہدی جلد ۱ ص ۱۰

۹۱۔ مکتوب ۳ دفتر سوم

۹۲۔ مکتوب ۶۷ دفتر دوم

۹۳۔ قوارع القہار ص ۲

۹۴۔ ایضاً" ص ۱۶

۹۵۔ معارف لدنیہ معرفتہ ۷ ص ۱۵

۹۶۔ ملفوظات جلد چہارم ص ۶۷ ملخصاً بحوالہ امام احمد رضا اور تصوف ص ۱۰۳

۹۷۔ مکتوب ۱۰۰ دفتر اول

۹۸۔ الصمصام ص ۱۹ مطبوعہ کراچی

۹۹۔ الدولتہ المکیہ ص ۱۹۷ مطبوعہ کراچی

۱۰۰۔ منتخب التواریخ ص ۳۱۲

۱۰۱۔ مبدا و معاد ص ۱۷

۱۰۲۔ مکتوب ۶۷ دفتر دوم

۱۰۳۔ مکتوب ۱۷ دفتر سوم

۱۰۴۔ احکام شریعت ص ۳۲۲

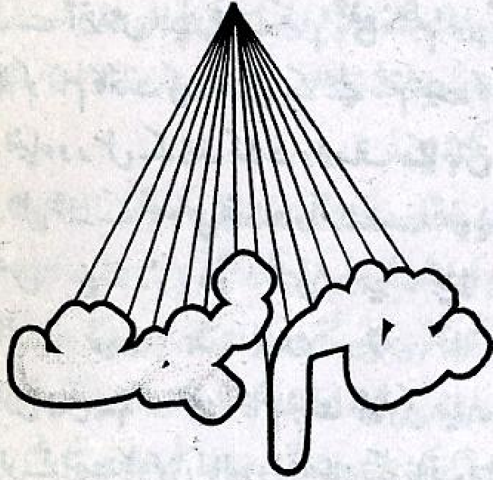
۱۰۵۔ منتخب التواریخ ص ۲۸۵

۱۰۶۔ ہندوستان کے سلاطین ص ۶۱

۱۰۷۔ مکتوب ۱۶۷ دفتر اول

۱۰۸۔ ملفوظات جلد چہارم ص ۳۵۹ مطبوعہ لاہور

باب سوم



مقام نبوت

○

یہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زیور ہدایت سے آراستہ کرنے کے لیے اپنے برگزیدہ رسولوں اور جلیل القدر نبیوں کو مبعوث فرمایا' سب سے آخر میں اپنے محبوب مکرم' شفیع معظم' نور مجسم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام کائنات کی راہنمائی کے لیے ختم نبوت کا تاج پہنا کر بھیجا' حضور تمام انبیاء و رسل کے جملہ کمالات و اوصاف کے جامع بن کر آئے' بلکہ بارگاہ عزت جل شانہ کے خصوصی انعامات و اکرامات سے بہرہ یاب ہوئے۔

حسن یوسف' دم عیسیٰ' ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

تاریخ بتاتی ہے کہ حضور خاتم نبوت ﷺ کی حیات ظاہری میں کچھ بد طینت افراد نے نبوت کا دعویٰ کیا اور دین اسلام کے خلاف اپنا نیا محاذ کھولنے کی مذموم کوشش کی' صحابہ کرامؓ نے ان فتنہ گروں کو ان کی ضلالت و سفاہت سمیت نیست و نابود کر دیا۔ بعد ازاں مختلف ادوار میں انہیں کی طرح کے مکرو دجل کے پتلے آفتاب رسالت' ماہتاب نبوت کے مقابلے میں اٹھتے رہے' مگر وللاخرۃ خیر لک من الاولی کی شان و منزلت کو کوئی نہ گھٹا سکا۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

دسویں صدی کے اواخر اور گیارھویں صدی کے اوائل (۹۶۳ھ تا ۱۰۱۴ھ) میں برصغیر پاک و ہند کے طول و عرض پر اکبر اعظم پورے دنیوی جاہ و جلال کے ساتھ حکمرانی کر رہا تھا۔ پہلے پہل تو اس نے بڑے اچھے دن گزارے' علماء و اولیاء کی بارگاہ میں حاضری دیتا' نہایت ادب و احترام سے درس قرآن و حدیث سنتا' گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر ذکر و فکر میں مشغول ہوتا' پانچوں وقت نماز باجماعت کا اہتمام کرتا' فیض سحر گاہی سے لطف اندوز ہوتا' لیکن بعد میں اس کی کایا پلٹ گئی' دراصل وہ ان پڑھ تھا' صوفیہ خام' علمائے سو اور غیر مذہبی عناصر نے مل کر اسے دین ہدایت سے دور کر دیا۔ اس کی گمراہی یہاں تک پہنچ گئی کہ اس نے نبوت محمدیہ اور رسالت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام کا انکار کر دیا۔ معاصر تاریخ نگار لکھتے ہیں۔

○ "جب بادشاہ نے بزعم خود خیال کیا' پیغمبر اسلام علیہ السلام کی بعثت کو ہزار سال گزر گئے ہیں جو بقائے اسلام کی مدت تھی' تو یہ دین ختم ہو گیا ہے اور اس کے سامنے اب اپنے دل میں پوشیدہ ارادے کو ظاہر کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ رہی' کیونکہ علماء و مشائخ سے بساط علم خالی ہو چکی تھی جن کا اثر و رسوخ قائم تھا۔ اب بادشاہ خوب کھل کر کھیلا' اسلامی احکام کو جھٹلانے لگا اور بیہودہ قانون نافذ کرنے لگا کہ عقائد و نظریات کے فساد کا بازار گرم ہو گیا"۔ (۱)

بالآخر اس نے علمائے سو اور صوفیہ خام اور غیر مذہبی عناصر کی وجہ سے ایک نیا دین گھڑ لیا' جس کا نام "دین الٰہی" رکھا اور کلمہ توحید و رسالت کی بجائے اس کلمہ کو فروغ دیا۔ لا الہ الا اللہ' اکبر خلیفۃ اللہ (۲) یہ "دین الٰہی" کیا تھا۔

مختلف جاہلانہ اور بے سروپا رسومات کا معجون مرکب تھا' جس کا ہر پہلو اسلام و بانی اسلام ﷺ کی روشن تعلیمات کے خلاف تھا۔ حضور ﷺ کا تو خاص دشمن تھا' یہاں تک کہ

○ "نام محمد و احمد و مصطفیٰ و امثال آں بہ جہالت کافران بیرونی و زنان اندرونی گراں می آمد تا بمرور ایام اسامی چند را از مقربان کہ بایں نام مسمی بودند تغیر دادہ مثلاً یار محمد و محمد خان را رحمت می خواندند و می نوشتند (۳)

یعنی حضور ﷺ کے نام مبارک پر رکھے ہوئے نام تک تبدیل کرا دیئے' نوبت یہاں تک آ گئی کہ

○ "کفار کھل کر اسلام پر اعتراضات اور مسلمانوں کی مذمت کرتے پھر رہے ہیں' اور بے دھڑک احکام کفر کا اجراء اور کوچہ و بازار میں کفار کی مدح و ثناء کرتے پھر رہے ہیں۔ مسلمانوں کو اسلامی احکام جاری کرنے سے روک دیا گیا ہے اور احکام شرع بجا لانے پر ان کی مذمت کی جاتی ہے اور ان پر طعن و تشنیع کی بوچھاڑ ہوتی ہے گویا۔

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

(۴)

بادشاہ اور اس کے حواری گمراہی کی دلدل میں پھنس چکے تھے کہ ہر لمحہ ان کو اتھاہ گہرائیوں کی طرف کھینچ رہا تھا' اب اس نے دعویٰ نبوت بھی کر دیا' چنانچہ دربار اکبری کے ایک شاعر نے کہا۔

شاہ ما امسال دعوی نبوت میکند
سال دیگر گر خدا خواہد' خدا خواہد شدن (۵)

واقعی ایسا ہی ہوا' کچھ مدت بعد خدائی دعویٰ کیا' چنانچہ اس بے دین بادشاہ کی مہر کی یہ عبارت تھی۔ "جل جلالہ اکبر است"۔ دوسری مہر کی یہ عبارت تھی "ما اکبر شانہ تعالیٰ" اور تخت پر بیٹھ کر لوگوں سے اپنے آپ کو سجدہ کرواتا۔ (۶)

ان حالات پر آشوب میں اللہ تعالیٰ نے پاسبان ملت اسلامیہ' پاسدار امت محمدیہ' پروردہ فیضان نبوت حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ کو یہ ہمت و توفیق بخشی کہ آپ نے کفر و الحاد کے طوفان میں حق و صداقت کا چراغ روشن کیا۔ بقول اقبال۔

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

آپ نے اپنے آقا و مولا حضور فخر دو عالم' نبی آخر و اعظم ﷺ کی نبوت و رسالت اور آپ ﷺ کے دین مبین کا ڈنکا بجایا۔ اس سلسلہ میں آپ نے اکبر اعظم کے حواریوں سے مناظرے کیے اور علمی و تحقیقی مضمون بھی لکھے۔ ذیل میں ابو الفضل کے ساتھ ایک گفتگو درج ہے۔

○ "ابو الفضل نے کہا' ممکن ہے کہ فرشتہ نزول کرے' لیکن یہ کیونکر معلوم ہوا کہ ایک مقررہ شخص پر اترتا ہے' اور اشارہ حضرت خاتم النبیین ﷺ کی طرف کیا۔ آنجناب ؒ نے فرمایا' تمہیں کیونکر معلوم ہوا کہ ابو نصر فارابی اور ابن سینا حکیم تھے۔ کہا کتابیں اور ان کے علوم ان کی حکمت پر دلالت کرتے ہیں۔ آنجناب ؒ نے فرمایا' پس اسی طرح

قرآن اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نبی تھے اور فرشتہ ان پر اترتا تھا۔ یہ سن کر ابوالفضل خاموش ہو گیا"۔ (۷)

اکبر اعظم کے اس طرح کے حواریوں نے مقام نبوت پر اعتراضات ۹۸۷ھ سے ہی شروع کر دیئے تھے۔ (۸)

گویا وہ میدان صاف کر رہے تھے کہ موقع ملتے ہی اکبر اعظم کو ملحد اعظم بنا دیا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اکبر دینی بے غیرتی کا شکار ہو گیا۔ بقول صاحب بستان مذاہب' اکبر کے دربار میں ایک سرپھرا اور منچلا فلسفی بھی آ نکلا جس نے منطقیانہ اور فلسفیانہ طرز پر یہ ثابت کیا کہ نبی کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں کہ وہ نوع انسانی سے اطاعت کاملہ کا طلب گار ہو۔ اسی تصور کے تحت اس نے آنحضرت ﷺ کے متعلق بھی یاوہ گوئی سے کام لیا اور مذہب اسلام کے متعلق تو یہاں تک کہہ دیا کہ یہ مذہب نہ عقلمندوں کے لیے مفید ہے اور نہ احمقوں کے لیے (معاذ اللہ) یہ لایعنی گفتگو اکبر ٹھنڈے دل سے سنتا رہا اور اس کی پیشانی پر ذرا بل نہ آیا۔ (۹)

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ بھی شروع سے بیدار تھے۔ آپ نے تحصیل علم سے فارغ ہو کر ۹۸۹ھ میں "اثبات نبوت" کے نام سے زبردست رسالہ تحریر فرمایا' جس میں آپ نے معنی نبوت احقاق معجزہ' حقیقت بعثت اور ختم نبوت کے اثبات میں دلائل قاطعہ اور حجج ساطعہ کی روشنی میں گفتگو فرمائی ہے' اس وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ اس رسالے کو تحریر کرنے کا مقصد بتاتے ہیں۔

○ "جب میں نے اس زمانے میں لوگوں کے اعتقاد میں

اصل نبوت کے متعلق فتور دیکھا اور لوگوں میں اس کا شائع ہونا متحقق ہو گیا' یہاں تک کہ شرائع کی پیروی اور رسولوں پر یقین ہونے کی وجہ سے ہمارے زمانے کے بعض جابروں نے بہت سے علماء کو مختلف سختیاں اور ایذائیں پہنچائیں جن کا ذکر مناسب نہیں' بہت سے علمائے اہل اسلام قتل کر دیئے گئے اور نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ اس مجلس میں خاتم الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کے نام کی تصریح ترک کر دی گئی اور جس کا یہ نام شریف رکھا گیا تھا' اس کا نام تبدیل کر کے دوسرا نام رکھا گیا.......

...... میں نے بعض لوگوں سے مناظرہ کیا۔ جنہوں نے فلسفہ پڑھا تھا اور کافروں کی کتابوں سے بہرہ یاب ہو کر فضل و فضیلت کے مدعی ہو گئے تھے اور لوگوں کو گمراہ کیا اور اصل نبوت کے تحقق اور ایک خاص شخص کے لیے اس کے ثبوت میں خود بھی گمراہ ہو گئے ...... میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور میرے سینے میں جم گئی کہ میں ان کے لیے ایسی تقریر کروں جو ان کے شکوک دور کر دے اور شبے کو زائل کر دے۔ (۱۰)

اسی طرح آپ نے ۱۰۰۷ھ کے آخر میں ایک رسالہ "تہلیلہ" رقم فرمایا' جس میں حضور ختمی المرتبت ﷺ کے فضائل و محاسن اور اعجاز القرآن پر قلم اٹھایا کہ حق ادا کر دیا۔ حضور ﷺ کے فضائل و محاسن کا ذکر تو آپ نے زندگی کا اولین مقصد بنا لیا تھا۔ "معارف لدنیہ" نامی رسالے کے آخر میں بھی ان کو لکھا۔

مکتوبات شریفہ میں بھی جابجا ان کی خوشبوئیں رچی بسی ہوئی ہیں۔ حضور ﷺ کی ختم نبوت کے بارے میں آپ کا عقیدہ ملاحظہ کیجئے۔

○ "حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تمام نبیوں کے خاتم اور آپ ﷺ کا دین ادیان سابقہ کا ناسخ ہے اور آپ کی کتاب پہلی کتب سے بہترین ہے۔ آپ کی شریعت کا ناسخ کوئی نہیں ہو گا' اور قیامت تک یہی شریعت رہے گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے' وہ بھی آپ کی شریعت ہی پر عمل کریں گے اور آپ کے امتی کی حیثیت میں رہیں گے۔ (۱۱)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے جو کچھ کیا اس کو مد نظر رکھتے ہوئے حکیم محمد سعید دہلوی (سابق گورنر سندھ) خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

○ "میرے نزدیک ان کی تجدید کا مرکزی پہلو یہ ہے کہ انہوں نے نبوت محمدی ﷺ اور اس کی ضرورت و ابدیت پر اہل ایمان کے دلوں میں اعتقاد راسخ پیدا کیا' عملی طور پر قرآن و سنت کو معیار حقیقی تسلیم کرنے کے لیے انہوں نے جو انقلابی اور اصلاحی اقدامات کیے میرے خیال میں وہی ان کی سعی تجدید دین کے روشن پہلو ہیں"۔ (۱۲)

غرض حضرت مجدد پاک کی تجدید کے انوار برصغیر ہی کیا پوری دنیا کو معمور کرنے لگے اور فطرت یہ مژدہ جاں فزا سنانے لگی۔

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی!

☆☆☆

انگریزوں نے برصغیر پر قبضہ کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے وجود سے "روح محمد ﷺ" نکالنے کے لیے بھی ہر حربہ استعمال کیا' ایسے لوگ تیار کیے جو جبہ و دستار سے لیس تھے کہ مسلمانوں کی نظر میں ان کے آباؤ اجداد کے نظریات کو مشکوک کر دیں' ان لوگوں کا لیڈر اسماعیل دہلوی تھا' اس نے سب سے پہلے حضور ﷺ کی ختم نبوت پر حملہ کرتے ہوئے "امکان نظیر" کا نظریہ تراشا۔

○ "اس شہنشاہ (اللہ) کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم "کن" سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی' جن و فرشتہ' جبریل اور محمد ﷺ پیدا کر ڈالے"۔ (۱۳)

پھر مولوی قاسم نانوتوی نے لکھا:

○ "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا' چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمانہ میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے"۔ (۱۴)

یہ نظریات معمولی لوگوں کے نہیں تھے' بلکہ ان لوگوں کے تھے جن کا ایک حلقہ اثر تھا' پھر ایسا وقت بھی آیا کہ مرزا قادیانی نے انہی نظریات کو بنیاد بنا کر انگریزوں کی عین منشاء کے مطابق اپنی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ انگریزوں نے باقاعدہ ان سب لوگوں کی مدد کی' ان لوگوں کے وظائف مقرر کیے اور ان کی دیگر ضروریات زندگی کا خیال رکھا۔ جوئے شیر میں جناب داؤد عسکر لکھتے ہیں کہ انگریز کے دل میں مسلمانوں کا جذبہ جہاد سخت کھٹک رہا تھا' اس قضیہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اس نے دو شخصیتیں اور پیدا کیں' ایک سے نبوت کا دعویٰ کروا

کر جہاد بالسیف کو وحی کے ذریعے منسوخ کروایا اور اس نے جہاد بالقلم کا حکم صادر فرمایا' اس کے متعلق اقبال کہتے ہیں۔

وہ نبوت ہے مسلماں کے لئے برگ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت اسلام

ان ایمان سوز حالات میں امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ نے سرمایہ ملت کی نگہبانی کا فرض ادا کیا۔ آپ ختم نبوت کی حقانیت ثابت کرتے ہیں۔

○ "یونہی محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین ماننا ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً" محال و باطل جاننا فرض اجل و جزئے ایقان ہے۔ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین نص قطعی ہے۔ اس کا منکر نہ منکر بلکہ شبہ کرنے والا نہ شاک کہ ضعیف احتمال خفیف توہم خلاف رکھنے والا قطعاً" اجماعاً" کافر معلون مخلد فی النیران ہے۔ نہ ایسا کہ وہی کافر ہے بلکہ جو اس کے عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر"۔
(۱۵)

○ "مسلمانو! دیکھا اس ملعون ناپاک' شیطانی قول نے ختم نبوت کی کیسی جڑ کاٹ دی۔ خاتمیت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ کی وہ تاویل گھڑی کہ خاتمیت خود ہی ختم کر دی اور صاف لکھ دیا کہ اگر حضور خاتم الانبیاء علیہ و علیھم الصلوۃ والثنا کے زمانے میں بلکہ حضور ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی پیدا

ہو تو ختم نبوت کے کچھ منافی نہیں۔ اللہ اللہ! جس کفر ملعون کے موجد کو خود قرآن کا "و خاتم النبیین" فرمانا نافع نہ ہوا۔ قرآن کے بعد اور کون سی حدیث پر ایمان لائیں گے"۔
(۱۶)

اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کرنے کے لیے مزید رسائل رقم فرمائے' آپ نے رد مرزائیت پر خوب زور دیا۔ اس سلسلہ میں آپ کے رسائل مبارکہ "السوء و العقاب" "قہر الدیان" "المبین" "الجراز الدیانی" قابل دید ہیں۔ (یہ رسائل رضا فاؤنڈیشن لاہور نے بڑے اہتمام سے شائع کیے ہیں) ایک منظر دیکھئے جس میں آپ کا شرر بار قلم خرمن قادیاں کو کس طرح خاکستر بنا رہا ہے۔

○ "قادیاں کا مرتد' رسول اللہ ﷺ کا مثیل کیونکر بن بیٹھا؟ کیا اس کے کفر' اس کے کذب' اس کی وقاحتیں' اس کی فضیحتیں' اس کی خباثتیں' اس کی ناپاکیاں' اس کی بے باکیاں کہ عالم آشکار ہیں' چھپ سکیں گی؟ اور جہان میں کوئی عقل و دین والا جبریل کا مثیل مان لے گا۔۔۔۔ یہ نبیوں کی علانیہ تکذیب کرنے والا' یہ رسولوں کو فحش گالیاں دینے والا' یہ قرآن مجید کو طرح طرح سے رد کرنے والا مسلمان بھی ہونا محال نہ کہ رسول اللہ ﷺ کی مثال"۔ (۱۷)

"علمائے کرام حرمین شریفین نے قادیانی کی نسبت بالاتفاق فرمایا من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر۔ اس صورت میں فرض قطعی ہے کہ تمام مسلمان موت و حیات

کے سب علاقے اس سے ختم کر دیں' بیمار پڑے تو پوچھنے کو
جانا حرام' مر جائے تو اس کے جنازے پر جانا حرام' اسے
مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام' اس کی قبر پر جانا
حرام (فتاویٰ رضویہ جلد ۲ ص ۵۱)

واللہ اس حقیقت سے کوئی باہوش انسان انکار نہیں کر سکتا کہ عقیدہ ختم نبوت کو بچانے کے لیے مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے جو کردار ادا کیا وہ ہر اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔ ورنہ اکبر کے ناپاک منصوبے' انگریزوں کے مذموم حربے اور غداران ملت کے شر انگیز ہتھکنڈے اہل اسلام کی متاع دین و دانش کو لے بیٹھے تھے' یہ وہی تو ہیں' جنہوں نے ہر قدم پر گمراہی کا راستہ روکا بے دینی کا منہ موڑا اور اپنے آقا و مولا ﷺ کی غلامی کا حق ادا کیا۔ نیز حضور فخر دو عالم ﷺ کے بے مثال مقام نبوت کے شیون و خصائص کو قرآن و حدیث' آثار صحابہ' اقوال فقہا اور کلمات اولیاء سے اس طرح ثابت کیا کہ قیامت تک کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔ ذیل کی سطور میں ہم ان شیون و خصائص کا ذکر کرتے ہیں۔

☆☆☆

شان لولاک:

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"حقیقت محمدی جو حقیقت الحقائق ہے مراتب ظلال طے کرنے کے بعد آخر کار اس فقیر پر ظاہر ہوئی ہے۔ محبت کا

تعین اور ظہور ہے' جو تمام مظاہر کا مبدا اور مخلوقات کی پیدائش کا منشا ہے۔ جیسے حدیث قدسی ہے۔ کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لا عرف اول اول جو چیز اس پوشیدہ خزانہ سے ظاہر ہوئی محبت ہے کہ جو مخلوقات کی پیدائش کا سبب ہوئی ہے' اگر یہ محبت نہ ہوتی تو ایجاد کا دروازہ نہ کھلتا اور عالم عدم میں راسخ اور مستمر رہتے۔ حدیث قدسی لولاک لما خلقت الا فلاک جو حضرت خاتم الرسل کی شان میں آئی ہے کا بھید بھی اسی میں ڈھونڈنا چاہئے اور لولاک لما اظھرت الربوبیة کی حقیقت کو اسی مقام پر طلب کرنا چاہئے"۔ (۱۸)

"حقیقت محمدی جو ظہور اول میں سب سے بڑی حقیقت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے تمام حقائق کیا انبیاء کرام علیہم السلام اور کیا ملائکہ عظام کے حقائق کا اصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اول ما خلق اللہ نوری اور فرمایا' خلقت من نور اللہ والمومنون من نوری بس یہی حقیقت تمام حقائق اور حق تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہے اور آنحضرت کے واسطہ کے بعد کوئی مطلوب تک نہیں پہنچ سکتا۔ آپ تمام انبیاء و مرسلین کے بھی نبی ہیں اور آپ کا تشریف لانا جہان کے لیے رحمت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء اولو العزم باوجود اصالت کے آپ کی اتباع طلب کرتے رہے اور آپ کی امت میں داخل ہونے کی آرزو کرتے رہے'

جیسا کہ حدیث میں وارد ہے"۔ (۱۹)

"اگر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس عالم دنیا میں ظہور نہ فرمانا ہوتا تو اللہ سبحانہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا ہی نہ فرماتا، اور آپ ﷺ نبی تھے۔ دراں حالیکہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کی حالت میں تھے"۔ (۲۰)

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"حضرت حق عز جلالہ نے تمام جہان کو حضور پر نور ﷺ کے واسطے پیدا فرمایا، حضور ﷺ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔ لولاک لما خلقت الدنیا (شرح زرقانی جلد ا ص ۷۵) آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے ارشاد ہوا۔ لولا محمد ما خلقت ولا ارضا ولا سماء ("مطالع المسرات" ص ۲۶۴) یعنی محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تمہیں بناتا نہ زمین نہ آسمان کو"۔ (۲۱)

اس حدیث کی تحقیق میں آپ نے ایک رسالہ تلالو الافلاک لجلال حدیث لولاک بھی رقم فرمایا، آپ نے اس حدیث کی متعدد اسناد نقل کر کے ثابت کیا کہ یہ حدیث کئی ایک اسناد سے صحیح ہے، پھر اپنے اشعار میں بھی اس کا ذکر فرمایا، مثلاً

ہوتے کہاں خلیل و بنا، کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

مقصود یہ ہیں آدم و نوح خلیل سے
تخم کرم میں ساری کرامت ثمر کی ہے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

آپ بھی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی طرح حقیقت محمدیہ کو ممکنات و ذات واجب کے درمیان برزخ اور واسطہ سمجھتے ہیں، فرماتے ہیں:

حق یہ کہ ہیں عبد الہ اور عالم امکاں کے شاہ
برزخ ہیں وہ سر خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اور فرماتے ہیں:

"نور محمدی ﷺ کا جس طرح عالم اپنی ابتداء وجود میں محتاج تھا کہ وہ نہ ہوتا تو کچھ نہ بنتا یوں ہی ہر شے اپنی بقاء میں اس کی دست نگر ہے۔ آج اس کا قدم درمیان سے نکال لیں تو عالم دفعتہ "فنائے محض ہو جائے"۔ (۲۲)

اس قسم کے مضمون کو آپ نے اپنی کتاب "کشف حقائق" اور "سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الوری" میں بھی خوب نبھایا ہے۔

☆☆☆

نور مصطفیٰ ﷺ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"جاننا چاہئے کہ حضور ﷺ کی پیدائش دیگر انسانوں کی طرح نہیں کہ آپ باوجود عنصری پیدائش کے حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا، خلقت من نور اللہ کسی دوسرے کو یہ سعادت میسر نہیں ہوئی"۔ (۲۳)

"مشہود ہے کہ علم جملی جو صفات اضافیہ میں سے ہیں،

آنحضرت ﷺ ایک نور ہیں جو عالم اجسام میں پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتے رہے ہیں اور پھر آخر کار مختلف رحموں سے منتقل ہوتے ہوئے اور مصلحتوں کے پیش نظر بصورت انسان جو بہترین صورت ہے۔ دنیا میں جلوہ گر ہوئے، اور محمد و احمد کے مبارک ناموں سے موسوم ہوئے"۔ (۲۴)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

○ "حضور پرنور سید عالم ﷺ بلاشبہ اللہ عزوجل کے نور ذاتی سے پیدا ہیں۔ حدیث میں وارد ہے۔ ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیا نور نبیک من نورہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا، (رواہ عبدالرزاق و نحوہ عند البیہقی) حدیث میں نورہ فرمایا، جس کی ضمیر اللہ کی طرف ہے کہ اسم ذات ہے۔ من نور جمالہ یا نور علمہ یا نور رحمتہ وغیرہ نہ فرمایا، کہ نور صفات سے تخلیق ہو، علامہ زرقانی رحمہ اللہ اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔ (من نورہ) "ای من نور ھو ذاتہ"۔ (۲۵)

نوٹ:۔ یاد رہے کہ اس حدیث کو مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی اپنی کتاب "نشر الطیب فی ذکر الحبیب" میں درج کیا ہے۔

○ "اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی ذات پاک کو اپنی ذات کریم سے پیدا کیا، یعنی عین ذات کی تجلی بلا واسطہ ہمارے حضور ہیں، باقی سب ہمارے حضور ﷺ کے نور و ظہور ہیں"۔

(۲۶)

اس عقیدے کو آپ نے اپنے اشعار میں بھی بیان کیا:

ہے انہیں کے نور سے سب عیاں، ہے انہیں کے جلوہ میں سب نہاں
بنے صبح تابش مہر سے، رہے پیش مہر یہ جاں نہیں

وہی نور حق وہی ظل رب ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

کہیں عالم عشق و محبت میں ڈوب کر لکھتے ہیں:

بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا
نور اول کا جلوہ ہمارا نبی ﷺ
جس نے ٹکڑے کیے ہیں قمر کے وہ ہے
نور وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی ﷺ
سب چمک والے اجلوں میں چمکا کیے
اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی ﷺ

قصیدہ نور کے چند ایمان افروز اشعار ملاحظہ ہوں:

باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
انبیاء اجزاء ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا
اس علاقے سے ہے ان پر نام سچا نور کا
وضع واضع میں تری صورت ہے معنی نور کا
یوں مجازا چاہیں جس کو کہدیں کلمہ نور کا
شمع دل، مشکوۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا

تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا

☆☆☆

ضروری گزارش

حضرت امام ربانی قدس سرہ کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے آباؤ اجداد اور امہات و جدات، پاک و صاف تھیں، خصوصاً" آپ کے والدین کریمین حضرت سیدنا عبداللہ اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہما اپنے دور کی جملہ آلائشوں سے محفوظ رہے۔ کفرو شرک کی گھٹائیں ان سے کوسوں دور رہیں۔ اس لیے کہ ان کے سلب و رحم میں "نور خدا" اپنی تمام تر تجلیوں سمیت پرورش پا رہا تھا۔ اس عقیدے کی حقانیت پر اعلی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی "شمول الاسلام" کے نام سے زبردست کتاب لکھی، ایک جگہ آپ کا محبت افروز استدلال دیکھئے:

○ "جب اللہ عزوجل نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کے لیے پسند نہ فرمایا کہ غیر مسلم عورت آپ کے نکاح میں آئے، خود حبیب ﷺ کا نور پاک معاذ اللہ محل کفر میں رکھنے یا حبیب ﷺ کا جسم پاک عیاذ باللہ خون کفار سے بنانے کو پسند فرمانا، کیونکر متوقع ہو؟"۔ (۲۷)

یہ ساری کتاب عقلی و نقلی دلائل سے مزین ہے۔ قابل دید بھی ہے اور قابل داد بھی۔

○

مسئلہ نفی ظل:

صدر اول سے لے کر آج تک مشاہیر امت کی غالب ترین جماعت کا یہی عقیدہ رہا ہے کہ حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کے جسد اطہر کا سایہ نہیں تھا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں:

○ "چونکہ آنحضرت ﷺ اس عالم ممکنات میں سے نہیں بلکہ اس سے بلند و ارفع امکان سے پیدا ہوئے اس بناء پر آپ کے جسم شریف کا سایہ نہیں تھا اور اس عالم شہادت میں شے کا سایہ شے سے لطیف تر ہوتا ہے اور جب حضور علیہ السلام سے زیادہ لطیف چیز جہاں میں ہے ہی نہیں تو آپ کے جسم مبارک کا سایہ کس طرح متصور ہو سکتا ہے"۔ (۲۸)

اسی طرح آپ واجب تعالیٰ کے عدم ظل پہ حضور ﷺ کے عدم ظل کو بطور دلیل پیش فرماتے ہیں:

○ "اللہ تبارک و تعالیٰ کا ظل کیوں ہو کہ ظل سے مثل کے پیدا ہونے کا گمان گزرتا ہے اور اصل میں کمال لطافت کے نہ ہونے کا شک پیدا ہوتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے جسد مبارک کا کمال لطافت کے باعث سایہ نہیں تھا تو خدائے محمد کا سایہ کس طرح ہوتا"۔ (۲۹)

"مسئلہ نفی ظل پر اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی خوب داد تحقیق دی۔ آپ نے نفی الفئ، قمر التمام اور ھدی الحیران جیسے علمی و فکری رسائل سے اس کو ثابت فرمایا، ان رسائل میں آپ نے دوسرے اکابر ملت کے علاوہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ارشادات عالیہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ "نفی الفئ"

کی ابتداء میں فرماتے ہیں۔

○ "بے شک اس مہر سپر اصطفا' ماہ منیر اجتبا ﷺ کے لیے سایہ نہ تھا اور یہ امر احادیث و اقوال علمائے کرام سے ثابت اور اکابر ائمہ و جہابذ فضلا مثل حافظ رزین محدث و علامہ ابن سبع صاحب شفاء الصدور و امام علامہ قاضی عیاض صاحب کتاب الشفاء...... شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی و جناب شیخ مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی بحر العلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی و شیخ الحدیث مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی و غیرہم اجلہ فاضلین و مقتدایان کہ آج کل کے مدعیان خام کار کو ان کی شاگردی بلکہ کلام سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں۔ خلفا عن سلف دائما اپنی تصانیف میں اس کی تصریح کرتے آئے۔ اور مفتی عقل اور قاضی نقل نے باہم اتفاق کر کے اس کی تاسیس و تشیید کی"۔ (۳۰)

اس عبارت کے بعد آپ نے عقلی و نقلی دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں۔ آپ نے صلاۃ الصفاء اور نفی الفی میں مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مذکورہ صدر حوالے بھی نقل فرمائے۔ قصیدہ نور کا یہ شعر بھی اسی عقیدے کی ترجمانی کر رہا ہے۔

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

☆☆☆

اپنے جیسا بشر کہنا:

جملہ اہل ایمان نے حضور نور مجسم ﷺ کے لیے بشریت محضہ کا انکار کیا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ حضور افضل البشر' اکمل الانسان ہیں۔ آپ کو بشر محض اور انسان عام سمجھنا کفار مکہ و منافقین مدینہ کا شیوہ تو ہو سکتا ہے۔ اصحاب کبار اور آل اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ "او در یتیم است کہ مانند ندارد"۔ یعنی حضور ﷺ نبوت کے گوہر یکتا ہیں' ان کی مثال نہیں (شرح رباعیات باقی رسائل مجددیہ' ص ۲۲۹' مطبوعہ لاہور) مزید فرماتے ہیں:

○ "امت میں سے کوئی شخص کمالات میں کتنا ہی بلند درجہ حاصل کر لے اپنے پیغمبر کے ساتھ برابری نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کو یہ سب کمالات اس پیغمبر کی شریعت کی متابعت کے باعث حاصل ہوئے ہیں۔ پس اس پیغمبر کو یہ سب کمالات بھی اور دوسرے تابعداروں کے کمالات بھی اور اپنے مخصوصہ کمالات بھی ثابت و حاصل ہوں گے۔ اس طرح وہ شخص کامل اپنے پیغمبر کے سوا کسی دوسرے پیغمبر کے مرتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا' اگرچہ کسی نے اس پیغمبر کی متابعت نہ کی ہو' اور اس کی دعوت کو قبول نہ کیا ہو' کیونکہ ہر ایک پیغمبر اصلی استقلالی طور پر صاحب دعوت اور شریعت کی تبلیغ پر مامور ہے"۔ (مکتوب ۵۷ دفتر دوم)

○ "جن محجوبوں نے حضرت محمد مصطفی ﷺ کو بشر کہا اور دوسرے انسانوں کی طرح تصور کیا بالآخر منکر ہو گئے اور جن سعادت مندوں نے ان کو رسالت و رحمت عالمیان کے طور

پر دیکھا اور دیگر لوگوں سے ممتاز اور سرفراز سمجھا وہ ایمان کی سعادت سے مشرف ہو گئے اور نجات پانے والوں میں شامل ہو گئے"۔ (۳۱)

○ "بسا اوقات جاہل لوگ جہالت سے نفس مطمئنہ کو امارہ تصور کرتے ہیں اور امارہ کے احکام مطمئنہ پر جاری کرتے ہیں۔ جس طرح کفار نے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والتسلیمات کو دوسرے لوگوں کی طرح جانا اور کمالات نبوت کے منکر ہو گئے۔ اعاذنا اللہ سبحانہ عن انکار ھولاء الاکابر"۔ (۳۲)

○ "کاملین و عارفین کے اسرار و معارف اور کمالات و تصرفات کے اظہار میں من جملہ اور حکمتوں کے ایک حکمت یہ بھی ہوتی ہے کہ کم نظر لوگ ان کی دنیوی و ظاہری آرزوؤں اور ضرورتوں کو دیکھ کر ان کو ناقص نہ سمجھ لیں اور اس طرح ان کی برکات سے محروم رہے' اس کی یہی وجہ تھی کہ ان کی نظر انبیاء کرام کی ظاہری ضرورتوں اور حاجتوں پر پڑی۔ فقالوا ابشر یھدوننا فکفروا تو کہ اٹھے کہ بشر ہمیں ہدایت دیں گے تو کافر ہو گئے"۔ (۳۲)

○ "انبیاء کرام کے ساتھ شرکت و مساوات کا عقیدہ رکھنا کفر ہے"۔ (مکتوب ۹۹ دفتر دوم)

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں:

○ "وہ بشر ہیں لیکن عالم علوی سے لاکھ درجہ اشرف و احسن وہ انسان ہیں مگر ارواح و ملائک سے ہزار درجہ الطف و خود

فرماتے ہیں۔ لست مثلکم میں تم جیسا نہیں۔ رواہ الشیخان ویروی لست کھئیتکم میں تمہاری ہیئت پر نہیں۔ ویرونی ایکم مثلی تم میں کون مجھ جیسا ہے"۔ (۳۴)

آخر علامہ خفاجی کو فرماتے سنا آپ کا بشر ہونا اور نور درخشندہ ہونا منافی نہیں...... گویا۔

محمد بشر لا کالبشر
بل ہو یاقوت بین الحجر (۳۵)

ترجمہ: محمد رسول اللہ ﷺ بشر ہیں مگر بشر محض نہیں کہ یاقوت پتھر ہوتا ہے مگر پتھروں میں بے مثال ہوتا ہے۔

ضروری گزارش

اہل کفر و نفاق کا حضور تاجدار رسالت ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہنا اور اس کی تشہیر کرنا صرف اس لیے تھا اور ہے کہ اہل ایمان کے دل سے ان کی محبت نکل جائے' ان کا احترام ختم ہو جائے' ظاہر ہے کوئی انسان اپنے جیسے انسان کو محبت و احترام کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ نیز اپنے جیسے انسان کی اطاعت کو ضروری نہیں سمجھتا۔ یہ ایسا ایمان سوز فتنہ ہے جس کی خوفناکی کا اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔

جب یہ فتنہ برصغیر میں سر اٹھا رہا تھا۔ پہلے اکبر اعظم اور بعد میں انگریز اس کی پشت پناہی کر رہے تھے' تو ان دونوں راہنماؤں نے مسلمانوں کو خبردار کیا۔ اس کی خوفناکی کا احساس دلایا اور حضور ﷺ کے بے مثال کمالات و محاسن بیان کر

کے ان کے ایمانوں کو تازہ کیا، یقینوں کو سہارا دیا، جس طرح انہوں نے اپنے آقا کی لاجواب شان و عظمت بیان کی اس کی ایک جھلک دیکھ کر دل کو نور وفا سے منور کیجئے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

○ "مقام تسلیم و رضا سے پرے حضرت خاتم الرسل ﷺ کے سوا کسی کا قدم نہیں پہنچا۔ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل میں اسی مقام کی خبر دی ہے"۔ (۳۶)

○ "قیامت کے دن وہ تمام نبیوں کے امام اور خطیب ہوں گے اور ان کے شفاعت کرنے والے ہوں گے۔ انہوں نے اپنے حق میں فرمایا، نحن الاخرون و نحن السابقون"۔ (۳۷)

○ "حضرت آدم اور دیگر انبیاء کرام ان کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے"۔ (۳۸)

○ "آج ان کی شان کون پہچان سکے۔ البتہ میدان حشر میں ان کی بزرگی و عظمت معلوم ہو گی"۔ (۳۹)

ایسے بے شمار فضائل و محامد آپ نے بیان کیے کہ حضور ﷺ کی شان یکتائی تمام مسلمانوں کے جان و دل پر نقش ہو جائے اور وہ اپنے رسول اکرم نبی اعظم ﷺ سے اپنی جان سے زیادہ محبت کریں، تہ دل سے احترام کریں نیز ان کی اطاعت میں ہمہ تن مشغول ہو جائیں۔ اسی ایمان افروز انداز کو اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے پروان چڑھایا، فرماتے ہیں:

○ "اس نے ہمارے نبی ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت

بنا کر بھیجا، ان کے دامن رحمت کے نیچے انبیاء و مرسلین ملائکہ و مقربین اور تمام مخلوق کو داخل فرمایا..... دنیا و آخرت میں انہیں کے لیے فضیلت ہے..... سب سے بڑا وسیلہ اور سب سے اعظم شفاعت اور مقام عطا فرمایا، جس میں اگلے پچھلے سب ان کی حمد کریں گے..... آج نہ کھلا تو کل قریب ہے جس دن تمام مخلوق کو جمع فرمائیں گے۔ سارے مجمع کا دولہا بنائیں گے۔ انبیائے جلیل تا حضرت خلیل سب حضور کے نیاز مند ہوں گے۔ موافق و مخالف کے ہاتھ انہی کی جانب بلند ہوں گے۔ انہی کا کلمہ پڑھا جاتا ہو گا۔ انہی کی حمد کا ڈنکا ہو گا۔ آج نہاں ہے کل عیاں ہے"۔ (۴۰)

اس سلسلہ میں آپ نے تجلی الیقین، فقہ شہنشاہ، سلطنة المصطفیٰ اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین، العروس الاسماء الامن والعلے، النفحۃ الفائحہ من مسک سورۃ الفاتحہ جیسی کتابیں لکھیں اور فدا ہو ہو کر اپنے محبوب کی شوکتوں کے گیت گائے، آپ کا نعتیہ کلام تو سبحان اللہ، ایک جگہ قلم توڑ دیا ہے۔

ترے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

☆☆☆

عقیدہ حیات النبی ﷺ

تمام امت مرحومہ کا اس عقیدے پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیگر

برگزیدہ نبی اور نبی خاتم ﷺ اپنی اپنی قبور منورہ میں زندہ جاوید ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت سے اپنے غلاموں کو نوازتے ہیں۔ ہمارے حضور اس وصف میں بھی شان خصوصی کے حامل ہیں' امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے دلائل قاہرہ سے اس عقیدے کو ثابت فرمایا:

○ "آپ نے سنا ہو گا کہ الانبیاء یصلون فی القبور نبی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں اور ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج کی رات جب حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی قبر پر گزرے تو دیکھا کہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور جب اسی وقت آسمان پر پہنچے تو ان کو وہاں پایا۔ اس مقام کے معاملات نہایت عجیب و غریب ہیں"۔ (۴۱)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

○ "درود و سلام ہی نہیں بلکہ امت کے تمام اعمال و اقوال و افعال روزانہ دو وقت سرکار عرش وقار حضور سید الابرار ﷺ میں عرض کیے جاتے ہیں۔ احادیث کثیرہ میں یہ تصریح ہے"۔ (۴۲)

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور اپنی امت کے احوال و واقعات سے آگاہ ہیں۔ اس عقیدے کو آپ نے اپنے اشعار میں خوب بیان کیا ہے۔

انبیا کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات

مثل سابق وہی جسمانی ہے
یہ ہیں حسی ابدی ان کو رضا
صدق وعدہ کی قضا مانی ہے

ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ:

○ "انبیاء کرام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے ان پر تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لیے محض ایک آن کی آن کو موت طاری ہوتی ہے' پھر ویسے ہی ان کو حیات عطا فرما دی جاتی ہے۔ اس حیات پر وہی احکام دنیوی ہیں' ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا' ان کی ازواج کو نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں' قبور میں نماز پڑھتے' کھاتے پیتے ہیں"۔ (ص ۷۶'۲' مطبوعہ لاہور)

آپ نے حیات ارواح سے متعلق حیات الموات فی بیان سماع الاموات' الاہلال بفیض الاولیاء بعد الوصال جیسے رسائل قلمبند کئے' اور ظاہر ہے کہ جب عام ارواح زندہ ہیں تو روح اعظم ﷺ کی زندگی کا کیا عالم ہو گا' اسی لیے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں:

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

☆☆☆

حضور ﷺ غیب جانتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو اول و آخر کا علم عطا فرمایا' اس پر

صحاح و سنن کی احادیث مبارکہ گواہ ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

○ "علم غیب مخصوص بہ اوست خلص رسل را اطلاع می بخشد"۔ یعنی علم غیب جو اس کے ساتھ مخصوص ہے اپنے خاص رسولوں کو اطلاع بخشا ہے"۔ (۴۳)

ایک جگہ فرماتے ہیں:

○ "حروف مقطعات قرآنی سب کے سب حالات کی حقیقتوں اور اسرار کی باریکیوں کے متعلق رموز اور اشارے ہیں جو محب اور محبوب کے درمیان وارد ہیں' اور کون ہے جو ان کو پا سکے"۔ (مکتوب ۱۰۰' دفتر سوم)

○ "حدیث نفیس ہے۔ انا سید ولد ادم ۔ ۔ ۔ ۔ فعلمت علم الاولین والاخرین میں بنی آدم کا سردار ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ پس میں نے پہلوں اور پچھلوں کا علم جان لیا۔ (مکتوب ۱۲۲' دفتر سوم)

○ "نبوت سے مراد وہ درجہ ہے جس میں ایسی نظر حاصل ہوتی ہے کہ اس کی روشنی میں غیب اور دیگر امور ظاہر ہوتے ہیں' جن کا ادراک عقل نہیں کر سکتی"۔ (اثبات النبوۃ' ص ۷۲' مطبوعہ کراچی)

○ "عارف جب اللہ تعالٰی کے فضل سے حصول ظلیت کی قید سے نکل جاتا ہے تو موجودات کے ذرات میں سے ہر ایک ذرہ یعنی عرض و جوہر اور آفاق و انفس اس کے لیے گویا

غیب الغیب کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ (مکتوب ۱۱۰' دفتر سوم)

اندازہ کیجئے جب عارف کی وسعت علم کا یہ عالم ہے تو سید کونین ﷺ کے علم کا کیا ہو گا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی اس مسئلہ پر بڑی معرکہ الارا کتابیں لکھیں اور منکرین کا ناطقہ بند کر دیا۔ آپ خالص الاعتقاد میں اپنی تحقیق بیان کرتے ہیں:

○ "ہمارے علماء میں اختلاف ہوا کہ علوم غیب جو مولا عزوجل نے اپنے محبوب اعظم ﷺ کو عطا فرمائے وہ روز اول سے یوم آخر تک تمام کائنات کو شامل ہیں۔ جیسا کہ عموم آیات و احادیث کا مفاد ہے یا ان میں تخصیص ہے؟ بہت اہل ظاہر جانب خصوصی گئے ہیں اور عام علمائے باطن اور ان کے اتباع سے بکثرت علمائے ظاہر نے آیات و احادیث کو ان کے عموم پر رکھا' ہمارا مختار قول اخیر ہے جو عام عرفائے کرام و بکثرت اعلام کا مسلک ہے"۔ (۴۴)

انباء المصطفیٰ میں علم غیب کی نوعیت بیان فرماتے ہیں:

○ "علم الٰہی ذاتی ہے اور علم خلق عطائی وہ واجب یہ ممکن' وہ قدیم یہ حادث' وہ نامخلوق یہ مخلوق' وہ نامقدور یہ مقدور' وہ ضروری البقا یہ جائز الفنا' وہ ممتنع التغیر یہ ممکن التبدل"۔ (۴۵)

الدولتہ المکیہ میں فرماتے ہیں:

○ "ہم گروہ اہل حق بحمد اللہ جانتے ہیں کہ روز اول سے جو کچھ گزرا اور آخر جو کچھ آئے گا اس سب کی تفصیل جو ہم

نے ذکر کی وہ ہمارے نبی ﷺ کے علوم کے حضور نہیں، مگر ایک تھوڑی چیز اور اس پر دلیل ہے رب العزت کا یہ ارشاد' وعلمک مالم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیما "۔(۴۶)

○ "وہ جو نبی ﷺ سے غیبوں کے مطلق علم کی نفی کرتا ہے' اگرچہ خدا کی عطا سے ہو تو ایسا شخص اس چیز کی نفی کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ثابت فرمائی اور اس کا یہ قول اس کے ایمان کی نفی کرتا ہے اور اس کے زیاں کار ہونے کے لیے کافی ہے"۔(۴۷)

خالص الاعتقاد کے آخر میں فرماتے ہیں:

○ "یہ کہنا آسان تھا کہ احمد رضا' رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کا قائل ہو گیا اور عقیدہ کفر کا ہے' مگر نہ دیکھا کہ احمد رضا کی جان کن کن پاک مبارک دامنوں سے وابستہ ہے۔ احمد رضا کا سلسلہ اعتقاد علماء اولیاء ائمہ' صحابہ سے محمد رسول اللہ ﷺ اور محمد رسول اللہ ﷺ سے اللہ رب العالمین تک مسلسل ملا ہوا ہے"۔(۴۸)

آپ کے نعتیہ اشعار میں اس عقیدے کی جلوہ ریزیاں ملاحظہ ہوں:

فضل خدا سے غیب شہادت ہوا انہیں
اس پر شہادت آیت و وحی و اثر کی ہے
کہنا نہ کہنے والے تھے جب سے تو اطلاع
مولا کو قول و قائل و ہر خشک و تر کی ہے

ان پر کتاب اتری بیاناً لکل شی
تفصیل جس میں ما عبر و ما غبر کی ہے

○

فرش تا عرش سب آئینہ ضمائر حاضر
بس قسم کھائیے امی تری دانائی کی
شش جہت، سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم والنجم میں ہے آپ کی بینائی کی

○

وہ دانائے ماکان و مایکون ہیں
مگر بے خبر' بے خبر جانتے ہیں

○

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

علاوہ ازیں آپ نے ازاحتہ جوائح الغیب' اللؤلو المکنون اور مالئی الحبیب بعلوم الغیب' ماحینہ العیب' جیسی کتابوں میں آیات بینہ' احادیث متعددہ اور علمائے کرام کے اقوال کثیرہ سے تائید و تصدیق حاصل کی۔

حضور ﷺ فریاد رس ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو تمام مخلوق کا فریاد رس' چارہ ساز اور حاجت روا بنا کر بھیجا۔ کوئی حضور ﷺ کو پکار کر دیکھے' حضور ﷺ فوراً اس کے درد کا مداوا بن جاتے ہیں' حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے

ہیں:

○ "ایک دن یہ خوف غالب ہوا کہ مبادا ان کشفوں پر مواخذہ کریں اور ان وہمی باتوں کی نسبت پوچھیں۔ اس خوف کے غلبہ نے بڑا بے قرار کیا اور بارگاہ الٰہی میں بڑی التجا اور زاری کی' یہ حالت بہت مدت تک رہی۔ اتفاقاً" اس حالت میں ایک بزرگ کے مزار پر گزر ہوا اور اس معاملہ میں اس عزیز کو مددگار بنایا' اسی اثناء میں خداوند تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوئی اور معاملہ کی حقیقت کھل گئی اور حضرت رسالت خاتمیت ﷺ جو رحمت عالمیان ہیں کی روح مبارک نے حضور فرمایا' اور دل غم ناک کو تسلی دی اور معلوم ہوا کہ قرب الٰہی ہی فضل کلی کا موجب ہے"۔ (۴۹)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کسی صاحب مزار کو اپنا مددگار بنانا جائز ہے اور حضور ﷺ اپنے غلاموں کو اپنی رحمت و رافت سے نوازتے ہیں' ان کے غم و ملال کو دور کرتے ہیں اور ان کو منزل مقصود تک پہنچاتے ہیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ "نبی کا باطن حق کے ساتھ اور ظاہر خلق کے ساتھ ہوتا ہے"۔ (۵۰)

گویا نبی خدا سے غافل ہوتا ہے' نہ مخلوق سے۔ وہ خالق و مخلوق کے درمیان برزخ کبریٰ ہوتا ہے۔ خالق سے فیض لے کر مخلوق کی حاجت براری' مشکل کشائی اور غم گساری فرماتا ہے' ایک جگہ فرماتے ہیں:

○ "اس صاحب استدلال پر نہایت ہی افسوس ہے جو ایمان کو صرف استدلال سے حاصل کرے اور انبیاء کرام کی تقلید اس کی دستگیری اور امداد نہ کرے"۔ (۵۱)

معلوم ہوا کہ امام ربانی کے نزدیک ایمان کی صحیح صورت اسے ہی نصیب ہوتی ہے' جسے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ سہارا دیتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ بھی اسی عقیدے کو بیان فرماتے ہیں:

فریاد امتی جو کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو

آپ نے برکات الامداد لھل الاستمداد اور الاستغاثہ والتوسل میں اسی کو ثابت کیا' ایک مقام پر فرماتے ہیں:

○ "مسلمانو! وہابیہ کے اس ظلم و تعصب کا ٹھکانہ ہے کہ بیمار پڑیں تو حکیم کے پاس دوڑیں' دوا پر گریں' کوئی مارے پیٹے تو تھانے کو جائیں' رپٹ لکھوائیں' ڈپٹی یا سارجنٹ سے فریاد کریں' کسی نے زمین دبالی تو منصف صاحب مدد کیجئو' جج بہادر خبر لیجئو' نالش کریں' استغاثہ کریں' غرض دنیا بھر سے استعانت کریں اور حصر ایاک نستعین کو اس کے خلاف نہ جانیں' ہاں انبیاء اولیاء علیہم الصلوۃ والثنا سے استعانت کی اور شرک آیا' ان کاموں کے وقت آیت کا حصر کیوں نہیں یاد آیا"۔ (۵۲)

حاکم' حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں
مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

یہ عقیدہ آپ کے بہت سے اشعار میں جھلکتا ہے۔

☆☆☆

حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں:

قرآن حکیم میں حضور ﷺ کو شہید و شاہد کے لقب سے یاد کیا ہے، اور شہید و شاہد کا معنی حاضر و ناضر ہے۔ (۵۳)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ' حدیث تنام عینی ولا ینام قلبی (۵۴) کی شرح میں حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کی تائید فرماتے ہیں:

○ "نبی در رنگ شبان است در محافظت امت غفلت شایان منصب نبوت او نہ باشد کہ نبی امت کا نگہبان ہوتا ہے اور غفلت اس کے منصب نبوت کے لائق نہیں"۔ (۵۵)

آپ اپنا ایک کشف صریح بیان فرماتے ہیں جس سے بھی اس عقیدے کی تصدیق ہوتی ہے، پیر بزرگوار کو لکھتے ہیں کہ:

○ "یہ رسالہ بعض یاروں کی التماس سے لکھا گیا ہے، واقعی رسالہ بے نظیر اور بڑی برکتوں والا ہے، اس رسالہ کے لکھنے کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ اپنی امت کے بہت سے مشائخ کے ساتھ حاضر ہیں اور اسی رسالہ کو اپنے مبارک ہاتھ میں لیے ہوئے ہیں اور اپنے کمال کرم سے اس کو چومتے ہیں اور مشائخ کو دکھاتے ہیں اور فرماتے ہیں اس قسم کے اعتقاد حاصل کرنا چاہئیں ۔ ۔ ۔ ۔ اور اسی مجلس میں آنحضرت ﷺ نے اس خاکسار کو اس واقعہ کو شائع کرنے کا حکم فرمایا"۔ (۵۶)

بر کریماں کارہا دشوار نیست

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا یہ وصف عظیم حیات ظاہری تک محدود نہیں حیات برزخی میں بھی آپ اپنی امت کے احوال و افعال کو مشاہدہ فرماتے ہیں۔ نیز جہاں چاہیں جلوہ طراز ہو کر اہل نظر کو شاد کام کرتے ہیں، ہاں حضور ﷺ کا تو مقام بہت بلند ہے۔ حضور ﷺ کے غلام اس شان کے حامل ہیں جیسا کہ امام ربانی نے تصریح فرمائی:

○ "جب جنات کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت عطا فرمائی کہ وہ مختلف شکلوں کے ساتھ متشکل ہو کر عجیب و غریب کام کر لیتے ہیں، اگر کاملین کی ارواح کو یہ قدرت عطا فرما دے تو اس میں کیا تعجب اور دوسرے بدن کی کیا حاجت، اسی سلسلے کی کڑی وہ واقعات ہیں جو بعض اولیاء کرام سے منقول ہیں کہ وہ ایک ہی آن میں متعدد مقامات میں حاضر ہوتے ہیں اور مختلف کام انجام دیتے ہیں..... چنانچہ ہزار افراد ایک ہی رات خواب میں نبی اکرم ﷺ کی مختلف صورتوں میں زیارت کرتے ہیں اور بہت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ سب آپ کی صفات و لطائف ہوتے ہیں جو مثالی صورتوں میں متشکل ہوتے ہیں"۔ (۵۷)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے الموہبہ الجدیدہ فی وجود الحبیب بمواضع عدیدہ اور ندائے یا رسول اللہ ﷺ میں اسی عقیدہ کا اظہار فرمایا، الہادی الحاجب میں ثابت فرمایا کہ:

○ "حضور ﷺ نے حضرت نجاشی کی نماز جنازہ ادا فرمائی تو حضرت نجاشی کی میت سامنے نظر آ رہی تھی، حالانکہ وہ میت

حبشہ میں موجود تھی اور حضور ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے۔ یہ امر آپ کے شاہد کل ہونے پر دلالت کرتا ہے' گویا۔

سر عرش پر ہے تری گزر دلفرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

فرماتے ہیں:

"ازل سے ابد تک تمام غیب و شہادت پر اطلاع تام حاصل الا ماشاء اللہ بصروہ محیط کہ شش جہت اس کے حضور جہت مقابل دنیا اس کے سامنے اٹھالی کہ تمام کائنات تا بروز قیامت' آن واحد میں پیش نظر ہو تو وہ دنیا کو اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہے ہیں' جیسے اپنی ہتھیلی کو اور ایمانی نگاہوں میں نہ یہ قدرت الٰہی پر دشوار نہ عزت و وجاہت انبیاء کے مقابل بسیار"۔ (اعتقاد الاحباب' ص ۱۷)

تم ہو شہید و بصیر اور میں گنہ پردیر
کھول دو چشم حیا تم پر کروڑوں درود

ختم النبوۃ میں فرماتے ہیں:

"حضور ﷺ کے عالم حیات ظاہری میں حضور ظاہر تھا' اب حضور مزار پر انوار ہے اور جہاں یہ بھی میسر نہ ہو تو حضور پرنور کی طرف حضور سے توسل' فریاد و استغاثہ طلب شفاعت کہ حضور ﷺ اب بھی ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ

فرما ہیں۔ مولانا علی قاری علیہ الرحمہ الباری شرح شفاء شریف میں فرماتے ہیں: روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام"۔ (۵۸)

لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے
ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی ﷺ

☆☆☆

ضروری گزارش

روزنامہ نوائے وقت مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۹۸ء کے حوالے سے ایک ایمان افروز واقعہ پڑھئے کہ وارہ میں دو افراد میں اس بات پر مناظرہ ہو گیا کہ حضور اکرم ﷺ حاضر و ناظر اور نبی مختار ہیں' جس پر ایک شخص نے اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا' دونوں دیہاتیوں میں یہ شرط لگ گئی کہ آگ میں کود جاتے ہیں تو جو سچا ہو گا وہ آگ سے محفوظ رہے گا' چنانچہ محمد پناہ ٹوٹانی نامی شخص حضور پر درود و سلام پڑھتا ہوا دوسرے شخص کے ساتھ آگ میں کود پڑا تاہم خدا کی قدرت اور درود پاک کی برکت سے محمد پناہ ٹوٹانی صحیح سلامت رہا جبکہ نبی پاک ﷺ کو حاضر و ناظر نہ ماننے والا دیہاتی ہارون بری طرح جھلس گیا جسے ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا' سینکڑوں افراد نے یہ منظر دیکھا اور ان پر رقت طاری ہو گئی۔

حضور ﷺ وسیلہ ہیں:

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ جلالت میں سب کا وسیلہ ہیں' کیا انبیاء کیا غیر انبیاء سب حضور ﷺ کے توسط و توسل سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"چونکہ ظل کے مطلوب تک پہنچنے میں اصل، واسطہ و وسیلہ ہے۔ اس لیے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے حضرت حبیب اللہ ﷺ کا واسطہ و وسیلہ طلب کیا اور ان کی امت میں داخل ہونے کی آرزو فرمائی، جیسا کہ وارد ہے"۔ (۵۹)

"مرادوں کے سردار اور محبوبوں کے رئیس حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، کیونکہ اس دعوت سے مقصود ذاتی اور مدعو اولیٰ آنحضرت ﷺ ہی ہیں اور دوسروں کو خواہ مراد ہوں یا مرید حضور ﷺ ہی کی طفیل بلایا ہے، لولاء لما خلق اللہ الخلق ولما اظہر الربیۃ چونکہ دوسرے سب ان کی طفیل ہیں اور وہ اس دعوت کے اصلی مقصود ہیں اس لیے سب ان کے محتاج ہیں اور انہی کے ذریعہ سے فیوض و برکات اخذ کرتے ہیں اس لحاظ سے اگر سب کو ان کی آل کہیں تو بجا اور درست ہے، کیونکہ سب ان کے پیچھے پیچھے چلنے والے ہیں اور ان کے وسیلہ کے بغیر کمال حاصل نہیں کر سکتے، جب ان سب کا وجود ان کے وجود کے وسیلہ کے بغیر متصور نہیں ہو سکتا تو دوسرے کمالات جو وجود کے تابع ہیں ان کے وسیلہ کے بغیر کس طرح متصور ہو سکتے ہیں، ہاں محبوب رب العالمین ایسا ہی ہونا چاہیے.....

فان فضل رسول اللہ لیس لہ
حد فیعرب عنہ ناطق بفم ( )

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا، اگر میں تمہیں نہ بناتا تو جنت و دوزخ کو نہ بناتا، یعنی آدم و عالم سب تمہارے طفیلی ہیں، تم نہ ہوتے تو مطیع و عاصی کوئی نہ ہوتا، جنت و نار کس کے لیے ہوتیں، خود جنت و نار اجزائے عالم سے ہیں، جن پر تمہارے وجود کا پرتو پڑا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مقصود ذات اوست دگر جملگی طفیل
منظور نور اوست دگر جملگی ظلام (۶۱)

"ہر نعمت قلیل یا کثیر یا کبیر جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی روز اول سے اب تک، اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت تک، آخرت سے ابد تک، مومن یا کافر، مطیع یا فاجر، ملک یا انسان، جن یا حیوان، بلکہ تمام ماسوا اللہ میں جسے جو کچھ ملی ہے یا ملتی ہے یا ملے گی، اس کی کلی انہی کے صبائے کرم سے کھلی اور کھلتی ہے اور کھلے گی۔ انہی کے ہاتھوں پر بٹی اور بٹتی ہے اور بٹے گی، یہ سر الوجود و اصل الوجود و خلیفۃ اللہ الاعظم و ولی نعمت عالم ہیں صلی اللہ علیہ وسلم، یہ خود فرماتے ہیں انا ابو القاسم اللہ یعطی و انا اقسم میں ابو القاسم ہوں، اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم فرماتا ہوں، رواہ الحاکم فی المستدرک"۔ (۶۲)

"اللہ عزوجل کا تمام لینا دینا، اخذ و عطا سب محمد رسول اللہ

ﷺ کے ہاتھوں' ان کے واسطے ان کے وسیلے سے ہے۔ اسی کو خلافت عظمیٰ کہتے ہیں"۔ (۶۳)

بے ان کے واسطہ کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے
لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ ﷺ کی

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ ﷺ کی
بے ان کے توسل کے مانگے بھی نہیں ملتا
بے ان کے توسط کے پرستش ہے نہ شنوائی

☆☆☆

سردار' شفیع' طبیب:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو تمام جہانوں کا سردار' تمام امتوں کا شفیع اور تمام امراض روحانی و جسمانی کا طبطب بنایا ہے۔ اس عقیدے پر بہت سی آیات قدسیہ احادیث مبارکہ اور اقوال علماء پیش کیے جا سکتے ہیں' حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

○ "فعلیکم بمتابعة سیدنا و مولانا و شفیع ذنوبنا و طبیب قلوبنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اے لوگو! اطاعت کرو ہمارے سردار' ہمارے آقا' ہمارے گناہوں کو بخشوانے والے اور ہمارے دلوں کے طبیب

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی"۔ (۶۴)

○ "محمد رسول اللہ سید ولد ادم و اکثر الناس تبعا یوم القیامة و اکرم الاولین و الاخرین علی اللہ اول من ینشق عنه القبر اول شافع و اول مشفع و اول من یقرع باب الجنة فیفتح له و حامل لواء الحمد یوم القیامة حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اولاد آدم کے سردار و آقا ہیں' اور قیامت کے دن سب سے زیادہ تعداد آپ ﷺ کے پیروں کی ہو گی۔ آپ ﷺ اللہ کے نزدیک اولین و آخرین میں سب سے زیادہ معزز ہیں' آپ ﷺ سب سے پہلے قبر شریف سے باہر تشریف لائیں گے۔ آپ ﷺ ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہوں گے اور سب سے پہلے آپ ﷺ ہی کی شفاعت قبول ہو گی۔ سب سے پہلے آپ ﷺ ہی جنت کے دروازہ پہ دستک دیں گے اور دروازہ آپ ﷺ کے لیے کھول دیا جائے گا۔ قیامت کے دن حمد کا جھنڈا آپ ﷺ ہی کے ہاتھ میں ہو گا"۔ (۶۵)

○ "انبیاء علیہم السلام و صالحین کی شفاعت برحق ہے' یعنی اللہ تعالیٰ کے اذن سے پیغمبرؑ گناہ گار مومنوں کی شفاعت کریں گے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' شفاعتی لاھل الکبائر من امتی (۶۶) میری شفاعت میری امت میں سے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہو گی"۔ (۶۷)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

○ "محمد ﷺ "اصل الاصول ہیں" محمد ﷺ رسولوں کے رسول ہیں' امتیوں کو جو نسبت انبیاء و رسل سے ہے وہ نسبت انبیاء و رسل کو اس سید الکل ﷺ سے ہے"۔ (۶۸)

○ "انبیاء سابقین علیہم السلام ایک ایک شہر کے ناظم تھے اور حضور پرنور سید المرسلین صلوۃ اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہ و علیہم اجمعین سلطان ہفت کشور بلکہ کشور زمین و آسمان"۔ (۶۹)

○ "قال عزمجدہ وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین' عالم ماسوا اللہ کو کہتے ہیں جس میں انبیاء و ملائکہ سب داخل تو لاجرم حضور پرنور سید المرسلین ﷺ ان سب پر رحمت و نعمت رب الارباب ہوئے اور وہ سب حضور ﷺ کی سرکار عالم مدار سے بہرہ مند و فیض یاب"۔ (۷۰)

○ "شفاعت کی حدیثیں خود متواتر ہیں اور یہ بھی ہر مسلمان صحیح الایمان کو معلوم ہے کہ یہ قبائے کرامت اس مبارک قامت شایان امامت سزاوار زعامت کے سوا کسی قد بالا پر راست نہ آئی نہ کسی نے بارگاہ الہی میں ان کے سوا یہ وجاہت عظمیٰ و محبوبیت کبریٰ و اذن سفارش و اختیار گزارش کی دولت پائی تو وہ سب حدیثیں تفصیل جلیل محبوب جمیل صلوۃ اللہ و سلامہ علیہ پر دلیل ہیں"۔ (۷۱)

○ "سوال شفاعت پر حضرات انبیاء کے جواب اور ہمارے حضور ﷺ کا مبارک ارشاد دیکھئے' یہی مقام محمود کا مزہ آتا

اور ابھی کالشمس کھلا جاتا ہے کہ سب نجوم رسالت اور مصابیح نبوت میں افضل و اعلیٰ' اجل و اجلی و اعظم و اولیٰ و بلند و بالا وہی عرب کا سورج' حرم کا چاند ہے' جس کے نور کے حضور ہر روشنی ماند ہے"۔ (۷۲)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے موضوع شفاعت پہ "اسماع الاربعین" جیسا رسالہ لکھا جو بہت ایمان افروز ہے۔ اب حدائق بخشش کے گلہائے رنگا رنگ سے مشام جان کو معطر کیجئے:

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
سب سے بالا و والا ہمارا نبی ﷺ
خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
جن کے تلووں کا دھون ہے آب حیات
ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی ﷺ
ملک کونین میں انبیاء تاجدار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبی ﷺ

○

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے
کشتگان گرمی محشر کو وہ جان مسیح
آج دامن کی ہوا دے کر جلاتے جائیں گے

○

مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا
یعنی شفیع، روز جزا کا کہوں تجھے

○

دم قدم کی خیر اے جان مسیح
در پہ لاتے ہیں دل بیمار ہم

☆☆☆

حضور ﷺ کی معراج:

معراج، حضور سرور کونین ﷺ کا عظیم الشان معجزہ ہے۔ جس کو ہر صاحب عشق نے بلاچون وچراں تسلیم کیا اور ہر عقل پرست نے راہ انکار اختیار کی، کوئی سرے سے منکر ہو گیا اور کوئی کہنے لگا کہ خواب میں معراج ہوئی، یا روحانی طور پر ہوئی، جسمانی طور پر نہیں ہوئی، جبکہ اہل حق نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے یہی عقیدہ اپنایا کہ حضور سیاح لامکاں ﷺ کو عالم بیداری میں روحانی و جسمانی معراج نصیب ہوئی، حضور ﷺ کی تین حالتیں ہیں۔ حالت بشری، حالت نوری، حالت محمدی۔ بیت اللہ سے لے کر بیت المقدس تک بشریت کی معراج، بیت المقدس سے لے کر سدرۃ المنتہی تک نورانیت کی معراج اور سدرۃ المنتہی سے لے کر لامکاں تک محمدیت کی معراج ہے۔ جب حضور ﷺ عرش اعظم پر فائز المرام ہو گئے تو کائنات کی ہر شے حضور ﷺ کے قدموں میں آ گئی، حضور ﷺ سب سے بلند و بالا ہیں، ہر شے حضور ﷺ کے علو و کمال کے سامنے شرمندہ ہے، اگر کوئی واقعہ معراج کو کماحقہ مان لے تو حضور ﷺ اسے بشر بے مثال، نور جہاں آراء، مختار کل، رسول اعظم، محبوب کردگار،

حاضر و ناظر، زندہ و جاوید، مقرب بارگاہ ایزدی، مرکز تجلیات صمدی، صاحب دیدار الٰہی شہسوار عرش و کرسی نظر آئیں گے، جو ان تمام باتوں پر یقین نہیں رکھتا وہ سمجھ لے کہ اس نے معراج مصطفیٰ ﷺ کے دل کشا و ایمان افزاء پہلوؤں پر غور ہی نہیں کیا۔

جیسا کہ اکبر اور اس کے درباری ملاؤں نے حضور ﷺ کی شان و عظمت کو بزعم خویش گھٹانے کے لیے جہاں دیگر کمالات و فضائل کو جھٹلایا وہاں واقعہ معراج کا بھی انکار کر دیا (۷۳) ان حالات میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اسلاف کرام کے عقیدہ معراج کی حفاظت فرمائی کہ:

○ "حضرت موسیٰ علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام بعد از طلب رویت زخم لن ترانی خورد و بیہوش افتاد و ازاں طلب تائب گشت و محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ محبوب رب العالمین است بہترین موجودات اولین و آخرین باوجود آنکہ بدولت معراج بدنی مشرف شد و از عرش و کرسی درگزشت و ازمکان و زمان بالا رفت

یعنی حضرت کلیم اللہ طلب دیدار کے بعد لن ترانی کا جواب پا کر بے ہوش ہو گئے اور اس طلب سے توبہ کی، اور حضرت محمد ﷺ جو رب کے محبوب اور سب موجودات اولین و آخرین سے بہتر ہیں، معراج جسمانی سے مشرف ہوئے بلکہ عرش و کرسی سے گزر کر زمان و مکان کی سرحد کو عبور کر گئے۔ (۷۴)

○ "حضور سرور کونین ﷺ معراج کی رات زماں و مکاں کی حدود سے آگے نکل گئے اس لیے آپ نہ صرف حکمت ازل و حقیقت ابد سے ایک آن میں بہرہ یاب ہوئے بلکہ ہدایت و

نہایت کو بھی ایک ہی نقطہ میں ملاحظہ فرمالیا' نیز ان اہل بہشت کو بھی جو زمانوں بعد اس میں داخل ہوں گے' دیکھ لیا (۷۵)

اس مقام پر اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے قلم حق رقم کی گل پاشیاں بھی دیدنی ہیں۔

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

فرماتے ہیں:

○ "علمائے کرام نے معراج کو جسدی فرمایا ہے کہ فرمایا گیا ہے' اسریٰ .عبدہ' عبد روح مع الجسد کا نام ہے' اگر معراج روحی ہوتی تو بروح عبدہ فرمایا جاتا"۔ (ملفوظات' جلد سوم' ص ۲۹۹)

مرتبہ قاب قوسین او ادنیٰ کا پایا' قسم کھانے کو فرق کا نام رہ گیا:

کمان امکاں کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

محمل لیلیٰ کروڑوں منزل سے کروڑوں منزل (دور) اور خرد خردہ میں دنگ ہے' نیا سماں ہے نیا رنگ ہے' قرب میں بعد' بعد میں قرب' وصل میں ہجر' ہجر میں وصل' عقل و شعور کو خود اپنا شعور نہیں' دست و پابستہ' خود گم کردہ حواس ہے' ہوش و خرد کو خود اپنے لالے پڑے ہیں' وہم و گمان دوڑیں تو کہاں تک پہنچیں' ٹھوکر کھائی اور گرے

سراغ این و متی کہاں تھا' نشان کیف والی کہاں تھا

نہ کوئی راہی' نہ کوئی ساتھی' نہ سنگ منزل' نہ مرحلے تھے (۷۶)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے قصیدہ معراجیہ میں احوال معراج کو اس انداز سے لکھا کہ جہاں وہ عشق و محبت کا شاہ پارہ ہے وہاں شعر و سخن کا شاہکار بھی ہے۔ ادبائے لکھنؤ کے نزدیک اس کی زبان تو کوثر کی دھلی ہوئی زبان ہے۔ (۷۷)

حضور ﷺ نے خدا کو دیکھا:

حضور ﷺ دنیٰ فتدلیٰ کی منزلوں سے گزر کر قاب قوسین او ادنیٰ کی قربتوں سے ہمکنار ہوئے تو حسن ازل کے جلووں نے استقبال کیا' فرماتے ہیں:

رایت ربی فی احسن صورۃ (۷۸)

حضرت شاہ جمالی علیہ الرحمہ نے کیا خوب کہا:

موسیٰ زہوش رفت بیک پرتو صفات
تو عین ذات بنگری و می تبسمی

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

○ "آنحضرت ﷺ کو معراج کی رات جسد کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جہاں تک چاہا سیر کرائی' جنت و دوزخ آپ کے سامنے پیش کیے گئے اور ان کی طرف وحی بھیجی گئی جیسے کہ حق تھا' اور اس وقت رویت بصری سے مشرف ہوئے اور اس قسم کا معراج حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے ہی مخصوص ہے اور حضور ﷺ کے کامل تابعدار اولیاء اور زیر

قدم سالکوں کے لیے بھی اس مرتبہ مخصوصہ سے کچھ حصہ ہے۔

وللارض من کاس الکرام نصیب

حاصل کلام یہ کہ دنیا میں رویت کا واقعہ ہونا حضرت علیہ الصلوۃ والسلام ہی سے مخصوص ہے' اور وہ حالت جو آنحضرت ﷺ کے زیر قدم اولیاء کو حاصل ہے وہ رویت نہیں' اس رویت اور حالت کے درمیان وہی فرق ہے جو اصل اور فرع' شخص اور ظل کے درمیان ہے اور ایک دوسرے کا عین نہیں ہے۔(۷۹)

ضروری گزارش

چونکہ حضور ﷺ زمان و مکان کی حدود سے نکل گئے اس لیے دنیا و آخرت کی مسافتیں ختم ہو گئیں اور حضور ﷺ نے رب تعالیٰ کو آخرت کے حوالے سے دیکھا' اور یہ جو کہا گیا کہ دنیا میں رویت واقع ہوئی' یہ "تجویز پر محمول اور ظاہر پر مبنی ہے"۔ جیسا کہ مجدد پاک نے مکتوب ۲۸۳ دفتر اول میں تصریح کر دی' اسی طرح ان علمائے کرام کے اجماع کی نفی بھی نہیں ہوتی' جو رویت الٰہی کو آخرت کے حوالے سے ہی جائز و ممکن سمجھتے ہیں' آپ فرماتے ہیں۔

○ "پس وہ رویت جو اس مقام پر واقع ہوئی وہ رویت آخرت ہے اور اس اجماع کے منافی نہیں ہے جو رویت کے عدم وقوع پر ہوا ہے۔ (ایضاً")

حاصل بحث یہ کہ حضور ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا' ہزاروں سال پہلے

جہان آخرت میں قدم رکھ کر دیکھا اور واپس جہان دنیا میں آ گئے' یہ امر اوروں کے لیے محال ہے اور حضور ﷺ کے لیے ممکن بلکہ عادت۔

قصر دنیٰ تک کس کی رسائی
آتے یہ ہیں جاتے یہ ہیں

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

○ "دیدار الٰہی بچشم سر دیکھا' کلام الٰہی بے واسطہ سنا' بدن اقدس کے ساتھ' بیداری میں اور یہ وہ قرب خاص ہے کہ کسی نبی مرسل اور ملک مقرب کو بھی نہ کبھی حاصل ہوا اور نہ کبھی حاصل ہو"۔ (۸۰)

○ "جمہور علماء کے نزدیک راجح یہی ہے کہ نبی ﷺ نے شب معراج اپنے رب کو انہی آنکھوں سے دیکھا' ائمہ متاخرین کے جدا جدا اقوال کی حاجت نہیں کہ وہ حد و شمار سے خارج ہیں"۔ (۸۱)

آپ نے ملفوظات شریفہ میں بھی اس مسئلہ پر خوب روشنی ڈالی ہے اور واضح کیا کہ رویت سے مراد رویت الٰہی ہے نہ رویت جبریل' اور سورۃ النجم کی "آیات معراجیہ" میں جو ضمیریں وارد ہیں ذات واحدہ کی طرف راجع ہیں' یہی جمہور صحابہ کرام' تابعین عظام اور ائمہ اعلام کا مذہب ہے' اس مقام پر ایک جملہ بہت محبت آفریں ہے' فرماتے ہیں:

○ "حضور اقدس ﷺ کا اس میں کیا کمال کہ جبریل کو دیکھ لیں' جبریل کا کمال ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوں"۔ (۸۲)

معنی قدرای، مقصد ماطغی
نرگس باغ قدرت پہ لاکھوں سلام

اعلی حضرت علیہ الرحمہ کے مطابق ساتوں آسمان اور ساتوں زمین دنیا بنے اور ان سے ورا سدرۃ المنتہی عرش و کرسی دار آخرت ہے۔ (ملفوظات، جلد ۴، ص ۴۰۰) گویا آپ کے نزدیک بھی یہی اصح ہے کہ حضور ﷺ نے دار دنیا سے نکل کر دار آخرت میں دیدار الٰہی کی دولت حاصل کی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

حضور ﷺ کی محبت:

حضور صلوٰت اللہ علیہ و سلامہ کی محبت مغز قرآں، روح ایماں، جان دیں ہے، اور اگر اس محبت کی گرمی نہ ہو تو عقائد و افکار بے معنی ہوتے ہیں، اعمال و افعال کیف و سرور سے تہی لگتے ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے نزدیک اس محبت کی کیا اہمیت ہے، ملاحظہ کیجئے:

○ "ایک وقت درویشوں کی جماعت بیٹھی تھی، اس فقیر نے اپنی محبت کی بناء پر جو آنسرور ﷺ کے غلاموں سے ہے ان سے اس طرح کہا کہ آنسرور ﷺ کی محبت اس طور پر مسلط ہوئی کہ حق سبحانہ کو اس واسطے سے دوست رکھتا ہوں کہ وہ محمد ﷺ کا رب ہے۔ حاضرین اس بات سے حیرت میں پڑ گئے لیکن مخالفت کی مجال نہ تھی۔ یہ بات حضرت رابعہ بصری علیہا الرحمہ کی اس بات سے خلاف ہے جو انہوں نے آنسرور ﷺ کے جواب میں کہی تھی کہ حق تعالیٰ کی محبت اس طور پر مسلط ہو گئی ہے کہ آپ کی محبت کے لیے جگہ

باقی نہیں رہی۔ یہ دونوں باتیں اگرچہ سکر کی خبر دیتی ہیں لیکن میری بات اصلیت رکھتی ہے۔ انہوں نے عین سکر میں یہ بات کہی اور میں نے ابتدائے صحو میں۔ ان کی بات مرتبہ صفات میں ہے اور میری بات مرتبہ ذات سے رجوع کے بعد کی ہے"۔ (۸۳)

اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کی محبت رسول ﷺ بھی ضرب المثل ہے۔ آپ کی زبان و قلم سے جتنے حرف نکلے، تمام کے دامن سے محبت شہ والا ﷺ کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

نور الہ کیا ہے محبت حبیب ﷺ کی
جس دل میں یہ نہ ہو وہ جگہ خوک و خر کی ہے

اور جب عالم فانی سے رخصت ہوئے تو اپنے علم و عمل پر کوئی ناز نہیں تھا، ناز تھا تو بس محبت رسول ﷺ پر

لحد میں عشق رخ شہ ﷺ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی، چراغ لے کے چلے

آپ نے ایک جگہ قرآن و حدیث کا نچوڑ بیان کیا ہے:

○ "عبادت ان کی کفر، اور بے ان کی تعظیم حبط (برباد، ناقابل اعتبار، منہ پر مار دیئے جانے کے قابل) ایمان ان کی محبت و عظمت کا نام (۸۴)

آپ کے عشق نے بھی یہی درس دیا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ پر ایمان کا دعویٰ رکھے اور محمد رسول اللہ ﷺ کو نہ مانے وہ ایسے ہی توحید کی گواہی دیتا ہے جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو نہ بھیجا، وہ ہرگز اللہ نہیں، اللہ یقیناً وہ ہے، جس

نے محمد رسول اللہ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا (ملفوظات، جلد دوم، ص ۲۰۴) گویا وہی مجدد پاک والی بات کہ اللہ تعالیٰ کو اس لیے مانو اور دوست رکھو کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کا پروردگار ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف بلایا ہے، یعنی توحید کو رسالت و نبوت کے حوالے سے سیکھو، جو توحید، رسالت و نبوت کے بغیر مانی جائے وہ قابل قبول نہیں جیساکہ ابلیس کا جذبہ توحید رد ہوا۔

محبت کے تقاضے:

جذبہ محبت کے کچھ تقاضے بھی ہیں۔ اگر ان تقاضوں کا لحاظ نہ کیا جائے تو یہ جذبہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا، محض ایک دعویٰ ہوتا ہے، جس کی کوئی دلیل نہ ہو۔ آیئے ان تقاضوں کا ان راہنماؤں کے ارشادات عالیہ کی روشنی میں جائزہ لیں۔

محبوب کا ذکر:

حدیث پاک میں ہے من احب شیا اکثر ذکرہ یعنی محبوب کی محبت یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس کا کثرت سے ذکر کیا جائے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے جگہ جگہ حضور ﷺ کے فضائل و کمالات کا ذکر کیا ہے، بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ ضروری باتوں اور کاموں سے فارغ ہو کر باقی تمام وقت اسی عمل میں صرف فرماتے۔ ایک سید زادے کو لکھتے ہیں:

○ "آپ فقرا کے ساتھ ملتے جلتے اور ان سے محبت رکھتے ہیں، یہ بے سروساماں فقیر نہیں جانتا کہ اس کے جواب میں کیا لکھے، سوائے اس کے کہ چند فقرے عربی عبارت میں جو آپ کے بزرگوار خیر العرب ﷺ کے فضائل میں ماثور ہیں،

لکھے اور اس سعادت نامہ کو آخری نجات کا وسیلہ بنائے نہ کہ آنحضرت ﷺ کی تعریف کرے بلکہ اپنے کلام کو حضور ﷺ کے نام سے آراستہ کرے۔

ما ان مدحت محمد بمقالتی
لکن مدحت مقالتی بمحمد (۸۵)

یہ اسی محبت لافانی کا فیضان تھا کہ آپ درود و سلام کی خصوصی محافل کا انعقاد فرماتے۔ جیسا کہ علامہ ہاشم کشمی نے لکھا (۸۶) حضور ﷺ کا میلاد پاک بھی دراصل حضور ﷺ کے ذکر خیر کی سنہری کڑی ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا کہ یہ حضور ﷺ کے معجزات و کمالات، فضائل و مناقب کی تعلیم و اشاعت کا اہم ذریعہ ہے۔ فرماتے ہیں:

○ "آپ نے مولود خوانی کے بارہ میں لکھا تھا کہ قرآن مجید کو خوش آواز سے پڑھنے اور نعت و منقبت کے قصائد کو خوش آوازی سے پڑھنے میں کیا مضائقہ ہے۔ ہاں قرآن مجید کے حروف کی تحریف اور ان کے تغیر و تبدل اور مقامات نغمہ کی رعایت اور اس طرز پر آواز پھیرنا اور سر نکالنا اور تالی بجانا وغیرہ وغیرہ جو شعر میں بھی ناجائز ہیں، سب ممنوع ہیں۔ اگر اس طرح پر پڑھیں کہ کلمات قرآنی میں تحریف واقع نہ ہو اور قصیدوں کے پڑھنے میں بھی شرائط مذکورہ بالا ثابت نہ ہوں اور وہ بھی کسی غرض صحیح کے لیے تجویز کریں تو کوئی ممانعت نہیں۔ (۸۷)

بعض لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے میلاد پاک سے

منع کیا ہے چنانچہ اس مکتوب کی شرح میں حضرت علامہ محمد مراد علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ:

○ ""معلوم ہونا چاہئے کہ مکتوبات میں متعدد جگہ جو مولود خوانی سے مطلقاً" منع کیا گیا' حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی منع سے مراد یہی خاص صورت ہے جس کا یہاں ذکر کر دیا ہے' یہاں چونکہ ممانعت کی وجہ بیان کر دی ہے اس لیے دوسرے مقامات پر مطلق منع کا ذکر کر دیا' ورنہ وہاں بھی منع سے یہی مخصوص صورت مراد ہے۔ لہٰذا وہابیہ کے مکتوبات میں مولود خوانی کو ناجائز کہنے کی کوئی دلیل نہیں (۸۸)۔ یعنی محفل میلاد میں غیر شرعی حرکات نہ ہوں تو قطعی جائز ہے"۔

حضرت خواجہ احمد سعید دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

○ ""اے سائل تو نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہا کہ آپ محفل میلاد سے منع فرماتے تھے' تیرا یہ قول قطعاً" غلط ہے۔ ہمارے امام و قبلہ نے گانے کی مجلس میں حاضر ہونے سے منع کیا ہے۔ اگرچہ اس مجلس میں قرآن کی تلاوت اور نعتیہ قصائد پڑھے جائیں۔ حضرت امام ربانی نے قرآن و حدیث کے پڑھنے سے منع نہیں فرمایا جیسا کہ حضرت امام ربانی کی مراد سے بے خبر لوگوں نے گمان کیا۔ اس قسم کی بات حضرت امام ربانی پر بہت بڑا بہتان ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم ایسا کام کبھی نہ کرو اگر تم

ایمان دار ہو"۔ (۸۹)

اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی محبوب مکرم شفیع معظم ﷺ کے ذکر سے اپنی روح و ضمیر کی دنیا کو شاد آباد رکھا۔ فرماتے ہیں:

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

حی و باقی جن کی کرتا ہے ثنا
مرتے دم تک ان کی مدحت کیجئے
ذکر ان کا چھیڑیے ہر بات میں
چھیڑنا شیطان کا عادت کیجئے
مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکر آیات ولادت کیجئے
کیجئے چرچا انہی کا صبح و شام
جان کافر پر قیامت کیجئے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ ﷺ کی کثرت کیجئے
جو نہ بھولا ہم غریبوں کو رضا
یاد اس کی اپنی عادت کیجئے

آپ کی محبت یہ گوارا نہیں کرتی کہ خدا تعالیٰ کے ذکر سے اس کے محبوب گرامی کے ذکر کو جدا کر دیا جائے۔ خود خدا بھی یہی چاہتا ہے' اذا ذکرت ذکرت معی' یعنی اے محبوب جہاں میرا ذکر ہو گا وہاں تیرا ذکر ہو گا۔ اسی حدیث کو سامنے رکھ کر فرماتے ہیں

ذکر خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو
واللہ ذکر حق نہیں، کنجی سقر کی ہے

اسی طرح آپ نے حضور ﷺ کے میلاد پاک کے جواز پر زبردست دلائل دیئے کہ یہ ذکر محبوب کی بہترین صورت ہے، آپ کا رسالہ اقامتہ القیامہ اسی موضوع پہ لکھا گیا ہے۔ انعقاد میلاد پر آپ کا عزم دیکھئے:

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولا کی دھوم
مثل فارس، نجد کے قلعے گراتے جائیں گے

محبوب کی غیرت:

محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کی غیرت ہو۔ محبوب کے دوست کو دوست رکھنا اور دشمن کو دشمن جاننا اسی غیرت کا نام ہے، اگر محبوب کے دوست سے بگاڑ اور دشمن سے سازباز ہو، منہ پیار اور خیر سگالی کا رشتہ ہو تو یہ محبت کے پاکیزہ جذبے کے ساتھ مذاق ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

○ "کمال محبت کی نشانی یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ پوری طرح عداوت رکھی جائے، محبت میں دوغلے پن کی گنجائش نہیں ہے۔ محب، محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے اور مخالفت کی مجال نہیں رکھتا۔ اور محبوب کے مخالفوں سے کسی بھی وجہ سے صلح نہیں کر سکتا۔ اور دو متضاد محبت جمع نہیں ہو سکتیں کیونکہ اجتماع ضدین محال کیا گیا ہے۔ ایک کی محبت دوسرے کی عداوت کو مستلزم ہے"۔ (۹۰)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

○ "جیسے تمہارے باپ، تمہارے استاد، تمہارے پیر، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کے باشد جب وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کریں اصلا" تمہارے قلب میں ان کی عظمت ان کی محبت کا نام و نشان نہ رہے۔ فورا" ان سے الگ ہو جاؤ، ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، ان کی صورت سے نفرت کھاؤ"۔ (۹۱)

○ "اگر مسلمان ہو تو ماں باپ کی عزت کو اللہ و رسول ﷺ کی عزت سے کچھ نسبت نہ مانو گے۔ ماں باپ کی محبت و حمایت کو اللہ و رسول ﷺ کی محبت و خدمت کے آگے ناچیز جانو گے، تو واجب واجب واجب لاکھ لاکھ واجب سے بڑھ کر واجب کہ ان کے بدگو سے وہ نفرت و دوری و غیظ و جدائی ہو کہ ماں باپ کے دشنام دہندہ کے ساتھ اس کا ہزارواں حصہ نہ ہو"۔ (۹۲)

○ "حاشا للہ مسلمانوں کا علاقہ محبت و عداوت صرف محبت و عداوت خدا و رسول ﷺ ہے"۔ (۹۳)

یہی وہ معیار ہے جس پر عمل کر کے ان عظیم لوگوں نے علمائے سو کے جبہ و دستار کو دیکھا نہ صوفیہ خام کے حال و قال کو سراہا اور نہ حکام وقت کے دروازے پہ جبیں سائی کی، جو بھی اللہ و رسول کی مخالفت اور ان کے دین کی اہانت کا موجب ہوا، ان کے قلم شرر بار نے اس کے فکر غلط کا آشیاں جلا کا

خاکستر بنا دیا۔ یہی وفا شعار لوگوں کی نشانی ہے۔

بجز سرکار ﷺ سرکار ایجاد
سروکارے بہ سرکارے ندارم

محبوب کی اطاعت:

محبت چاہتی ہے کہ محبوب کے نقوش پا پہ چلا جائے' اس کی اتباع و اطاعت پہ زمانے کی ہر چیز قربان کی جائے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی' اور فرمایا' جس نے میری سنت سے انحراف کیا وہ مجھ سے نہیں' یعنی لاکھ محبت کی راگنی الاپتا رہے' کچھ نہیں جب تک اطاعت و سنت میں ثابت قدم نہ ہو۔ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

○ "آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی مکمل متابعت آپ ﷺ کے ساتھ کمال محبت رکھنے کی فرع ہے' کیونکہ محب جسے چاہتا ہے اس کی اطاعت کرتا ہے"۔ (۹۴)

○ "آخرت کی نجات اور ہمیشہ کی سرخروئی سید الاولین والاخرین ﷺ کی پیروی کے ساتھ وابستہ ہے۔ آپ کی پیروی کے باعث ہی حق تعالیٰ کی محبوبیت کے مقام تک پہنچتے ہیں' پس آپ کے لیے ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی اور سنت کو لازم قرار دے اور شریعت حقہ کے موافق اعمال بجالائیں"۔ (۹۵)

○ "حق سبحانہ تعالیٰ نے اطاعت رسول ﷺ کو عین اپنی

اطاعت کہا' اسی تاکید و تحقیق کی خاطر لفظ قد وارد ہوا تاکہ کوئی بوالہوس ان اطاعتوں میں فرق نہ کرے"۔ (۹۶)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے اس موضوع پر "مقال عرفا" جیسی کتاب لکھی' جس میں اکابر صوفیہ کے ارشادات نقل کر کے بتایا کہ تصوف اسلامی میں اطاعت محبوب کا کیا مقام ہے۔ فرماتے ہیں:

○ "شریعت محمدیہ کا ترجمہ ہے محمد رسول اللہ کی راہ' یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت بلکہ ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں اس کا مانگنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم' ہم کو محمد ﷺ کی راہ چلا' ان کی شریعت پر ثابت قدم رکھ۔ (مقام عرفا ۳)

○ "ایک مقام پہ اپنی حمایت میں حضرت ابو العباس علیہ الرحمہ کا قول لکھتے ہیں کہ جو اپنے اوپر آداب شریعت لازم کرے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نور معرفت سے بھر دے گا اور کوئی مقام اس سے بڑھ کر معظم نہیں کہ نبی ﷺ کے احکام' افعال' عادات سب میں حضور ﷺ کی پیروی کی جائے"۔ (۹۷)

محبوب کو بے عیب جاننا:

محب صادق کو اپنے محبوب طرحدار میں کوئی عیب و نقص نظر نہیں آتا۔ حدیث پاک ہے حبک شی یعمی و یصم کہ کسی شے کی محبت' محب کو اس کے بارے میں اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے' وہ اس میں خامی دیکھتا ہے نہ اس کی

برائی سنتا ہے، جن لوگوں نے محبوب کبریا، مقصود خدا ﷺ سے سچی محبت کی وہ یہی نغمہ الاپتے رہے۔

خلقت مبرا من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء
اجمل منک لم ترقط عینی
احسن منک لم تلد النساء

ویسے بھی محبت ہوتی ہی اس سے ہے جو سراپا حسن و خوبی ہو، جو سراسر زیبائی و رعنائی ہو اور واللہ کائنات میں حسن و خوبی، زیبائی و رعنائی کے مرتبہ کمال پہ فائز ہیں تو ہمارے آقا و مولا حضور ﷺ، کوئی آپ ﷺ کا مثیل و سہیم نہیں، کوئی آپ ﷺ کا عدیل و شریک نہیں یعنی لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا، حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے محبوب گرامی ﷺ کے بے عیب کردار و اطوار کا ذکر فرماتے ہیں:

○ "نبوت سے پہلے، تبلیغ کے وقت اور تبلیغ دین کے بعد آنحضرت ﷺ کے واقعات و حالات (آپ ﷺ کی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے) واضح ثبوت ہیں، (اسی طرح) آپ کے اعلیٰ اخلاق حسنہ اور دانش مندانہ احکام ہیں، آپ ایسے خطرناک مواقع پر پیش قدمی فرماتے تھے یہاں بڑے بڑے بہادر اور دلیر انسان بھی پیچھے ہٹ جایا کرتے تھے۔ نیز آپ ﷺ نے نہ صرف مذہبی کاموں بلکہ دنیوی امور میں بھی کبھی دروغ گوئی سے کام نہیں لیا۔ اگر آپ نے کبھی جھوٹ بولا ہوتا تو آپ ﷺ کے دشمن اسے ساری دنیا میں مشہور کر

دیتے۔ آپ ﷺ نے نہ دعویٰ نبوت سے پہلے اور نہ بعثت کے بعد کوئی غلط کام کیا... اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا، اللہ تمہیں لوگوں سے محفوظ رکھے گا.... تمام کائنات کے حالات تبدیل ہو گئے مگر آپ ﷺ کے اوصاف و عادات تبدیل نہ ہوئے۔ یہ تمام باتیں ثابت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔
(۹۸)

اسی طرح بہت سی خوبیوں کا ذکر فرمانے کے بعد لکھتے ہیں:

○ "خوبیوں کا مجموعہ صرف انبیائے کرام علیہم السلام ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ پس نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس میں ان خوبیوں کا جمع ہونا آپ ﷺ کے نبی ہونے کے عظیم دلائل میں سے ہے"۔ **(۹۹)**

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

کیا ٹھیک ہو رخ نبوی ﷺ پر مثال گل
پامال جلوہ کف پا ہے جمال گل
جنت ہے ان کے جلوہ سے جویائے رنگ و بو
اے گل، ہمارے گل سے ہے گل کو سوال گل
سر تابقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول، بدن پھول
دل بستہ و خوں گشتہ نہ خوشبو نہ لطافت
کیوں غنچہ کہوں ہے مرے آقا ﷺ کا دہن پھول

وہ کمال حسن حضور ﷺ ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
ترا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں
نہیں جس کے رنگ کا دوسرا نہ تو ہو کوئی نہ کبھی ہوا
کہو اس کو گل کہئے کیا کوئی کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں

خامہ قدرت کا حسن دستکاری واہ وا
کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ وا

آپ کا سارا کلام حق ترجمان اسی موضوع کے گرد گھومتا ہے' دل حیران ہے کہ کس شعر کا انتخاب کرے اور کس کو چھوڑ دے'

ضروری گزارش

ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء کرام ہر قسم کے گناہ سے پاک ہوتے ہیں۔ دور اکبری میں اس عقیدے پر بھی نازیبا حملے کیے گئے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا:

○ "تمام انبیاء کرام کے ساتھ ایمان لانا چاہئے اور سب کو معصوم یعنی گناہ سے پاک اور راست گو جاننا چاہئے' ان بزرگواروں میں سے ایک پر ایمان نہ لانا گویا ان تمام پر ایمان نہ لانا ہے کہ ان کا کلمہ متفق ہے' ان کے دین کے اصول واحد ہیں"۔ (۱۰۰)

○ "انبیاء کرام خدا کی طرف سے مخلوق کے پاس بھیجے گئے

کہ لوگوں کو خدا کی جانب بلائیں اور گمراہی سے راہ راست پہ لائیں اور جو ان کی دعوت قبول کرے اسے بہشت کی خوشخبری دیں اور جو انکار کرے' اسے عذاب دوزخ سے ڈرائیں اور جو کچھ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کیا اور تبلیغ فرمائی وہ سب حق و صداقت پر مبنی ہے' اس میں جھوٹ کا شائبہ تک نہیں"۔ (۱۰۱)

اعلیٰ حضرت کے دور میں ابن عبدالوہاب نجدی کے نظریات فاسدہ زوروں پر تھے' اس کی فکر کے وارث ملا انگریزوں کی شہ پہ عصمت انبیاء جیسے بنیادی عقیدے کے بھی درپے ہو گئے' ان کے نزدیک جب امکان کذب باری کی گنجائش تھی تو انبیاء کرام ان کے کیا لگتے تھے۔ چنانچہ قاسم نانوتوی نے دین و ایمان کا خون اس طرح کیا کہ "دروغ صریح بھی کئی طرح ہوتا ہے جن میں سے ہر ایک کا حکم یکساں نہیں' ہر قسم سے نبی کو معصوم ہونا ضروری نہیں"۔ (۱۰۲) اور لکھا کہ "بالجملہ علی العموم کذب" کو منافی شان نبوت بایں معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیاء علیہ السلام معاصی سے معصوم ہیں' خالی غلطی سے نہیں' (۱۰۳) مولوی محمد حسین غیر مقلد نے لکھا کہ تمام پیغمبر ڈگاؤ اور بھول چوک سے نہیں بچے' (۱۰۴) اور مولوی رشید گنگوہی نے لکھا کہ "مکروہ تنزیہی کا صدور انبیا سے بعد نبوت بھی اتفاقاً" جائز رکھا گیا"" (۱۰۵)

کتنے افسوس کا مقام ہے کہ وہ عظیم المرتبت لوگ جن کے کردار کی طہارت و نفاست کی گواہی ان کے بدترین دشمنوں نے بھی دی۔ یہ "کلمہ گو" ان کے دامن نبوت کو کذب و معصیت سے آلودہ سمجھتے ہیں' لاحول ولا قوۃ الا باللہ' اس پر فتن دور میں امام بریلوی علیہ الرحمہ نے اسلام کے اس بنیادی

عقیدے کا تحفظ فرمایا' کہ انبیاء کرام قبل بعثت و بعد بعثت عمداً" و سہوا" کفرو ضلالت' منفرات ذنوب و محقرات امور بلکہ ہر اس امر سے جو باعث نفرت خلق و ننگ و عار و بدنامی ہو اگرچہ اپنا گناہ نہ ہو جیسے جنون و جذام و برص و دناءت نسب' زنائے امہات و ازواج سے باجماع معصوم' بعد بعثت تعمد کبائر سے باجماع اہل سنت معصوم ہیں اور مذہب صحیح و حق میں صغائر سے بھی"۔ (۱۰۶)

اور فرمایا کہ "غیر تلاوت میں اپنی طرف سے سیدنا آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف نافرمانی و گناہ کی نسبت حرام ہے' ائمہ دین نے اس کی تصریح فرمائی بلکہ ایک جماعت علماء کرام نے اسے کفر بتایا' مولیٰ کو شایاں ہے کہ اپنے محبوب بندوں کو جس عبارت سے تعبیر فرمائے' فرمائے' دوسرا کہے تو زبان گدی کے پیچھے سے کھینچی جائے"۔ (۱۰۷)

محبوب کا ادب

محب اپنے محبوب کا سو جان سے ادب و احترام کرتا ہے۔ اقبال کے نزدیک تو:

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

اور پھر محبوب حجازی کا ادب' اللہ! اللہ! جس کے دربار گوہر بار میں بلند آواز سے گفتگو کرنا حبط اعمال کا باعث ہے۔ بے شعوری و کج ایمانی کا ذریعہ ہے۔ محرومی و ناکامی کا پیش خیمہ ہے' کسی نے کیا خوب کہا۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ اذان میں جب حضور محبوب

کبریا صلوۃ اللہ علیہ و سلامہ کا اسم گرامی سنتے تو فرط ادب اور شوق محبت سے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگاتے (۱۰۸)۔ یہ عمل ثابت کرتا ہے کہ آپ کے قلب منیر میں تعظیم محبوب کا جذبہ بے پایاں موجود تھا۔ آپ کے نزدیک مرشد کامل حضور فخر کائنات ﷺ کا نائب ہوتا ہے' آپ نے جگہ جگہ مرشد کی بارگاہ کے جو آداب رقم کیے ہیں انہیں سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ آپ کی نظر میں سب سے بڑے مرشد' سب سے بڑی ہادی' سب سے بڑے رہبر کی بارگاہ کے آداب کیا ہوں گے' مرشد کامل کی بارگاہ کے آداب انشاء المولی آگے بیان کیے جائیں گے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی طرح اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی محبوب اکرم رسول اعظم ﷺ کے ادب و احترام پہ بہت زور دیا۔ فرماتے ہیں:

○ "بوجہ اطلاق آیات حضور اقدس ﷺ کی تعظیم جس طریقے سے کی جائے گی حسن و محمود رہے گی۔ اور خاص خاص طریقوں کے لیے ثبوت جداگانہ درکار نہ ہو گا......
نبی ﷺ کی تعظیم تمام اقسام تعظیم کے ساتھ جن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ الوہیت میں شریک کرنا نہ ہو' ہر طرح امر مستحسن ہے۔ ان کے نزدیک جن کی آنکھوں کو اللہ تعالیٰ نے نور بخشا ہے"۔ (۱۰۹)

بارگاہ رسالت پناہ ﷺ کے آداب لکھتے ہیں:

○ "جب حرم محترم مدینہ میں داخل ہوا حسن یہ ہے کہ سواری سے اتر پڑے' روتا' سر جھکائے' آنکھیں نیچی کیے

چلے، ہو سکے تو برہنہ پائی بہتر بلکہ:

جائے سراست اینکہ تو پامی نہی
پائے نہ بنی کہ کجا می نہی

○ "جب در مسجد پر حاضر ہو، صلوۃ و سلام عرض کر کے قدرے توقف کرے گویا سرکار ﷺ سے اذن حضوری کا طالب ہے۔ اس وقت جو ادب و تعظیم واجب ہے مسلمان کا قلب خود واقف ہے۔ زنہار زنہار اس مسجد اقدس میں کوئی حرف چلا کر نہ کہے۔ یقین جان کہ وہ مزار اطہر و انور میں بحیات ظاہری دنیاوی حقیقی ویسے ہی زندہ ہیں جیسے پیش از وفات تھے۔ ائمہ دین فرماتے ہیں حضور ﷺ ہمارے ایک ایک قول و فعل بلکہ دل کے خطروں پر مطلع ہیں (۱۱۰) ایک جگہ فرماتے ہیں:

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب ﷺ
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

اعلی حضرت بریلوی قدس سرہ بھی حضور جان رحمت ﷺ کے نامی نامی پہ انگوٹھے چوم کر آنکھوں پہ لگاتے تھے، آپ نے اس موضوع پہ منیر العینین جیسا زبردست رسالہ بھی رقم فرمایا۔

☆☆☆

شریعت مطہرہ

دور اکبری میں دو گروہ مشہور تھے، صوفیہ خام اور علمائے سو، یہ دونوں

گروہ بلا کے تارک شریعت تھے، بدعات و منکرات کے رسیا تھے، اور ستم یہ کہ اپنی بد عملیوں کو عرفان و ایقان اور علم و فکر کا نام دیتے تھے گویا:

متاع دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافر ادا کا غمزہ خوں ریز ہے ساقی

اس دور میں امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے شریعت مطہرہ کے علم و عمل پہ جس طرح زور دیا، وہ ان کا ہی حصہ ہے۔ آپ نے فرمایا:

○ "اکثر خام صوفی اور بے سروساماں ملحد اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ اپنی گردنوں کو شریعت مطہرہ کی اطاعت سے باہر نکال لیں اور شرعی احکام کو عوام الناس ہی کے ساتھ مخصوص رکھیں، ان لوگوں کا خیال ہے کہ خواص صرف معرفت ہی کے مکلف ہیں جیسا کہ وہ اپنی جہالت کے باعث امیروں اور بادشاہوں کو عدل و انصاف کے سوا اور کسی چیز کا مکلف قرار نہیں دیتے اور وہ کہتے ہیں کہ احکام شریعہ بجا لانے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ معرفت حاصل ہو جائے اور جب معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو شرعی تکلیفات ساقط ہو جاتی ہیں"۔ (۱۱۱)

○ "اس جگہ کوئی غلطی نہ کرے اور یہ نہ کہے کہ اس مقام میں صورت شریعت اور حقیقت شریعت سے بے نیازی ہو جاتی ہے اور پیروی احکام شریعہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ معاملے کی اصل و بنیاد شریعت ہے۔ پس درخت کتنا ہی بلند و بالا ہو جائے اور دیوار کتنی ہی اونچی ہو

جائے وہ بنیاد سے مستغنی نہیں ہو سکتی اور اس کی احتیاج سے بے نیازی حاصل نہیں ہوتی...... پس شریعت کی ہر وقت اور ہر حال میں ضرورت ہے اور احکام شرعیہ کی بجا آوری کے سب محتاج ہیں"۔ (۱۱۲)

○ "صوفیہ خام ذکر و فکر کو ضروری سمجھ کر فرض و سنن کے بجالانے میں تساہل سے کام لیتے ہیں اور چلے اور ریاضتیں اختیار کر کے جمعہ و جماعت کو ترک کر دیتے ہیں۔ نہیں جانتے کہ ایک فرض کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا ان کے ہزار چلوں سے بہتر ہے۔ ہاں آداب شرعیہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ذکر و فکر میں مشغول ہونا بھی بہتر اور ضروری ہے۔ نادان علماء بھی نوافل کی ترویج میں سعی کرتے ہیں لیکن فرائض کو خراب و ابتر کرتے رہتے ہیں"۔ (۱۱۳)

○ "سالک اتباع شریعت میں جس قدر راسخ اور ثابت قدم ہو گا اسی قدر ہوائے نفس سے زیادہ دور ہو گا۔ پس نفس امارہ پر شریعت اور امر و نہی کے بجالانے سے زیادہ دشوار کوئی چیز نہیں اور صاحب شریعت کی پیروی کرنے کے سوا کسی چیز میں اس کی خرابی متصور نہیں ہے۔ وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو سنت کی تقلید کے سوا اختیار کریں وہ معتبر نہیں کیونکہ جوگی، برہمن اور یونان کے فلسفی اس امر میں شریک ہیں اور وہ ریاضتیں ان کے حق میں گمراہی کے سوا کچھ زیادہ

نہیں دیتیں اور سوائے خسارے کے کچھ فائدہ نہیں دیتیں"۔ (۱۱۴)

○ "اکثر (لوگ) عالم خواب و خیال میں آرام پسند ہیں، نیز نکمی اور بیہودی باتوں پر کفایت کرتے ہیں، وہ شریعت کے کمالات کو ہی نہیں جان سکتے تو طریقت اور حقیقت کا کیا پتہ لگا سکتے ہیں، یہ لوگ شریعت کو پوست خیال کرتے ہیں اور حقیقت کو مغز جانتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں جانتے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ صوفیہ کی بعض بیہودی باتوں پر مغرور اور احوال و مقامات پر فریفتہ ہیں۔ هداهم الله سبحانه سواء الطريق والسلام علينا و علىٰ عباد الله الصالحين"۔ (۱۱۵)

○ "لہٰذا اس روشن شریعت والی ہستی کے منکر اور ملت زہرا کے بانی کے مخالف ساری مخلوقات سے بدبخت ترین لوگ ہیں۔ الاعراب اشد كفرا و نفاقا یہ فرمان ان کی حالت کا پتہ دیتا ہے، تعجب ہے کہ بعض ناپختہ و ناقص درویش جو اپنے خیالی کشف کو معتبر سمجھتے ہیں، اس روشن شریعت کی مخالفت اور انکار میں پیش قدمی کرتے ہیں، حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی باوجود اپنی اس کلیمی اور قرب خاص کے اگر زندہ ہوتے تو اس شریعت کی پیروی کے بغیر کوئی اور طریقہ اختیار نہ فرماتے تو ان فقیران بے سروسامان کی کیا ہستی

ہے کہ آپ کی مخالفت کریں اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ہی خراب کرتے ہیں اور الحاد و زندقہ کے داغ سے متہم ہوتے ہیں"۔ (۱۱۶)

اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی ایسے صوفیہ و علماء کا خوب محاسبہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا:

○ "یقیناً قطعاً" شریعت ہی اصل کار ہے، شریعت ہی مناط و مدار ہے۔ شریعت ہی محک و معیار ہے"۔

○ "طریقت بھی راہ ہی کا نام ہے، اب اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو شہادت قرآن عظیم خدا تک نہ پہنچائے گی، بلکہ شیطان تک، جنت میں نہ لے جائے گی بلکہ جہنم میں کہ شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن عظیم باطل و مردود فرما چکا"۔

○ "لا جرم ضرور ہوا کہ طریقت یہی شریعت ہے، اسی راہ روشن کا ٹکڑا ہے، اس کا اس سے جدا ہونا محال و ناسزا ہے"۔

○ "طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے، شریعت ہی کی اتباع کا صدقہ ہے۔ ورنہ بے اتباع شرع بڑے بڑے کشف راہبوں، جوگیوں، سناسیوں کو ہوتے ہیں، پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں، اسی نار جحیم و عذاب الیم تک پہنچاتے ہیں"۔

○ "یہ ہیں وہ کہ طریقت بلکہ حقیقت تک پہنچ کر اپنے آپ

کو شریعت سے مستثنیٰ سمجھے اور ابلیس کے فریب میں آکر اس الٰہی فانوس کو بجھا بیٹھے"۔

○ "بالجملہ شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس ایک ایک پل، ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر باریک اسی قدر ہادی کی زیادہ حاجت و لہٰذا حدیث میں آیا المتعبد بغیر فقه کالحمار فی الطاحون، بغیر فقہ کے عبادت میں پڑنے والا ایسا ہے جیسا چکی میں گدھا کہ مشقت جھیلے اور نفع کچھ نہیں"۔ (۱۱۷)

کتابیات

○ ۱۔ منتخب التواریخ (۲۰۱) مطبوعہ کلکتہ

○ ۲۔ ایضاً" (۲۷۳)

○ ۳۔ ایضاً" (۲۱۵)

○ ۴۔ مکتوب ۲۷ جلد اول ○ ۵۔ روضۃ القیومہ (۹۶) مکتبہ نبویہ لاہور مترجم

○ ۶۔ ایضاً"

○ ۷۔ ایضاً" (۱۳۱)

○ ۸۔ منتخب التواریخ (۳۲۵)

○ ۹۔ سیرت مجدد الف ثانی (۱۰۱)

○ ۱۰۔ اثبات النبوۃ (۵۰)

○ ۱۱۔ مکتوب ۶۷ دفتر دوم

○ ۱۲۔ پیش لفظ مکتوبات امام ربانی بحیثیت ماخذ ایمانیات (۲۲) مطبوعہ کراچی

○ ۱۳۔ تقویۃ الایمان (۳۱)

○ ۱۴۔ تحذیر الناس (۲۵) مطبوعہ دیوبند

○ ۱۵۔ جزاء اللہ عدوہ باباء ختم النبوہ (۶) مطبوعہ لاہور

○ ۱۶۔ ایضاً" (۸۰)

○ ۱۷۔ الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور (۷۴)

○ ۱۸۔ مکتوب ۱۲۲ دفتر سوم

○ ۱۹۔ ایضاً"

○ ۲۰۔ مکتوب ۱ دفتر دوم

○ ۲۱۔ صلوۃ الصفا فی نور المصطفیٰ (۱۸) مطبوعہ مکتبہ رضا فاؤنڈیشن لاہور

○ ۲۲۔ ایضاً" (۲۸)

○ ۲۳۔ مکتوب ۱۰۰ دفتر سوم

○ ۲۴۔ ایضاً"

○ ۲۵۔ صلوہ الصفا (رسائل نور ۱۶) مطبوعہ لاہور

○ ۲۶۔ ایضاً" (۳۴)

○ ۲۷۔ شمول الاسلام (۲۰) مطبوعہ لاہور

○ ۲۸۔ مکتوب ۱۰۰ دفتر سوم

○ ۲۹۔ مکتوب ۱۲۲ دفتر سوم

○ ۳۰۔ نفی الفی (رسائل نور ۵۲) مطبوعہ لاہور

○ ۳۱۔ مکتوب ۶۴ دفتر سوم

○ ۳۲۔ مکتوب ۱۰۱ دفتر اول

○ ۳۳۔ مکتوب ۲۷ دفتر سوم

○ ۳۴۔ بخاری شریف جلد ۱ (۲۶۳) مطبوعہ قصور

○ ۳۵۔ قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام (۱۴) مطبوعہ ادارہ تعلیمات مجددیہ شکر گڑھ

○ ۳۶۔ مکتوب ۷ دفتر دوم

○ ۳۷۔ مکتوب ۱ دفتر دوم

○۳۸ - مکتوب ۷ دفتر دوم

○۳۹ - ایضاً"

○۴۰ - تجلی الیقین (۱۶، ۱۷) ملخصاً" مطبوعہ مجلس رضا لاہور

○۴۱ - دفتر دوم مکتوب ۱۶

○۴۲ - الاستغاثہ والتوسل (۱۲۲) مطبوعہ مجلس رضا لاہور

○۴۳ - مکتوب ۳۱۰ دفتر اول

○۴۴ - خالص الاعتقاد (۲۶) مطبوعہ بریلی شریف (ملخصاً")

○۴۵ - انباء المصطفیٰ (۲۰) مطبوعہ لاہور

○۴۶ - الدولتہ المکیہ (۲۵۱) مطبوعہ کراچی

○۴۷ - ایضاً" (۳۰۹)

○۴۸ - خالص الاعتقاد (۵۶)

○۴۹ - مکتوب (۲۲۰) دفتر اول

○۵۰ - مکتوب ۹۵ دفتر اول

○۵۱ - مکتوب ۲۷۲ دفتر اول

○۵۲ - برکات الامداد (۱۹) مطبوعہ کراچی

○۵۳ - مفردات امام راغب اصفہانی

○۵۴ - بخاری و موطا شریف

○۵۵ - مکتوب ۹۹ دفتر اول

○۵۶ - مکتوب ۱۶ دفتر اول

○۵۷ - دفتر دوم مکتوب ۵۸

○۵۸ - ختم النبوۃ (۲۸) مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور

○۵۹ - مکتوب ۱۱۲ دفتر سوم

○۶۰ - مکتوب ۱۲۱ دفتر سوم

○۶۱ - تجلی الیقین (۵۹)

○۶۲ - ختم النبوہ (۲۹)

○۶۳ - الامن والعلی (۳۴) مطبوعہ لاہور

○۶۴ - دفتر اول مکتوب ۷۱

○۶۵ - معارف لدنیہ (۷۶) مطبوعہ کراچی

○۶۶ - ابو داؤد و ترمذی و بیہقی، ابن ماجہ عن انس بن مالک و جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما

○۶۷ - مکتوب ۶۷ دفتر دوم

○۶۸ - تجلی الیقین (۲۳)

○۶۹ - ایضاً" (۲۸)

○۷۰ - ایضاً" (۲۵)

○۷۱ - ایضاً" (۸۶)

○۷۲ - ایضاً" (۹۲)

○۷۳ - عہد مغلیہ مع دستاویزات (۳۵۲)

○۷۴ - مکتوب ۲۷۲ دفتر اول

○۷۵ - مکتوب ۲۸۳ دفتر اول

○۷۶ - اعتقاد الاحباب (۲۳) مطبوعہ لاہور

○ ۷۷۔ مجدد اسلام (۱۶۴) از حضرت نسیم بستوی

○ ۷۸۔ جامع الترمذی

○ ۷۹۔ مکتوب ۱۳۵ دفتر اول

○ ۸۰۔ اعتقاد الاحباب (۲۲)

○ ۸۱۔ منبہ المنیہ بوصول الحبیب الی العرش والرویہ (۶) مطبوعہ کراچی

○ ۸۲۔ ملفوظات حصہ سوم (۲۸۴)

○ ۸۳۔ مبدا و معاد منہا (۳۷)

○ ۸۴۔ اعتقاد الاحباب (۲۴)

○ ۸۵۔ مکتوب ۴۴ دفتر اول

○ ۸۶۔ زبدۃ المقامات (۲۸۶) مطبوعہ سیالکوٹ

○ ۸۷۔ مکتوب ۷۲ دفتر سوم

○ ۸۸۔ مکتوبات محشی از علامہ نور احمد امرتسری علیہ الرحمہ

○ ۸۹۔ اثبات المولد والقیام (۲۷) مطبوعہ لاہور

○ ۹۰۔ مکتوب ۱۶۵ دفتر اول

○ ۹۱۔ تمہید ایمان (۹) مطبوعہ لاہور

○ ۹۲۔ ایضاً (۲۱)

○ ۹۳۔ ایضا (۵۲)

○ ۹۴۔ مکتوب ۱۶۵ دفتر اول

○ ۹۵۔ مکتوب ۲۴۹ دفتر اول

○ ۹۶۔ مکتوب ۱۵۲ دفتر اول

○ ۹۷۔ مقام عرفا (۲۰)

○ ۹۸۔ ردالہ تبلیلیہ (۴۳) مطبوعہ کراچی

○ ۹۹۔ اثبات النبوہ (۱۰۹) مطبوعہ کراچی

○ ۱۰۰۔ مکتوب ۷۱ دفتر سوم

○ ۱۰۱۔ مکتوب ۶۷ دفتر دوم

○ ۱۰۲۔ تصفیہ العقائد (۳۵) مطبوعہ دہلی

○ ۱۰۳۔ ایضاً (۲۸)

○ ۱۰۴۔ رد التقلید بالکتاب المجید

○ ۱۰۵۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد ۲ (۱۱)

○ ۱۰۶۔ احکام شریعت (۳۲۹) مطبوعہ شبیر برادرز لاہور

○ ۱۰۷۔ رسالہ ارتفاع الحجب فتاویٰ رضویہ (۸۲۳) جلد اول مطبوعہ لاہور

○ ۱۰۸۔ جواہر مجددیہ از مولانا عالم الدین صاحب

○ ۱۰۹۔ اقامتہ القیامہ علی طاعن القیام لنبی تہامتہ (۲۹) مطبوعہ بریلی

○ ۱۱۰۔ المنیرہ الوضیتہ (۴۴) مطبوعہ لاہور

○ ۱۱۱۔ مکتوب ۲۷۶ دفتر اول

○ ۱۱۲۔ مکتوب ۵۰ دفتر دوم

○ ۱۱۳۔ مکتوب ۳۶۰ دفتر اول

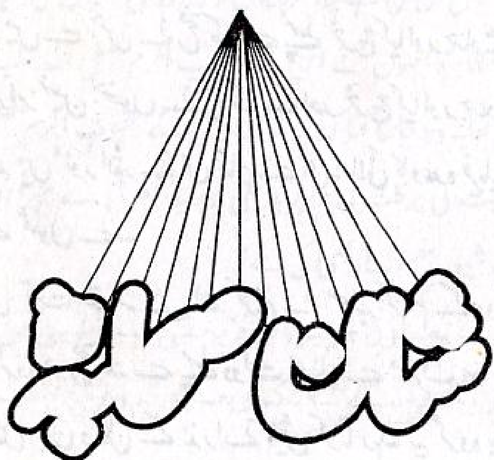
○ ۱۱۴۔ مکتوب ۲۲۱ دفتر اول

○ ۱۱۵۔ مکتوب ۴۰ دفتر اول

○ ۱۱۶۔ معارف لدنیہ (۱۸۴) مطبوعہ کراچی

۱۱۷۔ مقام العرفاء باعزاز شرح و علماء (ا) تا (۸) مطبوعہ میرٹھ

باب چہارم



شان صحابہ

○

اللہ کریم نے اپنے کلام قدیم میں ارشاد فرمایا

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولک اعظم درجہ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا و کلا وعد اللہ الحسنی واللہ بما تعملون خبیرہ(۱)

تم میں سے جس نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد میں حصہ لیا وہ ان لوگوں کے برابر نہیں جنھوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور جہاد میں حصہ لیا بلکہ درجہ میں بلند ہیں' اور اللہ نے ان تمام سے ہی بھلائی کا وعدہ فرمایا' اور اللہ واقف ہے تمہارے عملوں سے۔

اس آیت مقدسہ میں اللہ کریم نے صحابہ کرام کے دو گروہوں کا ذکر فرمایا۔ ایک گروہ جو فتح مکہ سے پہلے دولت ایمانی سے مشرف ہوا اور اللہ و رسول کے راستے میں جان و مال کے نذرانے پیش کرتا رہا۔ یہ گروہ بلند مرتبہ ہے۔ دوسرا گروہ جو فتح مکہ کے بعد حلقہ اسلام میں آیا اور جان و مال سے اسلام کی خدمت کی' یہ دونوں گروہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہیں' وکلا وعداللہ الحسنی کے مبارک کلمات اس کی دلیل ہیں۔ ایک شیعہ مفسر علامہ کاشانی اسکی تفسیر میں لکھتا ہے

"(وکلا) وہمہ را کہ نفقہ میکنند و قتال می نمایند قبل از فتح و بعد ازاں (وعداللہ الحسنی) وعدہ داوہ است خدائے مثوبت نیکو را کہ بہشت است اما باتفاق درجات" (۲)

اس آیت مقدسہ نے ان تمام لوگوں کے خیالات و نظریات کو رد کر دیا ہے جو صحابہ کرام کے حالات و واقعات کا جائزہ تاریخ و سیاست' کی روشنی میں لیتے ہیں' حالانکہ چاہیے تو یہ ہے کہ ان عظیم افراد امت کے بارے میں قرآن و حدیث کو پیش نظر رکھا جائے۔ "واللہ بما تعملون خبیر" نے واضح کر دیا کہ رب علیم و خبیر کو سب معلوم ہے کہ صحابہ کا مستقبل کیسا ہو گا؟ اس بے نیاز مطلق نے ان کے مستقبل کی طرف توجہ نہیں دی' ان کے قتال و مشاجرات کو سامنے نہیں رکھا' بس ان کی بے پناہ قربانیوں اور لازوال محبتوں کی وجہ سے بھلائی کا وعدہ فرمایا جنکا مظاہرہ انہوں نے اس کے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ میں کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ اس کے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کی برکات سے ہر بدنیتی اور بد فطرتی سے مبرا ہو چکے ہیں۔ اس کی تائید ایک شیعہ مفسر نے بھی کی ہے'

(واللہ بما تعملون خبیر) ای لایخفی علیہ شیی من انفاقکم و جہادکم فیجازیکم بحسب نیاتکم و بصائرکم و اخلاصکم فی سرائرکم"(۳)

اب اگر کوئی مورخ و محقق اپنی تاریخ و تحقیق کے زعم میں گرفتار ہو کر ان عظیم لوگوں کی عیب جوئی میں اپنا وقت ضائع کر رہا ہے تو اس کی قسمت ورنہ قرآن حکیم نے عقیدہ روشن کر دیا ہے کہ اللہ کریم اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے ناراض نہیں اور نہ وہ اپنے پروردگار سے ناراض ہیں' رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ' کی آیت اسی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے دور میں مغل فرمانروا

نور الدین جہانگیر اپنی شیعہ بیگم، نور جہاں کی بدولت اہل تشیع کا سرپرست تھا جہانگیر خود اپنی سوانح تزک جہانگیری میں اعتراف کرتا ہے۔ در دولت بادشاہی حالا در دست ایں سلسلہ است پدر دیوان کل، پسر وکیل مطلق، دختر ہمراز و مصاحب۔ نور جہاں کچھ اس طرح اس کے اعصاب پہ سوار تھی کہ خدا پناہ، علامہ شبلی نے اس کا نقشہ کھینچا ہے۔

اس کی پیشانی نازک پہ جو پڑتی تھی گرہ
جا کے بن جاتی تھی اوراق حکومت پہ شکن

نور جہاں کا بھائی آصف جاہ جہانگیر کا وزیر اعظم تھا اب شیعہ وزیر اعظم کے ہوتے ہوئے شیعہ اثرات کس انداز سے پوری سلطنت میں سرایت کر رہے ہوں گے اس کا تجزیہ کرنا کسی عام آدمی کے لیے بھی مشکل امر نہیں خواجہ ہاشم کشمی نے لکھا ہے "دراں ایام ارباب تشیع دراں بلاد در غایت حشمت و جاہ بودند و بہ سلطان تقرب تمام و قرابت داشتند و سلطان نیز بہ دین و ارباب دین در نہایت عداوت بود (زبدۃ المقامات ص ۲۰۳ قلمی)

ان شیعہ اثرات میں سب سے خطرناک اثر یہ تھا کہ لوگوں کے دل سے صحابہ کرام بالخصوص خلفائے راشدین رضی اللہ عنھم کا احترام نکالا جائے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے اس محاذ پہ بھی باطل پرستوں کا ڈٹ کے مقابلہ کیا۔ آپ نے شیعہ اثرات کے توڑ کے لیے "رد روافض" جیسی کتاب لکھ کر عام کی۔ اور اپنے مکتوبات شریفہ کے ذریعے صحابہ کرام اور بالخصوص خلفائے راشدین رضی اللہ عنھم، کی اطاعت پہ زور دیا۔ آپ اس بارے میں کسی بھی کی

قسم کی کوتاہی برداشت نہیں فرماتے تھے۔ ذیل میں صحابہ کرام کے بارے میں آپ کے عقائد حسنہ کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

○ "اے مخاطب! میں کہتا ہوں کہ بزرگان دین اور اکابر اسلام پر طعن کرنے سے پرہیز کر کیونکہ انہوں نے اعلائے کلمتہ الحق کی خاطر اور سید الانام علیہ الصلوۃ والسلام کی امداد و اعانت میں اپنی پوری توانائیاں صرف کر دی تھیں، دین کی تائید میں انہوں نے رات دن ظاہر اور پوشیدہ اپنا دھن دولت قربان کر دیا۔ عشق رسول کی خاطر اپنے خاندان، قبیلے، اولاد، بیویاں، وطن، مکانات، چشمے، کھیتی باڑیاں، درخت، نہریں غرضیکہ تمام چیزیں چھوڑ دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات کو اپنی دولت پر ترجیح دی، اپنے اموال اور اپنی اولاد کی محبت کے مقابلے میں آپ کی محبت اختیار کی اور آپ کی صحبت میں برکات نبویہ سے سرفراز ہوئے۔ انہیں وحی کا مشاہدہ نصیب ہوا۔ حضور ملا ئکہ سے مشرف ہوئے۔ خوارق اور معجزات دیکھنے کی صورت نصیب ہوئی۔ یہاں تک کہ ان کا غیب، شہادت اور علم، عین ہو گا انہیں یقین کی وہ دولت نصیب ہوئی جو بعد میں کسی کو میسر نہیں آسکی۔ دوسرے اگر احد پہاڑ کے برابر سونا راہ خدا میں خرچ کریں تو صحابہ کرام کے ایک سیر جو کے برابر ثواب نہیں مل سکتا۔ بلکہ اس کا نصف بھی نہیں مل سکتا یہی تو وہ حضرات ہیں جن

کی اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں تعریف بیان فرمائی"۔ (۴)

جاننا چاہیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتاب و سنت کے مبلغ ہیں اور اجماع بھی ان کے زمانہ ہی سے وابستہ ہے۔ اگر یہ حضرات تمام یا ان میں سے بعض مطعون ہو جائیں اور ضلالت و فسق سے متہم کر دیئے جائیں تو پورے دین یا بعض دیں سے اعتماد اٹھ جائے گا اور خاتم الانبیا' افضل الرسل علیہ وعلیٰ الہ الصلوۃ والسلام کی بعثت کا فائدہ کم ہو کر رہ جائے گا" (۵)

ان بزرگوں کی تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور ان کی عدم تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم تعظیم ہے........ شیخ شبلی علیہ الرحمہ نے فرمایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تعظیم نہیں کرتا اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی ایمان نہیں' (٦)

"آنحضرت کے صحابہ کرام علیہ وعلیہم الصلوت والتسلیمات کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے باعث حسن ظن کی ضرورت ہے۔ اور یہ جاننا چاہیے کہ بہترین زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا۔ اور آپ کے صحابہ کرام انبیاء کرام کے بعد بنی آدم میں سب سے بہترین انسان ہیں۔ پس جو حضرات انبیا کرام کے بعد بہترین بنی آدم ہوں وہ امر باطل پر اجماع نہیں کر سکتے' خیر

البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین کافر و فاسق نہیں ہو سکتے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ صحابہ کرام بہترین بنی آدم ہیں۔ یہ اس لیے کہا ہے کہ یہ امت نص قرآنی کی رو سے خیر الامم ہے اور اس امت میں سے بہترین وہی حضرات ہیں' کیونکہ کوئی ولی بھی کسی صحابی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔" (۷)

سارے ہی صحابہ کرام سے محبت رکھنی چاہیے کیونکہ ان کی دوستی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے میرے صحابہ سے محبت رکھی تو اس نے میری محبت کے باعث ان سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھنے کے باعث ان سے بغض رکھا (۸)

○

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کا دور بھی ملت اسلامیہ کے لیے زبوں حالی کا پیغام لے کر آیا۔ انگریزوں نے ایسے فرقے تیار کیے جنھوں نے نہ صرف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنے فکر تاریک کی اشاعت کی بلکہ آپ کے یاران باصفا اور اصحاب بے ریا کو اپنی دریدہ ذہنی کا نشانہ بنایا پہلے تو یہی مشہور تھا کہ شیعہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گستاخ ہیں' ان فرقوں نے ان سے بھی دو جوتے آگے ہونے کا مظاہرہ کیا۔ مثلاً غیر مقلدین' نیچری' منکرین حدیث' قادیانی اور ان کے بطن سے نکلے ہوئے پرویزی اور مودودی وغیرہ سب اپنے اپنے انداز میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین و

تنقیص میں سرگرم تھے اور ہیں۔ غیر مقلدین کے تو علماء نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ مولوی عبدالجبار غزنوی نے لکھا ہے۔

○ "ہمارے اس زمانہ میں ایک فرقہ نیا کھڑا ہوا ہے جو اتباع حدیث کا دعوی رکھتا ہے اور درحقیقت وہ لوگ اتباع حدیث سے کنارے ہیں، جو حدیثیں کہ سلف و خلف کے ہاں معمول بہا ہیں ان کو ادنی سی قدح اور کمزور جرح پر مردود کہ دیتے ہیں اور صحابہ کے اقوال و افعال کو ایک بے طاقت سے قانون اور بے نور سے قول کے سبب پھینک دیتے ہیں اور ان پر اپنے بیہودہ خیالوں اور بیمار فکروں کو مقدم کرتے" (۹)

نواب وحیدالزماں نے لکھا ہے۔

○ "غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تیں اہل حدیث کہتے ہیں انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماع کی بھی پرواہ نہیں کرتے نہ سلف صالحین صحابہ اور تابعین کی، قرآن کی تفسیر صرف لغت سے اپنی من مانی کرلیتے ہیں، حدیث شریف میں جو تفسیر آچکی ہے اس کو بھی نہیں سنتے" (۱۰)

حافظ عبداللہ روپڑی نے لکھا ہے

○ "افسوس صدا افسوس کہ اب ہمارے (وہابیوں کے) ہی درمیان سے ایک ایسا فرقہ نکلا ہے جو...... سے بھی چار رتی بڑھ کر ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہزارہا صحابہ حاضرین مجلس جن کی ہدایت و درایت پر ساری امت متفق ہے کسی آیت کی تفسیر

میں غلطی پر ہوں اور ہم اس میں مصیب ہوں تو کوئی بعید امر نہیں...... سرگروہ اس فرقہ کے مولوی ثناء اللہ صاحب ہیں" (۱۱)

غیر مقلدین کے اپنے علماء کے اعتراف کے بعد ان کے "گستاخ صحابہ" ہونے میں کوئی استحالہ نظر نہیں آتا۔ ان لوگوں کو شاید اپنی بدبختی کا اندازہ نہیں، کہ صحابہ کرام کے اقوال و افعال کو ٹھکرا کر انہوں نے قرآن و حدیث کی ان تصریحات کو ٹھکرایا ہے جن میں ان کے اقوال و افعال کو معیار ایمان اور حجت اسلام قرار دیا گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے ان تمام لوگوں کا مقابلہ کیا۔ آپ نے شیعہ جیسے کھلے اور غیر مقلدین جیسے چھپے "باغیان صحابہ" کارد بلیغ فرما کر گویا امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی سنت کو تازہ کیا اور عوام المسلمین کو ان کے شرانگیز کردار سے روشناس کرایا۔ آپ نے اپنے رسائل اعتقاد الاحباب، رد الرفضہ، اعالی الافادہ، الادلۃ الطاعنہ، غایۃ التحقیق، مطلع القمرین، الزلال الانقی وغیرہ میں رافضی و خارجی فکروں کی خوب لی اور اپنا مسلک مہذب دلائل سے ثابت کیا۔ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں

○ صحابی ہر وہ مسلمان ہے جو حالت اسلام میں اس چہرہ خدا نما کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور اسلام ہی پر دنیا سے گیا، ان کی قدر و منزلت وہی خوب جانتا ہے جو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و رفعت سے آگاہ ہے۔ آفتاب نیم روز سے روشن تر ہے کہ محب جب قدرت پاتا ہے اپنے محبوب کو صحبت بد سے بچاتا ہے، حق تعالیٰ قادر مطلق اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے محبوب و سید المحبوبین، کیا عقل سلیم تجویز کرتی ہے کہ ایسا قدیر ایسے عظیم ذی وجاہت، جان محبوبی، کان عزت کے لیے خیار خلق کو جلیس و انیس و یار و مدد گار مقرر نہ فرمائے، جو ان میں سے کسی پر طعن کرتا ہے، جناب باری تعالیٰ کے کمال حکمت و تمام قدرت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت محبوبیت و نہایت منزلت پر حرف رکھتا ہے" (۱۲)

خلفائے راشدین

تمام انبیا کرام علیہم السلام کے بعد عالم انسانیت میں سب سے افضل و اعلیٰ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدین، حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کا مقام ہے۔ اور ان چاروں میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، برتر و بہتر ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

○ حضرات خلفائے اربعہ کی فضیلت ان کی ترتیت خلافت کے مطابق ہے کیونکہ اہل حق کا اجماع ہے کہ انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد افضل البشر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، افضلیت خلیفہ اول کی وجہ اس فقیر کے نزدیک نہ کثرت فضائل ہے نہ کثرت مناقب بلکہ ایمان میں اسبقیت، مال

خرچ کرنے میں اقدمیت اور تائید دین و ترویج شرع متین کے لیے اپنی جان خرچ کرنے میں اولیت ہے۔ سابق گویا دین کے معاملے میں لاحق کا استاد ہے اور لاحق کو جو کچھ ملتا ہے سابق کے خوان کرم سے ملتا ہے اور مذکورہ تینوں صفات کاملہ کا مجموعہ صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کی ذات ہے" (۱۳)

○ حضرت علی رضی اللہ عنہ، نے فرمایا ہے کہ ابوبکر و عمر دونوں اس امت کے افضل ترین آدمی ہیں اور جو شخص مجھے ان پر فضیلت دے وہ مفتری ہے، بہتان طراز ہے اور میں اسے اسی طرح کوڑے لگاؤں گا جس طرح مفتری کو لگاتا ہوں" (۱۴)

○ زیادہ کیا لکھوں اور روشن ترین بدیہی بات کو اور کتنا روشن کروں، کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کی تعریف و توصیف سے قرآن بھرا پڑا ہے۔ ایک سورۃ واللیل کو دیکھ لیجئے کہ تین آیات ان کی شان میں نازل ہوئی ہیں اور صحیح احادیث تو بے شمار ہیں جو ان کے فضائل پر مشتمل ہیں، گزشتہ انبیا کرام کی کتابوں میں بھی ان کے اوصاف و شمائل تھے بلکہ تمام صحابہ کرام کا تذکرہ تھا۔ (۱۵)

○ "شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم اس وقت دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک انہوں نے مجھ سے عہد نہ لے لیا کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکر ہوں گے، پھر عمر پھر عثمان اور پھر تم خلیفہ ہو گے رضی اللہ عنہم" (۱۶)

"جامع القرآن حضرت عثمان ہیں بلکہ حضرت صدیق و فاروق ہیں (رضی اللہ عنہم) اگر یہ مطعون ہو جائیں یا ان کی عدالت ختم ہو جائے تو قرآن پر کیا اعتماد رہ جائے گا دین کس چیز کا نام ہو گا الزام تراشی کی شناعت پر غور کرنا چاہیے، اصحاب پیغمبر سب عدول ہیں" (۱۷)

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان میں افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ہیں، امام شافعی علیہ الرحمہ جو اصحاب کے حالات سے بخوبی واقف ہیں انہوں نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگ بہت بے قرار ہو گئے پس ان کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، سے بہتر کوئی شخص آسمان کے سایہ تلے نہ ملا، پس انہوں نے ان کو اپنا والی بنا لیا" (۱۸)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

"اہل سنت و جماعت نصرہم اللہ تعالیٰ کا اجماع ہے کہ مرسلین ملائکہ و رسل و انبیائے بشر صلوٰۃ اللہ علیہم کے بعد حضرت خلفائے اربعہ رضوان اللہ علیہم تمام مخلوق الٰہی سے

افضل ہیں، تمام امم عالم اولین و آخرین میں کوئی شخص ان کی بزرگی و عظمت و عزت و وجاہت و قبول و کرامت و ولایت کو نہیں پہنچتا" (۱۹)

"پھر ان میں باہم ترتیب یوں ہے کہ سب سے افضل صدیق اکبر، پھر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر مولا علی صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سید ہم و علیہم وسلم، اس مذہب مہذب پر آیات قرآن عظیم و احادیث کثیرہ حضور پرنور نبی کریم علیہ وآلہ وصحبہ الصلوٰۃ والتسلیم وارشادات جلیلہ واضحہ امیرالمومنین مولا علیٰ المرتضیٰ و دیگر ائمہ اہل بیت طہارت و ارتضا و اجماع صحابہ کرام و تابعین عظام و تصریحات اولیائے امت و علمائے ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے وہ دلائل باہرہ و حجج قاہرہ ہیں جن کا استیعاب نہیں ہو سکتا۔ (۲۰)

"چاروں خلفا کے مرتبہ کو برابر کہنا"" خلاف اہل سنت ہے۔ اہل سنت کے نزدیک صدیق اکبر کا مرتبہ سب سے زائد ہے۔ پھر فاروق اعظم پھر مذہب منصور میں عثمان غنی پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم جو چاروں کو برابر جانے وہ سنی نہیں ہاں یہ معنی لے کر چاروں کا ماننا فرض ہے، اس بات میں برابری ہے تو حرج نہیں جیسے لا نفرق بین احد من رسلہ ہم اس کے رسولوں میں فرق نہیں کرتے کہ ایک کو مانیں ایک کو نہ مانیں، بلکہ سب کو مانتے ہیں اور فرماتا ہے

تلک الرسل فضلنا بعضھم علٰی بعض ان رسولوں میں
ہم نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی واللہ اعلم"

"حضرات شیخین، صاحبین، صہرین، وزیرین، امیرین، مشیرین ضجیعین، رفیقین سیدنا و مولینا عبداللہ العتیق ابوبکر صدیق و جناب حق ماب ابو حفص عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی شان ولا سب کی شانوں سے جدا ہے۔ اور ان پر سب سے زیادہ عنایت خدا اور رسول خدا جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم ہے، بعد انبیا و مرسلین و ملا ئکہ مقربین کے جو مرتبہ ان کا خدا کے نزدیک ہے دوسرے کا نہیں اور رب تبارک و تعالیٰ سے جو قرب و نزدیکی اور بارگاہ عرش اشتباہ رسالت میں جو عزت و سربلندی ان کا حصہ ہے اوروں کا نصیبا نہیں اور منازل جنت و مواہب بے منت میں انہیں کے فضائل و فواضل و حسنات و طیبات میں انہیں کو تقدم و پیشی، ہمارے علما وائمہ نے اس میں مستقل تصنیفیں فرما کر سعادت کونین و شرافت دارین حاصل کی، ورنہ غیر متناہی کا شمار کس کے اختیار واللہ العظیم اگر ہزار دفتران کے شرح فضائل میں لکھے جائیں یکے از ہزار تحریر میں نہ آئیں۔

وعلٰی تفنن واصفیہ بحسنہ
یغنی الزمان وفیہ مالم یوصف

مگر کثرت فضائل و شہرت فواضل چیزے دیگر اور فضیلت و کرامت امر آخر..... خود حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے بار بار اپنی کرسی مملکت وسطوت و خلافت میں افضلیت مطاقہ شیخین کی تصریح فرمائی اور یہ ارشاد ان سے متواتر ثابت ہوا کہ اسی (۸۰) سے زیادہ صحابہ و تابعین نے اسے روایت کیا اور فی الواقع اس مسئلہ کو جیسا حق ماب مرتضوی نے صاف صاف واشگاف بہ کرات و

مرات، جلوات و خلوات و شاہد عامہ و مساجد جامعہ میں ارشاد فرمایا دوسروں سے واقع نہیں" (۲۲)

○

خلفائے راشدین کا خطبہ میں ذکر

جمعہ و عیدین کے عظیم اجتماعات کے موقع پر اللہ و رسول کے بعد خلفائے راشدین کا ذکر کرنا اہل سنت و جماعت کا معمول رہا ہے تاکہ ان کی شان جلالت اہل اسلام کے اذہان و قلوب میں نقش رہے۔ ایک بار شہر سامانہ کے خطیب نے عید قربان کے خطبہ میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ذکر کو ترک کر دیا۔ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فوراً گرفت فرماتے ہوئے شہر سامانہ کے سادات، روساء اور اہل قضا کو مکتوب لکھا جس میں آپ نے اس خطیب کی مذمت فرمائی کہ

○ "شہر سامانہ کے سادات عظام اور قاضیوں اور بزرگ رئیسوں کے معزز خادموں کو تکلیف دینے کا باعث یہ ہے کہ سنا گیا ہے اس جگہ کے خطیب نے عید قربان کے خطبہ میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ذکر کو ترک کیا ہے اور ان کے مبارک ناموں کو نہیں لیا۔ اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ جب لوگوں نے اس سے تعرض کیا تو بجائے اس کے کہ اپنی سہو و نسیان کا عذر کرتا، سرکشی سے پیش آیا اور یوں کہ اٹھا کہ اگر خلفائے راشدین کے ناموں کا ذکر نہیں ہوا تو کیا ہوا

اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ اس مقام کے رئیسوں اور معزز لوگوں نے اس بارہ میں بہت سستی کی ہے اور اس بے انصاف خطیب کے ساتھ سختی اور درشتی سے پیش نہیں آئے"

وائے نہ یکبار کہ صد بار وائے

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر اگرچہ خطبہ کے شرائط میں سے نہیں لیکن اہل سنت کا شعار تو ضرور ہے عمداً اور ہیکڑپن سے سوائے اس شخص کے کہ جس کا دل مریض اور باطن پلید ہو اور کوئی شخص اس کو ترک نہیں کرتا۔ (۲۳)

اس مکتوب سے ثابت ہوتا ہے کہ مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی اپنے دور کے حالات پہ کس قدر گہری نظر تھی، اسی طرح اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ، نے بھی لکھا (خطبہ میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر) زمانہ اول میں ثابت ہے، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، کے زمانہ خلافت میں ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ، نے آپکا ذکر خطبہ میں کیا بعد آپ کے ذکر کے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، کا ذکر کیا اسکی خبر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، کو پہنچی، سخت ناراض ہوئے کہ تم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، کا ذکر میرے بعد کیوں کیا، مجھ سے پہلے چاہیے تھا ذکر کرنے پر ناراضی نہ فرمائی" (۲۴)

بلکہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے نزدیک تو خطبہ میں غوث اعظم رضی اللہ عنہ، کا ذکر خیر بھی جائز و مستحسن ہے اور اس پر اکثر خطبوں میں آپ خود عمل فرماتے تھے۔ (۲۵)

خلافت صدیقی کا انکار

خلافت صدیقی پر تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع ہے، لہٰذا اہل سنت کی نظر میں اس کا انکار کفر ہے۔ اہل سنت کے اس نظریے کی تائید قرآن و سنت کے بیسیوں دلائل سے ہوتی ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

○ "شیخین تو اکابر صحابہ میں سے ہیں بلکہ تمام صحابہ سے افضل ہیں پس ان کو کافر ٹھہرانا یا ان کی گستاخی کرنا کفر و زندقہ و گمراہی ہے، محیط میں امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ روافض کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے کہ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، کی خلافت کا انکار کرتے ہیں اور ان کی خلافت پر صحابہ کا اجماع ہے۔ وفی الخلاصتہ من انکر خلافتہ الصدیق فھو کافر....... ہر گاہ انکار خلافت ایشاں کفر باشد فکیف حال من سبھم اولعنھم پس ظاہر شد کہ تکفیر شیعہ مطابق احادیث صحاح و موافق طریق سلف است اور خلاصہ میں ہے کہ جو خلافت صدیقی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ ہر طرح ان کی خلافت کا انکار کفر ہے تو اس کا کیا حال ہو گا جو انہیں گالی دیتا ہے اور لعنت کرتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ شیعہ کی تکفیر احادیث صحاح اور طریق سلف کے

مطابق و موافق ہے" (۲۶)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی اسی نظریے کی تائید "رد الرفضہ" میں بیان فرمائی

"تحقیق مقام و تفصیل مرام یہ ہے کہ رافضی تبرائی جو حضرات شیخین صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما خواہ ان میں سے ایک کی شان پاک میں گستاخی کرے اگرچہ صرف اسی قدر کہ انہیں امام و خلیفہ برحق نہ مانے، کتب معتمدہ فقہ حنفی کی تصریحات اور عام ائمہ ترجیح و فتویٰ کی تصریحات پر مطلقاً کافر ہے۔ اگر ضروریات دین سے کسی چیز کا منکر ہو تو کافر ہے۔ مثلاً" یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ اجسام کے مانند ہے، یا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، کی صحابیت کا منکر ہونا، اسی طرح طحطاوی حاشیہ میں ہے اور ایسے ہی آپ کی خلافت کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔ فتاوی خلاصہ اور خزانہ المفتین میں ہے کہ رافضی اگر مولا علی کرم اللہ وجہہ کو سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل جانے تو بدعتی گمراہ ہے اور اگر خلافت صدیق رضی اللہ عنہ، کا منکر ہو تو کافر ہے (۲۷)

اعلیٰ حضرت نے اس کتاب میں کتب فقہ کے زبردست حوالجات نقل فرمائے ہیں اور جمہور سلف و خلف کی تائید سے یہ نظریہ ثابت کیا ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین

مشاجرات صحابہ:۔

تاریخ اسلام میں "مشاجرات صحابہ" کا باب ہر قاری کے لیے آزمائش کی دلدل ہے، وہ اپنی عقل کو معیار تحقیق بنا کر اس سے نکلنے کی کوشش کرے گا

تو اس کی گہرائیاں اس کا مقدر بن جائیں گی اور اگر قرآن و سنت سے روشنی کی بھیک مانگتے ہوئے اور مجدد الف ثانی و اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہما جیسے اہل بصیرت کا دامان کرم تھامتے ہوئے اس سے جان چھڑائے گا تو مشکل آسان ہو جائے گی، وہم و گمان کی گرفت ٹوٹ جائے گی۔ قرآن حکیم نے واضح فرمایا ہے کہ صحابہ کرام "رحماء بینھم" کی تصویر تھے۔ ان کے سینے محبت سے لبریز تھے، یہ "فالف بین قلوبھم" سے ظاہر ہے، "اذلته علی المومنین اعزة علی الکافرین" یعنی مومنوں کے لئے نرم اور کافروں کے لئے سخت ہونا ان کا طرہ امتیاز تھا۔ "ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنو" کے الفاظ ہر وقت ان کی زبانوں پہ جاری تھے، ایمان ان کے دلوں کی زینت تھا، ولکن اللہ حب الیکم الایمان و زینہ، فی قلوبکم، اور فسق و فجور سے انہیں نفرت تھی، وکرہ الیکم الفسوق والعصیان اور تقویٰ ان کا زیور تھا، والزمھم کلمة التقوی و کانوا الحق بھاوا ھلھا، اللہ اکبر، شہنشاہ ولایت مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے ان کے بارے میں کیا خوب فرمایا ہے۔

"میں نے حضور ﷺ کے صحابہ کرام کو دیکھا ہے، تم میں سے کوئی ان کے مشابہ نیں، وہ صبح کو میدان جہاد میں دین خدا کی سرفرازی کے لئے غبار آلود ہوتے اور رات ہوتے ہی بارگاہ الوہی میں سجدے نچھاور کرتے، اپنے رخسار اور پیشانیاں زمین پر رگڑتے، اور خوف محشر سے اس طرح کھڑے ہوتے جیسے کوئی آگ کے انگارے پہ کھڑا ہوتا ہے، ماتھے پر سجدوں کے نشان ہوتے، جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر ہوتا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ یہاں تک کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے۔ خوف خدا سے ایسے لرزہ براندام ہوتے جیسے تیز ہوا

میں درخت لرزتا ہے' وہ عذاب سے ڈرتے اور ثواب کی امید رکھتے تھے"۔ (۲۸)

ذرا سوچئے کہ ایسے عظیم لوگ جن کی محبت باہمی' اخوت دائمی' قوت ایمانی حق' پرستی اور باطل شکنی کی گواہی خود رب بصیر نے دی کیا وہ بغض و عناد کی آلائش سے آلودہ ہو سکتے ہیں؟ ہرگز' ہرگز نہیں' اور مخبر صادق ﷺ کا ارشاد ہے "خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم" سب سے بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں' پھر جو ان کے بعد ہوں گے" (۲۹) بتائیے جن کو اللہ کا رسول سب انسانوں سے بہتر قرار دے کیا وہ حسد و کینہ کی بیماری سے دوچار ہو سکتے ہیں؟ واللہ باللہ نہیں' لہٰذا انہوں نے جو قدم بھی اٹھایا' اپنے اجتہاد کی روشنی میں اٹھایا' یہاں تک کہ باہم دست و گریباں بھی ہوئے تو اپنے اجتہاد کی بنا پر ہوئے' اگر کسی کا اجتہاد مبنی بر خطا تسلیم کیا جائے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا ثواب متعین ہے۔ مثلاً حضور ﷺ نے فرمایا :

"اطلع اللہ علیٰ اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم" اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر نگاہ کرم فرمائی اور فرمایا اب تم جو چاہو کرو' میں نے تمہیں بخش دیا"۔ (۳۰)

میدان بدر میں حضرات طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے اللہ و رسول ﷺ کے راستے میں قربانیاں دیں' اگر یہ بعد میں مولا علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلے میں قتال کے لئے نکلے' تو خطائے اجتہادی کی وجہ سے نکلے مگر کیا نص کی رو سے انہیں اللہ تعالیٰ کے دائرہ مغفرت سے باہر نکالا جا سکتا ہے؟ ظاہر ہے نہیں تو پھر ان پر طعن کیا' جب اللہ تعالیٰ نے بخش لیا تو اور کون ہوتا ہے ان سے حساب لینے

والا فافهم و تدبر' اسی لئے میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ اللہ فی اصحابی' میرے صحابہ کے حق میں اللہ سے ڈرو' اللہ سے ڈرو' (۳۱)

سو اب کوئی زباں دراز اپنے خارجی فکر سے مجبور ہو کر مولا علی کرم اللہ وجہہ پر تنقید کرے یا رافضی سوچ سے ناچار ہو کر حضرات طلحہ و زبیر و معاویہ اور جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کو برا کہے تو قرآن و سنت کی نظر میں نہایت بدبخت ہے' بے نصیب ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا :

من سب اصحابی فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین یعنی جس نے میرے اصحابی کو برا کہا اس پر اللہ کی' فرشتوں کی اور سب انسانوں کی لعنت"۔ (۳۲)

اس پہلو میں بھی اہل سنت و جماعت پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ ان کا عقیدہ ہے "تکف عن ذکر الصحابۃ الا بخیر" یعنی ہم صحابہ کرام کا ذکر بھلائی کے سوا کسی طرح جائز نہیں جانتے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ' فرماتے ہیں :

○ صحابہ کرام کے معاملات میں دخل دینا اور ان کے اختلافات میں فیصلہ کرنا حد درجہ کی بے ادبی اور انتہائی بد نصیبی ہے۔ اس میں سلامتی کا پہلو یہی ہے کہ ان بزرگوں کے درمیان جو اختلافات اور جھگڑے رونما ہوئے ان سب کو علم الٰہی کے سپرد کریں اور ان سب حضرات کو اچھے لفظوں سے یاد کریں اور ان حضرات کو محبت رسول میں شمار کریں"۔ (۳۳)

- "وہ جنگیں جو اصحاب رسول کے درمیان واقع ہوئیں انہیں اچھے معانی پر محمول کرنا چاہئے اور ان کو نفسانی اغراض' بدگمانی' جاہ و منصب یا حکومت کی محبت وغیرہ امور کی طلب سے دور رکھنا چاہئے' کیونکہ یہ رذیل صفات نفس امارہ کی ہیں اور ان بزرگوں کے نفوس محبت خیر البشر علیہ الصلوۃ کے باعث پاک ہو چکے تھے' اتنا ضرور ہے کہ وہ جھگڑے اور جنگیں جو خلافت علی المرتضیٰ ؓ میں واقع ہوئیں ان میں حضرت علی ؓ حق پر تھے اور فریق ثانی سے اجتہادی خطا ہوئی جس پر طعن اور ملامت کی مجال نہیں انہیں فاسق کہنے کی قطعاً" گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ تمام صحابہ کرام عدول اور وثوق میں' یکساں ہیں ان کا باہمی نزاع کسی کے لئے بھی جرح کا سبب نہیں"۔ (۳۴)

- "امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا اور یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ؓ سے منقول ہے کہ دماء طھر اللہ عنھا ایدینا فلنطھر عنھا السنتنا اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو ان کے خون سے پاک رکھا تو ہم اپنی زبانوں کو ان کی توہین کرنے سے پاک رکھیں"۔ (۳۵)

- اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا اصلاح احوال کے لئے نکلیں نہ برائے حرب' جیسا کہ بعض محققین نے کہا۔ اور اگر برائے حرب تسلیم کیا جائے جیسا کہ مشہور کیا گیا ہے تو بھی

ان پر کوئی گناہ نہیں کہ یہ انہوں نے اپنے اجتہاد کی بنا پر کیا' ہوائے نفس کی بنا پر نہیں کیا' شارح مواقف نے لکھا ہے کہ واقعات جمل و صفین اجتہاد کی بنا پر ہوئے' اور مجتہد اگر خطا پر بھی ہو تو اس کا مواخذہ نہ ہو گا۔ قاضی بیضاوی تفسیر آیت لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اگر لوح محفوظ میں یہ حکم پہلے سے نہ لکھا ہوتا تو تم سب کو عذاب دیتا اور وہ یہ ہے کہ مجتہد کو اس کی اجتہادی غلطی پر سزا نہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ مجتہد کی غلطی بھی خدا کے نزدیک ہدایت ہے' جیسا کہ حضرت عمر ؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے اپنے صحابہ کے بعد والے اختلاف کے بارے میں سوال کیا تو اللہ نے فرمایا اے محمد! تیرے صحابہ میرے ہاں یوں ہیں۔ جیسے آسمان کے ستارے (۳۶)

اسی طرح اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

- حضرت مرتضوی ؓ سے جنھوں نے مشاجرات و منازعات کئے ہم اہل سنت ان میں حق جانب جناب مولیٰ اور ان سب کو بر غلط و خطا اور حضرت اسد الٰہی کو بدرجہا ان سے اکمل و اعلیٰ جانتے ہیں۔ مگر بایں ہمہ بلحاظ احادیث مذکورہ زبان طعن و تشنیع ان دوسروں کے حق میں نہیں کھولتے اور انہیں ان کے مراتب پر جو ان کے لئے شرع میں ثابت

ہوئے رکھتے ہیں، کسی کو کسی پر اپنی ہوائے نفس سے فضیلت نہیں دیتے اور ان کے مشاجرات میں دخل اندازی کو حرام جانتے ہیں اور ان کے اختلافات کو ابو حنیفہ و شافعی جیسا اختلاف سمجھتے ہیں تو اہل سنت کے نزدیک ان میں سے کسی صحابی پر بھی طعن جائز نہیں چہ جائیکہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جناب رفیع میں طعن کریں، حاش یہ اللہ و رسول کی بارگاہ میں گستاخی ہے"۔ (۳۷)

○ "آدمی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھے اگر کوئی اس کی ماں کی توہین کرے اس پر بہتان اٹھائے یا اسے برا بھلا کہے تو اس کا کیسا دشمن ہو جائے گا، اس کی صورت دیکھ کر آنکھوں میں خون اتر آئے گا، اور مسلمانوں کی مائیں یوں بے قدر ہوں کہ کلمہ پڑھ کر ان پر طعن کریں، تہمت دھریں اور مسلمان کے مسلمان بنے رہیں، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" (۳۸)

○ اور زبیر و طلحہ ان سے بھی افضل کہ عشرہ مبشرہ سے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی اور حواری اور یہ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور کے لئے سپر وقت جانثاری کیسے سمجھ لیں کہ مولیٰ علی کے مقابلے میں انہوں نے جو کچھ کیا برنبائے نفسانیت تھا، صاحب ایماں مسلمان کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی"۔ (۳۹)

امیر معاویہ کے بارے میں:۔ حضرت خال المومنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، اجل صحابہ کرام میں سے تھے، آپ اپنے فکر و تدبر کی بنا پر درجہ اجتہاد پہ فائز تھے، آپ کی ذات کے حوالے سے یہ عجیب بات ہے کہ جہاں رافضی آپ کے خلاف ہیں وہاں خارجی بھی آپ سے بیر رکھتے ہیں۔ عصر حاضر کے بعض نام نہاد محققین جن میں مصر کے ڈاکٹر طہٰ حسین، پاکستان کے مولوی مودودی، محمود ہزاروی اور عبدالرحیم دیوبندی وغیرہ بھی شامل ہیں نے اسی خارجی روش پہ چلتے ہوئے رافضیوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے، ہمارے بعض "پیران تسمہ پا" بھی دوڑ کر سادات کی صف میں ملنے کے لئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بڑھ چڑھ کر زہر اگلتے ہیں، اور خیال کرتے ہیں کہ جتنا وہ ان کے خلاف زہر اگلیں گے لوگ انہیں اتنا بڑا "شاہ" سمجھیں گے۔ حالانکہ وہ نہیں جانتے یا جانتے ہیں تو "تجاہل عارفانہ" سے کام لیتے ہیں کہ یہ وہ عظیم الشان ہستی ہے جس کے ہاتھ پہ سیدوں کے سید حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین باصفا صلوۃ اللہ و سلامہ علی مجتبیٰ حدھما و علیھما نے بیعت فرمائی تھی، اور اس کا مقرر کردہ سالانہ وظیفہ قبول کیا تھا، جو لوگ سید ہونے کو "بغض معاویہ" سے مشروط سمجھتے ہیں اہل سنت کے نزدیک گمراہ ہیں کیونکہ ان کے ہاں جو سید ہیں وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دشمن نہیں، اس سلسلہ میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا عقیدہ دیکھئے:

○ "اجل شیوخ اسلام و امام عصر ابو زرعہ رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب تم دیکھو کہ کوئی رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی کی شان گھٹا رہا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق ہے اور یہ

اس لئے کہ قرآن مجید برحق ہے، رسول اللہ ﷺ برحق ہیں۔ اور جو حضور ﷺ لے کر آئے وہ برحق ہے اور ان سب باتوں کا علم ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ذریعے ہوا۔ لہٰذا جو ان پر جرح کرے وہ کتاب و سنت کو باطل کرنا چاہتا ہے .... حضرت عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا جن کی جلالت شان محتاج تعارف نہیں کہ حضرت امیر معاویہ اور عمر بن عبدالعزیز سے کون افضل ہے۔ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جو غبار حضرت معاویہ کے گھوڑے کے نتھنوں میں داخل ہوا وہ بھی عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔ اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت و زیارت کے برابر اور کوئی سعادت نہیں ہو سکتی یہ اکابر صحابہ کی بات نہیں بلکہ صرف ان کی ہے جنھیں صرف نبی کریم ﷺ کی زیارت میسر آئی۔ پھر ذرا خیال کرو کہ جنھوں نے آپ کو دیکھنے کے ساتھ آپ کی ہمراہی میں جہاد کیا .... تو ایسے بزرگوں کی فضیلت تک ذہن کی رسائی ممکن نہیں۔ (۴۰)

سبق آموز واقعہ:

زبدۃ المقامات میں حضرت خواجہ ہاشم کشمی علیہ الرحمہ نے ایک سبق آموز واقعہ لکھا ہے جس میں امام ربانی علیہ الرحمہ نے اپنے روحانی تصرف سے

ایک دشمن معاویہ کو صحیح العقیدہ مسلمان بنا دیا تھا، قارئین کی تسکین طبع کے لیے عاجز اس واقعے کو نظم کی صورت میں قلمبند کرتا ہے۔



کبھی ہندوستاں میں ایک سید زاد رہتا تھا
وہ خال المومنیں کو صاحب بیداد کہتا تھا
دریں حالات اک دن اس نے مکتوبات کو دیکھا
مجدد الف ثانی کے ان ارشادات کو دیکھا
"صحابہ آسمان فضل کے روشن ستارے ہیں
خدا کے لاڈلے ہیں، رحمت عالم کے پیارے ہیں
امیر شام پہ سب و شم بھی ظلم اکبر ہے
ابوبکر و عمر کو گالی دینے کے برابر ہے"
ہوا آپے سے باہر پڑھ کے ایماں کے یہ شہپارے
ادب ناآشنا تھا اس لیے دھرتی پہ دے مارے
ہوئی شب، سو گیا، جاگی مگر تقدیر خوابیدہ
مجدد کی زیارت سے ہوئے تاباں دل و دیدہ
پکڑ کر کان اس کے شیخ ذیشاں نے یہ فرمایا
"اے طفل بے خرد تو نے مرے لفظوں کو ٹھکرایا
تجھے اعراض ہے گر اعتقاد اہل سنت سے
مرے ساتھ آ، کرا دوں فیصلہ شاہ ولایت سے"
وہ اس کو لے گئے پھر اک سکوں افزا گلستاں میں

نگارستان رحمت میں، بہارستان عرفاں میں
گلستاں میں بزرگ خاص تھا جلوہ نما کوئی
تصور سے فرا، فکر و نظر سے ماورا کوئی
مجدد نے کہا "شیر خدا تشریف فرما ہیں
علی المرتضیٰ، مشکل کشا، تشریف فرما ہیں
جھکا نظروں کو اور بڑھ کے عقیدت سے سلامی کر
خدا کی معرفت چاہے تو پھر ان کی غلامی کر"
پھر آپ آگے بڑھے، تفصیل سے حال اس کا بتلایا
"کرم کیجئے یہ اک ناعاقبت اندیش ہے آیا"
کہا "شیر خدا نے اس کو باز آ جا جہالت سے
ترا ایماں مٹا ہے بغض اصحاب رسالت سے
ہمارے درمیاں تو ٹانگ کیوں اپنی اڑاتا ہے
عجیب انسان ہے کس شوق سے دوزخ میں جاتا ہے"
نصیحت سن کے بھی اس نے نظر انداز کر ڈالی
کہ دامان جگر تھا دولت ایقان سے خالی
شہنشاہ ولایت نے کہا شیخ گرامی سے
"ابھی دو چار ہے یہ نفرت سلطان شامی سے
تعالیٰ اللہ کیا شان صحابہ کی خبر اس کو
اندھیروں کا مسافر ہے کہاں ذوق سحر اس کو
ذرا تھپڑ لگائیں اس کی گردن پر جلالت سے

کہ واقف ہو یہ ناداں شان اصحاب رسالت سے"
جلایا ضرب برق آسا نے اس کے بغض کا خرمن
ہوئے فوراً نظر کے سامنے چودہ طبق روشن
بدل ڈالا مقدر شیخ کامل کی کرامت نے
عداوت کی جگہ لے لی صحابہ کی محبت نے

○

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، کی شان و عظمت منفرد انداز میں بیان فرمائی۔ آپ نے اس موضوع پر "اعلام الصحابہ الموافقین الامیر معاویہ وام المومنین" ذب الاھوا الواھیہ فی باب الامیر معاویہ" "الاحادیث الرویہ لمدح الامیر معاویہ" اور "عرش الاعزاز والاکرام لاول ملوک الاسلام" جیسے رسالے رقم فرمائے۔ آپ فرماتے ہیں

○ "اور حضرت امیر معاویہ تو اول ملوک اسلام اور سلطنت محمدیہ کے پہلے بادشاہ ہیں اس کی طرف تورات مقدس میں ارشاد ہے کہ مولدہ بمکۃ و مھاجرہ طیبہ و ملکہ بالشام وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں پیدا ہو گا، مدینہ ہجرت فرمائے گا اور اس کی سلطنت شام میں ہو گی، (۴۱)

○ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے تو جو کسی صحابی پر طعنہ کرے اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے، اور ان کے بعد معاملات جن میں اکثر

حکایات کاذبہ ہیں ارشاد الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہل اسلام کا کام نہیں ..... علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں

ومن یکون یطعن فی معاویہ
فذاک من کلاب الہاویہ

جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ' پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں سے ایک کتا ہے' ...... یہ خبثا خذلھم اللہ تعالیٰ' صحابہ کرام کو ایذا نہیں دیتے بلکہ اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں حدیث میں ہے من اذاھم فقد اذنی ومن اذلی فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ فیو شک اللہ ان یاخذہ (۴۲)

○ "ہاں ایک بات کہتے ہیں اور ایمان لگی کہتے ہیں کہ ہم تو بحمد اللہ سرکار اہل بیت کے غلامان خانہ زاد ہیں ہمیں امیر معاویہ سے کیا رشتہ کہ خدانخواستہ ان کی حمایت بے جا کریں مگر ہاں اپنی سرکار کی طرفداری اور ان کا الزام بدگوہیاں سے بری رکھنا منظور ہے' کہ ہمارے شہزادہ اکبر حضرت سبط مجتبیٰ رضی اللہ عنہ' نے حسب بشارت اپنے جد امجد سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اختتام مدت عین معرکہ جنگ میں ہتھیار رکھ دیئے اور ملک امیر معاویہ کو سپرد کر دیا اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ' العیاذ باللہ کافر' یا فاسق فاجر یا ظالم جائر تھے یا غاصب جابر تھے تو الزام امام حسن پر آتا ہے کہ انہوں

نے کاروبار مسلمین و انتظام شرع و دین باختیار خود ایسے شخص کو تفویض فرما دیا اور خیر خواہی اسلام کا معاذ اللہ کام نہ فرمایا' اگر مدت خلافت ختم ہو چکی تھی اور آپ بادشاہت منظور نہیں فرماتے تو صحابہ حجاز میں کوئی اور قابلیت نظم و نسق دین نہ رکھتا تھا جو انہیں کو اختیار کیا حاش اللہ بلکہ یہ بات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے کہ حضور نے اپنی پیش گوئی میں ان کے فعل کو پسند فرمایا اور ان کی سیادت کا نتیجہ ٹھہرایا کمافی صحیح البخاری صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ عنہ' کی نسبت فرمایا ان ابنی ھذا سید لعل اللہ ان یصلح بین الفئتین عظیمتین من المسلمین اور آیہ کریمہ کا ارشاد ہے ونزعنا مافی صدور ھم من غل اور ہم نے ان کے دلوں سے کینے کھینچ لیے"۔ (۴۳)

○

گستاخ صحابہ کا شرعی حکم

یہ تو طے ہے کہ قرآن و سنت کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ترین افراد ہیں۔ لہٰذا جو ان کی ہرزہ سرائی کرتے ہیں وہ اپنے اس فعل مطعون سے قرآن و سنت کی تکذیب کرتے ہیں' ایسے لوگوں کے لیے علمائے ماوراالنہر شکر اللہ سعیہم و رضی عنھم نے قرآن و سنت کو پیش نظر رکھتے

ہوئے حکم شرعی عائد کیا

"چوں شیعہ سب و لعن حضرت شیخین و ذی النورین و بعضے ازواج مطاہرات رضوان اللہ علیہم اجمعین کہ کفراست تجویزی کنند' برپادشاہ بلکہ برسائر انام بنا برامر ملک علام قتل و قمع آں ہا اعلاالدین الحق واجب و لازم است و تخریب ابنیہ و اخذ اموال وامتعہ ایشاں جائز" یعنی شیعہ چونکہ حضرات ابوبکرو عمرو عثمان اور بعض ازواج مطہرات (مثلاً سید عائشہ صدیقہ و سیدہ حفصہ) رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتے اور ان پر لعنت کرتے ہیں جو "ازروئے شرع" کفر ہے۔ اس لیے بادشاہ اسلام بلکہ تمام لوگوں پر واجب و لازم ہے کہ کلمہ حق کی بلندی کے لیے خدا کے حکم سے انہیں قتل کریں اور ان کا قلع قمع کریں' ان کے مکانات تباہ کریں اور ان کا مال و اسباب ضبط کریں اور یہ سب جائز ہے" (۴۴)

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ' نے اس حکم شرعی کی تائید و تصدیق فرمائی اور اس پر دلائل دیتے ہوئے فرمایا۔

○ "سب شیخین کفراست و احادیث صحیحہ براں دال' کما اخرج المحاملی والطبرانی و الحاکم عن عولیمر بن ساعدۃ انہ' صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ اختارنی و اختارلی اصحابا فجعل منہم وزراء وانصارا وامہا فمن سبہم فعلیہ لعنتہ اللہ والملائکتہ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ صرفا ولاء عدلا و کما اخرج الدار قطنی عن علی رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال سیاتی من

بعدی قوم لھم نبز یقال لھم الرافضتہ فان ادرکتم فاقتلمھم فانھم مشرکون قال قلت یارسول اللہ ماالعلامۃ فیھم قال یقر ظونک بمالیس فیک و یطعنون علی السلف و فی روایۃ و ذلک انھم یسبون ابابکر و عمر و من سب اصحابی فعلیہ لعنتہ اللہ و الملائکۃ و الناس اجمعین و امثال ایں' احادیث بسیار آمدہ است و ایں رسالہ گنجائش ذکر آں ہانہ دارد..... ونیز تکفیر مومن کفراست چناں کہ درحدیث صحیح وار داست من رمی جلابا لکفر او قال عدو اللہ ولیس کذلک رجعت علیہ و مابہ یقین می دانیم کہ ابی بکرو عمر مومنان اندو دشمناں خدا نیست و مبشر بہ جنت اندلیس تکفیر ایشاں راجع بہ قائلان با شدبہ مقتضائے ایں حدیث فیحکم بکفرھم (۴۵)

حضور مجدد اعظم رضی اللہ عنہ' کی تحریر فرمودہ حدیث مبارک نے ثابت کر دیا کہ اہل رفض گستاخان صحابہ ہیں اور مشرک ہیں لہٰذا ان کا قتل بادشاہ اسلام اور اہل اسلام کے لیے جائز ہے کہ ان کا فتنہ ختم ہو جائے

ان کے کفر صریح کی ایک اور وجہ بھی بہت واضح ہے' وہ یہ کہ ان کے نزدیک قرآن حکیم بھی اس حالت میں نہیں جس حالت میں پہلے تھا' امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

○ "یہ تو کلام اللہ جس پر مدار اسلام ہے اور قرن اول سے بتواتر نقل ہے اور کسی شبہ کی گنجائش نہیں اور مطلق زیادتی

و نقصان کا اس میں احتمال نہیں' اس میں بھی گھڑی ہوئی آیتیں اور بناوٹی کلمے ملا دیتے ہیں اور آیات قرآنی میں تحریف کو روا رکھتے ہیں اور آیات قرآنی میں تصیحفات کرتے ہیں' آیہ کریمہ ہے ان علینا جمعه' و قرانه فاذا قراناه فاتبع قرانه' اس کی اس طرح تصیحف و تحریف کرتے ہیں ان علینا جمعه و قرانته فاذا اقراناه فاتبع قرانته' اور کمال ضلالت کی وجہ سے یہاں تک کہتے ہیں جو آیات مبارکہ اہل بیت کی شان میں نازل ہوئیں ان کو حضرت عثمان نے چھپا لیا ہے اور قرآن میں شامل نہیں کیا......
انہیں برائیوں کی وجہ سے یہ لوگ طعن کا نشانہ بنے' اور اعتماد کھو بیٹھے۔ ان کی عدالت ختم ہو گئی اور ان کی تصنیف کردہ کتابوں سے اعتبار جاتا رہا کہ ان کا درجہ تحریف شدہ تورات اور انجیل سے مختلف نہ رہا"۔(۴۶)

اس عبادت سے یہ حکم شرعی ثابت ہوا کہ گستاخان صحابہ' گستاخان قرآن بھی ہیں لہٰذا ان پر اعتماد و اعتبار کی کوئی صورت نہیں' ان کی کتابیں قابل التفات نہیں' وہ گمراہی و بے رہروی کا چلتا پھرتا نمونہ ہیں ایسے لوگوں کے لیے امام ربانی علیہ الرحمہ نے مزید حکم شرعی بتایا ہے کہ انہیں کتوں کی طرح دور رکھنا چاہیے اگر کوئی دینوی غرض یا کام صرف ان سے متعلق ہو اور کسی دوسرے مسلمان فرد کے ذریعے وہ کام نہ ہو سکے تو انہیں رذیل جانتے ہوئے بقدر ضرورت ان سے معاملہ کرنا چاہیے بلکہ اسلامی کمال تو یہ ہے کہ دنیاوی غرض کے

لئے بھی ان سے مطلقاً" رابطہ نہ کیا جائے اور ان سے قطعاً میل جول نہ رکھا جائے۔(۴۷)

آپ کے نزدیک بدعتی کی صحبت سو کافروں کی صحبت سے زیادہ بری ہے الحمدللہ رب العالمین' اب ان کے بارے میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کا اعلان سنئے

○ "بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں' ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے' ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے۔ معاذ اللہ مرد رافضی اور عورت مسلمان ہو تو یہ سخت قہرالٰہی ہے اگر مرد سنی اور عورت ان خبیثوں کی ہو جب بھی ہرگز نکاح نہ ہو گا محض زنا ہو گا اولاد ولد الزنا ہو گی' باپ کا ترکہ نہ پائے گی۔ اگرچہ اولاد بھی سنی ہی ہو کہ شرعاً ولد الزنا کا باپ کوئی نہیں' عورت نہ ترکہ کی مستحق ہو گی نہ مہر کی۔ کہ زانیہ کے لیے مہر نہیں...... ان کے مرد' عورت' عالم' جاہل کسی سے میل جول' اسلام' کلام سب سخت کبیرہ' اشد حرام' جو ان کے ملعون عقیدوں پر آگاہ ہو کر بھی انہیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے باجماع تمام ائمہ دین خود کافر' بے دین ہے' اس کے لیے بھی یہی احکام ہیں جو ان کے لیے مذکور ہیں (فمن یتولهم منکم فانه' منهم) جو کافروں سے محبت و تعلق رکھتا

ہے وہ ان سے ہے' (القرآن) مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس فتوی کو بگوش ہوش سنیں اور اس پر عمل کر کے سچے پکے مسلمان سنی بنیں وباللہ التوفیق"(۴۸)

○

کتابیات

(۱) سورۃ الحدید رکوع ۱۷

(۲) منہج الصادقین جلد نہم ص ۱۷۱

(۳) مجمع البیان جلد پنجم ص ۲۳۲

(۴) مکتوب ۳۶ دفتر دوم

(۵) مکتوب ۲۴ دفتر سوم

(۶) مکتوب ۳۶ دفتر سوم

(۷) مکتوب ۹۶ دفتر دوم

(۸) مکتوب ۱۷ دفتر سوم

(۹) فتاوی علمائے اہل حدیث جلد ۷ ص ۸۰

(۱۰) لغات الحدیث جلد ۲ ص ۹۱

(۱۱) درایت تفسیری ص ۱۶

(۱۲) اعتقاد الاحباب ص ۳۳

(۱۳) مکتوب ۱۷ دفتر سوم

(۱۴) ایضاً"

(۱۵) مکتوب ۲۴ دفتر سوم

(۱۶) مکتوب ۲۷ دفتر دوم

(۱۷) مکتوب ۲۴ دفتر سوم

(۱۸) مکتوب ۵۹ دفتر دوم

(۱۹) غایہ التحقیق فی امامہ العلی و الصدیق ص ۱۵

(۲۰) ایضاً" ص ۱۶

(۲۱) فتاوی افریقہ ص ۱۴۸

(۲۲) اعتقاد الاحباب ص ۴۸ تا ص ۵۰

(۲۳) مکتوب ۱۵ دفتر دوم

(۲۴) ملفوظات حصہ سوم ص ۳۰۲

(۲۵) ایضاً"

(۲۶) رد روافض ص ۳۱ مطبوعہ دہلی

(۲۷) رد الرفضہ ص ۵ مطبوعہ لاہور

(۲۸) نہج البلاغتہ ص ۱۹۰

(۲۹) بخاری کتاب المناقب باب فضائل اصحاب النبی

(۳۰) ابو داؤد

(۳۱) مشکوۃ

(۳۲) دار قطنی عن علی رضی اللہ عنہ'

(۳۳) رد روافض

(۳۴) دفتر سوم مکتوب ۱۷

(۳۵) رد روافض ص ۳۴ مطبوعہ دہلی

(۳۶) ایضاً" ۳۳

(۳۷) اعتقاد الاحباب ص ۶۳

(۳۸) ایضاً" ص ۶۵

(۳۹) ایضاً" ص ۶۷

(۴۰) رد روافض ص ۳۱

(۴۱) اعتقاد الاحباب ص ۳۶

(۴۲) احکام شریعت ص ۱۲۳، ۱۲۴

(۴۳) اعتقاد الاحباب ص ۶۷ تا ۶۹

(۴۴) رد روافض ص ۲۹

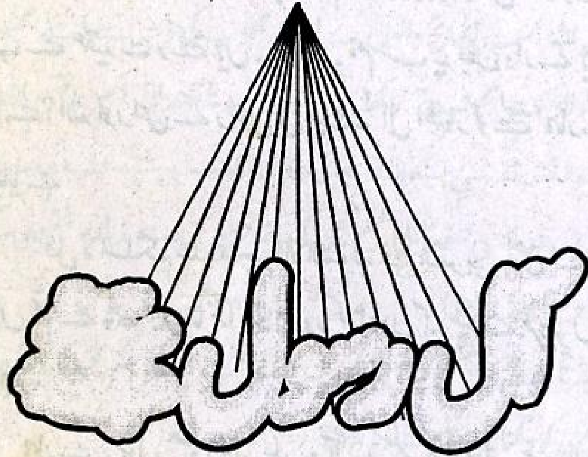
(۴۵) ایضاً" ص ۳۰

(۴۶) رد روافض ص ۲۱

(۴۷) دفتر اول مکتوب ۱۶۴

(۴۸) رد الرفضہ ص ۱۵

باب پنجم



آل رسول

○

ہم اہل ایمان ہیں....... اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں .... جس کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کو پیار ہے....... ہمیں بھی اس سے پیار ہے....... قرآن سے....... اسلام سے....... مکہ مکرمہ سے....... مدینہ منورہ سے....... صحابہ کرام سے....... آل اطہار سے....... ہم سب سے عقیدت رکھتے ہیں....... ہم سب پہ جان وارتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ آل اطہار کو لیجئے، ہمارے پروردگار نے فرمایا ہے،

"قل لااسلکم علیہ اجرا الاالمودۃ فی القربی یعنی اے محبوب فرما دیجئے میں تم سے کچھ نہیں مانگتا، اتنا ضرور کہتا ہوں کہ میرے قریبیوں سے محبت کرو" (ا)

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے "اربعۃ انالھم شفیع یوم القیامۃ ولوا تو بذنوب اہل الارض المکرم لذریتی والقاضی حوائجھم والساعی فی امورھم والمحب لھم بلسانہ و قلبہ یعنی چار ہیں قیامت کے دن میں جن کی شفاعت کروں گا۔ اگرچہ وہ تمام اہل زمین کے گناہوں جتنے گناہ لے کر آئیں، میری آل کی تکریم کرنے والا، ان کی حاجات پوری کرنے والا، ان کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرنے والا، زبان اور دل سے ان کو چاہنے والا" (۲)

"اجسونی لحب اللہ واحبوا اھل بیتی لحبی" یعنی مجھ سے محبت کرو اللہ کی محبت کی وجہ سے اور میرے اہل بیت سے محبت کرو میری محبت کی وجہ سے" (۳)

"معرفتہ آل محمد براۃ من النار وحب آل محمد جواز علی الصراط والولایۃ لآل محمد امان من العذاب، آل اطہار کی معرفت دوزخ سے رہائی کا پروانہ، محبت، صراط کی سند اور دوستی عذاب حشر سے امان کی دلیل ہے، (۴)

اللہ اللہ، سب ایمان والوں نے اپنے محبوب کی وجہ سے اپنے محبوب کی اولاد کو اپنی اولاد سے محبوب تر رکھا....... سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں والذی نفسی بیدہ لقرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الی ان اصل من قرابتی، خدا کی قسم میں اپنے قریبیوں سے زیادہ حضور کے اہل بیت کو عزیز رکھتا ہوں، (۵)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، نے اپنے لخت جگر عبداللہ کی نسبت حسنین کریمین کو دگنا مال غنیمت دیا، (۶)

اور ایک دفعہ امام حسن رضی اللہ عنہ، سے فرمایا انت احق بالاذن منہ وھل انبت الشعر فی الراس بعد اللہ الاانتم یعنی اللہ کے بعد تمہاری برکت سے ہمیں یہ عزت و عظمت عطا ہوئی ہے، (۷)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نے امام حسین رضی اللہ عنہ، کے پائے اقدس اپنے کپڑے سے پونچھے اور کہا اللہ کی قسم جتنے آپ کے فضائل میں جانتا ہوں، لوگ جان لیں تو آپ کو کندھوں پر اٹھاتے پھریں (۸)

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ' نے آل اطہار کے فرد وحید حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ ' سے کہا کہ "حضور ' آپ کو کوئی ضرورت ہو تو آپ کسی کو بھیج دیا کریں ' مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ آپ میرے در دولت پر کسی ضرورت کی وجہ سے کھڑے ہوں" (۹)

سراج الامہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ ' افراد آل نبوت کے احترام میں نہایت مبالغہ فرماتے تھے ' ایک سیدزادے کی تعظیم کے لیے آپ نے بار بار کھڑے ہونا باعث سعادت سمجھا (۱۰)

امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

یا اہل بیت رسول اللہ حبکم
فرض من اللہ فی القرآن انزلہ'
یکفیکم من عظیم القدر انکم
من لم یصل علیکم لاصلٰوۃ لہ'
ان کان رفضاً حب آل محمد
فلیشھد الثقلان انی رافض'

یعنی اے اہل بیت! تمھاری محبت کو اللہ نے قرآن میں فرض قرار دیا ہے ' تمھاری شان کے لیے یہی کافی ہے کہ جس نے تم پر درود نہ پڑھا اس کی نماز نہیں ہو گی۔ اگر آل پاک کی محبت ہی کا نام رفض ہے تو دو جہاں گواہ رہیں میں رافضی ہوں۔ (۱۱)

برصغیر میں اہل تشیع نے محبت آل رسول کی آڑ میں اپنے ایمان سوز عقائد و نظریات کی تبلیغ شروع کی تو امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ ' نے اہل

سنت و جماعت کے دیرینہ عمل کے مطابق محبت آل رسول کا صحیح رخ پیش کیا ' آپ نے فرمایا :

○ سادات کثیرا برکات کی پاک درگاہ ' دین و دنیا کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کی جزئیت یعنی جزو اور اولاد ہونے باعث اس سے بڑھکر ہے کہ اس کی تعریف اور توصیف ہو سکے ' ہاں اس کو اپنی سعادت کا وسیلہ بنا کر اس بارہ میں جرات کرتا ہے ' بلکہ اس وسیلہ سے اپنے آپ کی ستائش کرتا ہے ' اور ان کی محبت کو جس کا ہمیں امر ہے ظاہر کرتا ہے ' اللھم جعلنا من محبیھم بحرمۃ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام (۱۲)

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ' اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو کہ وہ تمھیں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے کے باعث مجھ سے محبت رکھو اور مجھ سے محبت رکھنے کے باعث میرے اہل بیت سے محبت رکھو ' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ' نے کعبے کا دروازہ پکڑے ہوئے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے تم میں میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح جیسی ہے ' کہ جو اس میں سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے دور ہوا وہ ہلاک ہو گیا (رواہ احمد) (۱۳)

○ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے محب

اہل سنت و جماعت ہیں' حقیقت میں اہل بیت کا گروہ بھی یہی لوگ ہیں نہ کہ شیعہ جو اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعوی کرتے ہیں اور اپنے آپ کو گروہ' اہل بیت کا خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ یعنی شیعہ اہل بیت کی محبت پر کفایت کریں اور دوسروں سے تبری نہ کریں اور پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے تمام اصحاب کی عزت و توقیر کریں اور ان کے لڑائی جھگڑوں کو نیک وجہ پر محمول کریں تو اہل سنت و جماعت میں داخل ہوں گے۔ اور خارجیوں اور رافضیوں سے باہر ہو جائیں گے۔ کیونکہ اہلبیت کی محبت کا نہ ہونا خروج ہے' اور اصحاب سے تبری کرنا رفض' اور اہلبیت اور تمام اصحاب کی تعظیم و توقیر تسنین یعنی اہل سنت و جماعت بننا ہے" (۱۴)

"ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں کہ اہل بیت کی محبت کا نہ ہونا اہل سنت کے حق میں کس طرح گمان کیا جا سکتا ہے' جب کہ یہ محبت ان بزرگواروں کے نزدیک ایمان کی جزو ہے۔ اور خاتمہ کی سلامتی اس محبت کے راسخ ہونے پر وابستہ ہے۔ اس فقیر کے والد بزرگوار جو ظاہری و باطنی عالم تھے اکثر اوقات اہل بیت کی محبت پر ترغیب فرمایا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ اس محبت کو خاتمہ کی سلامتی میں بڑا دخل ہے۔ اس کی بڑی رعایت کرنی چاہیے۔ ان کی مرضِ

موت میں فقیر حاضر تھا۔ جب ان کا معاملہ آخر تک پہنچا اور اس جہان کا شعور کم ہوا تو اس وقت فقیر نے ان کی بات کو انہیں یاد دلایا۔ اور محبت کی نسبت پوچھا تو اس بیخودی میں آپ نے فرمایا" میں اہل بیت کی محبت میں غرق ہوں' اس وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا' محبت اہل بیت سرمایہ اہل سنت است' اہل بیت کی محبت اہل سنت کا سرمایہ ہے' مخالف لوگ اس معنی سے غافل اور ان کی محبت متوسط سے جاہل ہیں"
(۱۵)

ابن عدی اور دیلمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ' سے نکالا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اثبتکم علی الصراط اشدکم حبا لاھل بیتی ولا صحابی تم میں صراط پہ وہ ثابت قدم ہو گا جس کی' میرے اہل بیت اور اصحاب کے ساتھ زیادہ محبت ہو گی۔

خدایا بحق بنی فاطمہ
کہ برقول ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم ردکنی ور قبول
من و دست و دامان آل رسول
(۱۶)

"حضرت امیر علی رضی اللہ عنہ' کی محبت اہل سنت و جماعت کی شرط ہے۔ اور جو شخص یہ محبت نہیں رکھتا' اہل

سنت سے خارج ہے۔ اس کا نام خارجی ہے" (۱۸)

○

انگریزوں نے برصغیر میں خروج کے سوئے ہوئے فتنے کو ہوا دی تو اس کی مختلف صورتیں سامنے آئیں، وہابیت ہو یا دیوبندیت، مرزائیت ہو یا پرویزیت سب میں خروج کا فیضان ٹھاٹھیں مار رہا ہے، سب کو اہل بیت کی محبت اور ذکر سے چڑ ہے، جبکہ یزید پلید کے ساتھ ایک گونہ عقیدت ہے۔ وہابیہ و دیابنہ میں تو کچھ ایسے بدبخت بھی ہوئے ہیں جنھوں نے کھل کر امام عالی مقام حضور امام حسین سلام اللہ علی ابیہ و علیہ پر تنقید کی ہے اور یزید پلید علیہ ما یستحقہ کو امیرالمومنین قرار دیا ہے۔ آہ

دل نہ آئے تو گل ولالہ کی رنگینی بھی ہیچ
اور آجائے تو کانٹوں سے بہل جاتا ہے دل

وہابیہ کے مشہور مولوی عبدالعظیم حیدر آبادی نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسین اور یزید کا مقابلہ یا جملہ مقابلے حکومت و ریاست کی غرض سے ہوئے' (۱۹)

اسی طرح مولوی ثناء اللہ امرتسری نے ایک کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اردو میں یہ پہلی کتاب ہے جس میں نہایت وضاحت سے ثابت کیا گیا ہے کہ واقعہ کربلا مذہبی نہ تھا بلکہ یہ جنگ محض سیاسی مصلحت اور حفظ ناموس کی خاطر لڑی گئی، علمائے کرام کی تصدیقات بھی کتاب کے آخر میں درج

ہیں، ہر خوبی سے یہ کتاب قابل مطالعہ ہے بلکہ نشر و اشاعت ضروری ہے۔ تین سو نسخے ہم نے تاجروں اور مفت تقسیم کرنے والوں کے لیے مقرر کیے ہیں" (۲۰)

اس اقتباس کے ایک ایک لفظ سے خارجیت ٹپک رہی ہے، ایک ایک حرف بغض آل رسول کا آئنہ دار ہے۔ یاد رہے کہ اہل بیت اطہار کے کارناموں کو گہنانے کے لیے خوارج نے ہمیشہ یہی پروپیگنڈہ کیا ہے کہ ان کی مذہبی و ملی کاوشیں صرف دنیاوی نام و نمود کے لیے تھیں، معاذ اللہ، تاکہ اہل ایمان کے دلوں میں ان کی قدر و منزلت ختم ہو جائے، مولوی امرتسری نے جس کتاب کو اردو کی پہلی کتاب کہا ہے جس میں امام حسین رضی اللہ عنہ، کے خلوص و للہیت، خدا اور رسول کی رضا کے حصول کے لیے جان قربان کرنے کے جذبے کو بھی سیاسی مصلحت اور حفظ ناموس کی جنگ قرار دیا گیا ہے اور جس کی اشاعت کی ترغیب دی ہے، اس کے بعد ایسی بہت کتابیں منظر عام پر آئیں جن میں بغض آل رسول اور محبت یزید کے نہایت مکروہ درس دیئے گئے، محمود احمد عباسی کی "تبصرہ محمودی برھفوات مودودی" اور "خلافت معاویہ و یزید" ابو یزید محمد دین بٹ کی "خلافت رشید ابن رشید اور ابو عتیق محمد امین خادم کی معارف یزید جیسی کتابیں اسی غلیظ سلسلے کی کڑیاں ہیں، ان گمراہ کن کتابوں پر وہابیہ اور دیابنہ کے مقتدر علماء کی تقاریظ اس امر کا بین ثبوت ہیں کہ یہ خانوادے اجتماعی طور پر خارجیت کے زہریلے دھندے میں ملوث ہیں۔ اور سوچے سمجھے طریقے کے مطابق یزیدیت کا پرچار کر رہے ہیں۔

ان کے علاوہ انگریزوں کے نامزد "نبی" مرزا قادیانی نے بھی آل رسول

کے خلاف خوب ہرزہ سرائی کی۔ وہ کہتا ہے۔

کربلا ہسیت سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

اب سوچیے اس صدی کی اس ہولناک خارجی تحریک کے آگے بند باندھنے کی کتنی اشد ضرورت تھی' اللہ تعالیٰ نے اس امر کے لیے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ کو پیدا کیا۔ آپ نے جہاں سادات کرام کی عزت و حرمت اور توقیر و احترام کی تبلیغ اپنی تحریروں میں فرمائی وہاں عملی طور پر بھی مثالیں قائم کیں۔ آپ کی بصیرت افروز تحریریں اور عملی مثالیں' انگریزی دور سے لے کر آج تک کی اس خارجی تحریک کا بھرپور جواب ہیں۔ اگرچہ بعض کتابیں آپ کے بعد معرض وجود میں آئیں لیکن پھر کیا ہے' آپ کے سدا ابہار دلائل تو قیامت کی دیواروں تک ایسے ہر فتنے کے لیے کافی و شافی ہیں' وللہ الحمد' آپ فرماتے ہیں

○ "سید سنی المذہب کی تعظیم لازم ہے اگرچہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں' ان کے اعمال کے سبب آل سے تنفر نہ کیا جائے۔ نفس اعمال میں تنفر ہو۔ بلکہ اس کے مذہب میں بھی قلیل فرق ہو کہ حد کفر تک نہ پہنچے جیسے تفضیل تو اس حالت میں بھی اس کی تعظیم سیادت نہ جائے گی" (۲۲)

○ ان کی محبت بحمد اللہ تعالیٰ مسلمان کا دین ہے اور اس سے محروم ناصبی خارجی جہنمی ہے' والعیاذ باللہ تعالیٰ مگر محبت صادقہ نہ روافض کی سی محبت کاذبہ جنہیں ائمہ اطہار فرمایا

کرتے تھے' خدا کی قسم تمہاری محبت ہم پر عار ہو گی......
سید غیر عالم کے بھی احکام کی اطاعت کرے کہ اس میں اس کی خوشنودی ہے اور سادات کرام کی خوشی میں کہ حد شرع کے اندر ہو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہے اور حضور کی رضا' اللہ عزوجل کی رضا...... ہاں سچے محبان اہل بیت کرام کے لیے روز قیامت نعمتیں برکتیں' راحتیں ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اہل بیت کی محبت لازم پکڑو کہ جو اللہ سے ہماری دوستی کے ساتھ ملے گا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں جائے گا۔ قسم خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کسی کو اس کا عمل نفع نہ دے گا جب تک ہمارا حق نہ پہچانے' (۲۳)

○ "سنی سید کی بے توقیری سخت حرام ہے' صحیح حدیث میں ہے' چھ شخص ہیں جن پر میں نے لعنت کی' اللہ ان پر لعنت کرے اور ہر نبی کی دعا قبول ہے۔ ازاں جملہ ایک وہ کتاب اللہ میں اپنی طرف سے کچھ بڑھائے اور جو خیر و شر سب کچھ اللہ کی تقدیر سے ہونے کا انکار کرے اور وہ جو میری اولاد سے اس چیز کو حلال رکھے جو اللہ نے حرام کیا اور ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں جو میری اولاد کا حق نہ پہچانے' وہ تین باتوں میں ایک سے خالی نہیں یا تو منافق ہے۔ یا حرامی ہے یا حیضی بچہ" (۲۴)

آپ سادات کرام سے اپنی غلامی اور نیاز مندی کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ "یہ فقیر ذلیل بحمدہ تعالیٰ حضرات سادات کرام کا ادنیٰ غلام و خاکپا ہے، ان کی محبت و عظمت ذریعہ نجات و شفاعت جانتا ہے" (۲۵)

آپ کے کلام حق ترجمان میں بھی جابجا محبت آل رسول کے مناظر نظر آتے ہیں مثلاً

خوشا دلے کہ دہندش ولائے آل رسول
خوشا سرے کہ کنندش فدائے آل رسول
متم ایر و جہانگیر و کجکلاہ یعنی
کمینہ، بندہ و مسکین، گدائے آل رسول

یہ ساری نظم قابل داد ہے۔ بظاہر اپنے مرشد کامل حضور سید آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ کی جناب میں عرض گزار ہیں مگر بباطن یوں لگتا ہے کہ ساری آل رسول کی عظمت و محبت کے ترانے الاپ رہے ہیں آخری شعر حاصل نظم ہے۔

مرا زنسبت ملک است امید آنکہ بہ حشر
ندا کنند بیا اے رضائے آل رسول

کہیں فرماتے ہیں

پارہ ہائے صحف، غنچہ ہائے قدس
اہل بیت نبوت پہ لاکھوں سلام
آب تطہیر سے جس میں پودے جمے

اس ریاض نجابت پہ لاکھوں سلام

آپ کے لبوں پر یہ خوبصورت دعا ہمہ وقت رہتی

دوجہاں میں خادم آل رسول اللہ کر
حضرت آل رسول مقتدا کے واسطے



کچھ یزید کے بارے میں

جس خوش نصیب کے دل میں اہل بیت کی محبت و احترام موجود ہو اس کے دل میں یزید کے بارے میں کوئی نرم گوشہ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اہل سنت و جماعت نے ہمیشہ یزید اور یزیدیت کی کھل کر مخالفت کی ہے۔ یزید، قاتل اہل بیت ہے اور اس کے اس فعل مذموم کی خبر خود مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ لایزال امر امتی قائما" بالقسط حتی یکون اول من یثلمہ رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید، میری امت کا کام انصاف کے ساتھ رہے گا' یہاں تک کہ بنوامیہ کا پہلا فرد یزید اس کو تباہ کرے گا۔ (۲۶) اور فرمایا ھلاک امتی علی یدی اغیلمتہ سفہاء میری امت چند نالائق لڑکوں کے ہاتھوں ہلاک ہو گی (۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "لوشئت ان اقول بنی فلان و بنی فلان نفعلت اگر میں چاہوں تو ان کے نام بھی بتا سکتا ہوں" (۲۸)
شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس کی شرح میں فرماتے ہیں

○ "در مجمع البحار آوردہ کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، می

شناخت ایشاں را باسماء اشخاص ایشاں و سکوت می کرد از تعین و
نام بردن ایشاں از جہت ترس و مفسدہ و مراد یزید بن معاویہ
خذلھم اللہ و بتحقیق صادر شد از ایشاں از قتل اہل بیت پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم و بند کردن ایشاں و کشتن خیار مہاجرین و
انصار آنچہ شد" (۲۹)

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دعا کرتے تھے اللھم لا تدرکنی سنۃ ستین والامارۃ الصبیان یا اللہ مجھے ساٹھ ہجری اور بچوں کو حکومت سے محفوظ فرما۔ (۳۰) ساٹھ ہجری کا سال یزیدی حکومت کے قیام کا سال ہو گا اس لیے حضرت ابوہریرہ اس سے پناہ مانگا کرتے تھے' (۳۱) اس حدیث کی تشریح میں حضرت علامہ علی قاری' حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی' حضرت علامہ بدرالدین عینی' حضرت علامہ ابن حجر ہیتمی مکی جیسے نامور محدثین و شارحین نے صراحت سے لکھا ہے کہ یہاں یزید کی حکومت مراد ہے (۳۲)

امام علی بن احمد علیہ الرحمہ نے بھی فرمایا ہے منھم یزید بن معاویہ واضرابہ من احداث ملوک بنی امیہ فقد کان منھم ماکان من قتل اہل البیت واکابر المھاجرین والمراد انھم یھلکون الناس بسبب طلبھم الملک والقتال (۳۳)

یزید کے بارے میں اہل سنت کے چند موقف ہیں۔ حضرت علامہ غلام محی الدین قصوری علیہ الرحمتہ نے وضاحت فرمائی ہے

○ "در بحر المذاہب آوردہ کہ علماء اہل سنت و جماعت در
حق لعن یزید سہ فرقہ شدہ اند' لاعنین' ساکتین' مانعین یعنی
بحر المذاہب میں ہے کہ یزید پر لعنت بھیجنے کے بارے میں

اہل سنت کے تین گروہ ہیں' ایک گروہ لعنت کا قائل ہے۔
ایک گروہ خاموشی بہتر سمجھتا ہے۔ ایک گروہ روکتا ہے"
(۳۴)

ان تینوں گروہوں میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اس کی تعریف کرتا ہو' یا قتل اہل بیت سے بری الذمہ ٹھہراتا ہو۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ' نے کیا خوب فرمایا

○ "یا نبی وھل یتولی یزید احد یومن باللہ یعنی اے
بیٹے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ کبھی بھی یزید کی محبت کا دم
نہیں بھر سکتا" (۳۵)

اب ہم یزید کے بارے میں حضور امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ' کا موقف لکھتے ہیں تاکہ آپ کے کلام کو ماننے کا دعوی کرنے والے "عشاق یزید" بھی ہوش کے ناخن لیں' اور فیصلہ کریں کہ مجدد الف ثانی کے فکر کے صحیح وارث وہ ہیں یا اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمتہ ہیں۔

○ "یزید بے دولت از اصحاب نیست در بدبختی او کرا سخن
است کارے کہ آں بدبخت کردہ ہیچ کافر فرنگ نہ کند' بعضے از
علماء اہل سنت کہ در لعن او توقف کردہ اند نہ آنکہ از وے
راضی اند بلکہ رعایت احتمال رجوع و توبہ کردہ اند' یزید بے
دولت' صحابہ کرام میں سے نہیں' اس کی بدبختی میں کس کو
کلام ہو سکتا ہے۔ جو کام اس نے کیا وہ کسی کافر فرنگ نے
بھی نہیں کیا۔ بعض علماء اہل سنت جو اس کی لعنت میں

توقف کرتے ہیں وہ اس لیے نہیں کہ اس سے راضی ہیں بلکہ اس لیے کہ رجوع و توبہ کا احتمال ہو سکتا ہے' (۳۶)

○ "یزید زمرہ فاسقین میں سے ہے۔ اس کی لعنت میں توقف کرنا اہل سنت کے مقررہ قاعدہ پر ہے کہ انہوں نے شخص معین پر اگرچہ کافر ہو' لعنت کرنا جائز نہیں جانا مگر جبکہ معلوم ہو جائے کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے۔ جیسا کہ ابولہب اور اس کی بیوی نہ اس لیے کہ وہ لائق لعنت نہیں' بے شک جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے" (۳۷)

○ "حضرت مولانا جامی نے (جو حضرت امیر معاویہ کی خطائے اجتہادی کو) خطائے منکر کہا ہے' زیادتی کی ہے' خطا پر جو کچھ زیادہ کریں خطا ہے' اور جو کچھ اس کے بعد کہا ہے کہ "اگر وہ لعنت کا مستحق ہے' الخ' یہ بھی نامناسب ہے۔ اس کی تردید کی کیا حاجت ہے۔ اس میں کونسا محل اشتباہ ہے' اگر یہ بات یزید کے حق میں کہتا تو بے شک جائز تھا لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کہنا برا ہے" (۳۸)

اب یزید عنید علیہ ماعلیہ کے بارے میں اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمتہ کا عقیدہ دیکھے'

○ اس طائفہ طائفہ (وہابیہ) خصوصاً" ان کے پیشوا (اسمٰعیل دہلوی) کا حال مثل یزید پلید علیہ ماعلیہ ہے' کہ محتاطین نے

اس کی تکفیر سے سکوت پسند کیا۔ ہاں یزید مرید اور ان امام عنید میں اتنا فرق ہے کہ اس خبیث سے ظلم و فسق متواتر مگر کفر متواتر نہیں اور ان حضرت سے یہ سب کلمات کفر اعلیٰ درجہ' تواتر پر ہیں' (۳۹)

○ "یزید پلید کے بارے میں ائمہ اہل سنت کے تین قول ہیں' امام احمد وغیرہ اکابر اسے کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہو گی' اور امام غزالی وغیرہ مسلمان کہتے ہیں تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو بالآخر بخشش ہو گی' اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر لہٰذا یہاں بھی سکوت کریں گے' واللہ تعالیٰ اعلم" (۴۱)

○ یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید قطعاً" یقیناً" باجماع اہل سنت فاسق فاجر جری علی ا لکبائر تھا۔ اس قدر ائمہ اہل سنت کا اطباق و اتفاق ہے۔ صرف اس کی تکفیر و لعن میں اختلاف فرمایا۔ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ 'اور ان کے اتباع و موافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیص اس پر لعن کرتے ہیں اس آیہ کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں فھل عسیتم ان تولیتمراں تفسدوافی الارض و تقطعوا ارحامکم اولک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمٰی ابصارھم' کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتے کاٹ دو' یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت

فرمائی تو انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں پھوڑ دیں'

شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا' حرمین طیبین و خود کعبہ معظمہ و روضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں۔ مسجد کریم میں گھوڑے باندھے' ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے' تین دن مسجد نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) بے اذان و نماز رہی۔ مکہ و مدینہ و حجاز میں ہزاروں صحابہ و تابعین بے گناہ شہید کیئے' کعبہ معظمہ میں پتھر پھینکے' غلاف شریف پھاڑا۔ اور جلایا' مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کر دیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا' مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور ہو گئے۔ سر انور کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا' کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا۔ حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت قید کیے گئے۔ اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے۔ اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہو گا' ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق و فجور نہ جانے۔ قرآن کریم میں صراحتہ اس پر لعنھم اللہ فرمایا۔ لہٰذا امام احمد اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں' اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ' لعن و تکفیر سے احتیاط" سکوت کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں' کفر متواتر نہیں اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر' اور امثال و عیدات مشروط بعدم توبہ ہیں بقول تعالیٰ فسوف یلقون غیا الا من تاب' اور توبہ تادم غرغرہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط و اسلم ہے' مگر اس کے

فسق و فجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضرورت مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اور ضلالت و بے دینی صاف ہے۔ بلکہ امضافا" یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شمہ ہو وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون' شک نہیں کہ اس کا قائل ناصبی مردود اور اہل سنت کا عدو عنود ہے۔ ایسے گمراہ بد دین سے مسئلہ مصافحہ کی شکایت بے سود ہے۔ اس کی غایت اسی قدر کہ اس نے قول صحیح کا خلاف کیا اور بلاوجہ شرعی دشت کشی کر کے ایک مسلمان کا دل دکھایا مگر وہ تو ان کلمات ملعونہ سے حضرت بتول زہرا و علی مرتضیٰ اور خود سید الانبیا علیہ و علیہم افضل الصلوۃ والثنا کا دل دکھا چکا ہے' اللہ واحد قہار کو ایذا دے چکا ہے' والذین یوذون رسول اللہ لھم عذاب الیم ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا" واللہ تعالیٰ اعلم" (۴۲)

ازواج رسول

اہل سنت و جماعت کثرھم اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضور سرور کائنات فخر موجودات علیہ افضل الصلوت واکمل التسلیمات کی ازواج مطہرہ بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ازواج مطہرہ کو اہل بیت میں قرآن کریم نے شمار فرمایا ہے' انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا یعنی اللہ کا ارادہ تو یہی ہے کہ وہ اہل بیت سے ہر قسم کی (اعتقادی و عملی) پلیدی کو دور رکھے اور انہیں ایسا صاف کرے جس طرح صاف کرنے کا حق ہے۔ اس آیت کریمہ کا سیاق و سباق دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اہل

بیت سے مراد ازادوج مطہرہ کی ذوات قدسیہ ہیں' یاد رہے کہ لفظ اہل البیت' مذکر ہے اس لیے یہاں ضمیر مذکر لائی گئی ہے' جیسے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی زوجہ محترمہ سے فرمایا فقال لاھلہ امکثو' اور فرمایا لعلکم تصطلون' یا فرشتوں نے حضرت سارہ سے کہا رحمتہ اللہ و برکاتہ' علیکم اھل البیت اور ربّ تعالیٰ نے فرمایا وقالت لھم رسلھم اور فرمایا و قال نسوۃ' قرآن کی ان آیتوں سے ثابت ہوا کہ ضمیر میں مقصود کا لحاظ نہیں' لفظ کا لحاظ ہوتا ہے۔ لہٰذا ساری ازواج مطہرہ اس ضمیر میں داخل ہیں' زوجہ کے لیے لفظ "اہل" قرآن کریم نے اور مکانات پر بھی استعمال فرمایا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا واذغدوت من اھلک تبوی المومنین مقاعد للقتال اور یاد کرو جب تم اپنے دولت خانہ سے برآمد ہوئے مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے' مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ حضور غزوہ احد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے تشریف لے گئے تھے تو یہاں اھلک سے مراد کاشانہ عائشہ ہے' اسی لیے حضرت عائشہ کا حضور کے اہل بیت ہونا ثابت ہوتا ہے' اسی قرینے پر دوسری ازواج مطہرہ اہل بیت میں شامل ہیں۔

اسی طرح لفظ آل میں بھی بیوی شامل ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا فالتقطہ' آل فرعون تو (موسیٰ) کو اٹھالیا فرعون کے گھر والوں نے' یاد رہے کہ حضرت موسیٰ علیہ اسلام کو آسیہ زوجہ فرعون نے اپنی گود میں لیا تھا' ویسے دیکھا جائے تو عرف عام میں بھی بیوی کو اھلیہ یا گھر والی کہا جاتا ہے' لہٰذا جو آیات مبارکہ اہل بیت اطہار کی شان میں نازل ہوئی ہیں ان سے ازواج مطہرہ کو خارج کرنا کسی بھی طرح روا نہیں۔ ہمارے ہاں' ازواج مطہرہ کو قرآن کریم نے

حضور کی اہل بیت قرار دیا ہے اور سیدہ فاطمہ' مولا علی مرتضیٰ' امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے اہل بیت میں شامل فرمایا ہے' اللھم ھؤلا اہل بیتی کے الفاظ سے ثابت ہے' ہم قرآن کریم کا بھی احترام کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کا بھی احترام کرتے ہیں الحمد للہ رب العالمین

اہل رفض نے جس طرح صحابہ کبار علیھم الرضوان کو اپنی بے رحم تنقید کا نشانہ بنایا ہے اس طرح ازواج مطہرہ خصوصاً" حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما پر تنقید کی ہے۔ چونکہ یہ دونوں ہستیاں بالترتیب حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہا کی شہزادیاں ہیں اس لیے ان کی شان و عظمت اگرچہ کتاب و سنت سے ہی ثابت ہو' اہل رفض کو ایک آنکھ نہیں بھاتی' اہل سنت نے حضور کی ازواج مطہرہ کو امہات المومنین تسلیم کیا ہے اور ان کی مقدس بارگاہ ہوں میں اونچا سانس بھی لینا توہین تصور کی ہے۔ حضور امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

"چند سال پہلے فقیر کا یہ طریقہ تھا کہ طعام پکاتا اور اس کا ثواب اہل عبا یعنی پنجتن پاک کی ارواح پاک کو نذر کرتا' ایک رات خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں' فقیر نے سلام عرض کیا تو حضور نے توجہ نہ فرمائی بلکہ چہرہ مبارک پھیر لیا۔ پھر فرمایا من طعام در خانہ عائشہ می خورم ہر کہ مرا طعام فرستد در خانہ عائشہ فرستد' میں کھانا عائشہ کے گھر کھاتا ہوں' جس کسی نے مجھے کھانا بھیجنا ہو وہ عائشہ کے گھر بھیجے۔ اس طرح معلوم ہوا کہ حضور کے توجہ نہ فرمانے کا باعث یہ تھا کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شریک

طعام نہیں کرتا تھا بعد ازاں حضرت صدیقہ را بلکہ سائر ازواج مطہرات را کہ ہمہ اہل بیت اند شریک میساخت و جمیع اہل بیت توسل میخود' بعد میں حضرت صدیقہ بلکہ تمام ازواج مطہرہ جو کہ اہل بیت میں شریک ہیں' کو ثواب نذر کرتا اور تمام اہل بیت کو اپنے لیے وسیلہ بناتا"۔ (۴۳)

○ ارشاد باری تعالیٰ ہے اہل بیت' بے شک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور کردے اور تمھیں خوب پاک صاف کردے' اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت حضرت علی' حضرت فاطمہ اور حسنین کریمین کے حق میں نازل ہوئی۔ کیونکہ اس میں عنکم کی ضمیر مذکر ہے۔ اور بعد کی ضمیریں بھی مذکر ہیں' یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ازواج مطہرہ کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ قرآن شریف میں ہے واذکرن مایتلی فی بیوتکن یعنی ان آیتوں کو یاد کرو جو تمھارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔" (۴۴)

○ "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ لوگ ہدیہ بھیجنے کے لیے اس دن کا انتظار کرتے رہتے جس دن آپ کی باری میرے گھر ہوتی۔ اور ایسا کرکے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے تھے' باقی ازواج مطہرہ نے اس کے بارے میں عرض کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے عائشہ کے بارے میں اذیت نہ دو' کیونکہ مجھ پر عائشہ کے سوا کسی بیوی کے بستر پر وحی نہیں

آتی۔ پھر حضور نے اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی فرمایا' اے بیٹی کیا تم اس سے محبت نہیں رکھتی جس سے میں محبت رکھتا ہوں' انہوں نے عرض کی' کیوں نہیں' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو عائشہ سے محبت رکھو" (۴۵)

اعلی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ بھی فرماتے ہیں

○ "ہم اہل سنت کے نزدیک ان میں سے کسی ادنی صحابی پر بھی طعن جائز نہیں چہ جا کہ' ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جناب رفیع میں طعن کریں"۔ حاش یہ اللہ و رسول کی بارگاہ میں گستاخی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تطہیر و بریت میں آیت نازل فرمائے اور ان پر تہمت دھرنے والوں کو وعیدیں' عذاب الیم کی سنائے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنی سب ازواج مطہرات میں زیادہ چاہیں' جہاں منہ رکھ کر عائشہ صدیقہ پانی پیئں حضور اسی جگہ اپنا لب اقدس رکھ کر وہیں سے پانی پیئیں' یوں تو سب ازواج مطہرہ دنیا و آخرت میں حضور کی بیبیاں ہیں' مگر عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت کا یہ عالم کہ ان کے حق میں ارشاد ہوا کہ یہ حضور کی بی بی ہیں دنیا و آخرت میں۔ حضرت خیرالنساء یعنی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو حکم ہوا ہے کہ فاطمہ تو مجھ سے محبت رکھتی ہے تو عائشہ سے بھی محبت رکھ کہ میں اسے چاہتا

ہوں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ سے فرمایا ای بنیتہ! الست تحبین ما احب فقالت بلٰی فقال احی ھذہ پیاری بیٹی جس سے میں محبت کرتا ہوں کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی عرض کیا بالکل یہی درست ہے، فرمایا تب تو بھی عائشہ سے محبت رکھا کر، سوال ہوا سب آدمیوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب کون ہیں، جواب عطا ہوا، "عائشہ"

وہ عائشہ صدیقہ، بنت الصدیق، ام المومنین جن کا محبوبہ رب العالمین ہونا، آفتاب نیم روز سے روشن تر، وہ صدیقہ، جن کی تصویر بہشتی حریر میں روح القدس، خدمت اقدس سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر لائیں، وہ ام المومنین کہ جبرائیل امین، باں فضل مبین، انہیں سلام کریں اور ان کے کاشانہ عزت و طہارت میں بے اذن لیے حاضر نہ ہو سکیں، وہ صدیقہ کہ اللہ عزوجل وحی نہ بھیجے ان کے سوا کسی کے لحاف میں، وہ ام المومنین کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی سفر میں بغیر ان کے تشریف لے جائیں، ان کی یاد "واعروسا" فرمائیں، وہ صدیقہ کہ یوسف صدیق علیہ الصلوۃ والسلام کی برات وپاکدامنی کی شہادت، اہل زلیخا سے ایک بچہ ادا کرے، بتول مریم کی تطہیر و عفت مابی، روح اللہ کلمتہ اللہ فرمائیں، مگر ان کی برات پاک طینتی، پاک دامانی و طہارت کی گواہی میں قرآن کریم کی آیات کریمہ نزول فرمائیں

آدمی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھے اگر کوئی اس کی ماں کی توہین کرے، اس پر بہتان اٹھائے یا اسے برا بھلا کہے تو اس کا کیسا دشمن ہو جائے گا اس کی

صورت دیکھ کر آنکھوں میں خون اتر آئے گا اور مسلمانوں کی مائیں یوں بے قدر ہوں کہ کلمہ پڑھ کر ان پر طعن کریں، تہمت دھریں اور مسلمان کے مسلمان بنے رہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ" (۴۶)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں بہت خوبصورت منقبت بھی لکھی ہے، ملاحظہ کیجئے،

حور رویت کے لیے شوق سے آنکھیں دھولیں
اسی سرکار کا مملوک ہے حوض کوثر

ہیں کہاں مانتیں سرکار کی عفت و حرمت
کہہ دو مجرے کو بڑھیں پھولوں کا گہنا لے کر

چمن قدس کے بیلے کا جبیں پر جھپکا
نحن اقرب کی چنبیلی سے گلے کا زیور

باغ تطہیر کی کلیوں سے بنائیں کنگن
آیہ نور کا ماتھے پہ منور جھومر

تن اقدس میں لباس آیہ تطہیر کا ہو
سورہ نور کا سر پر گھر آما معجر

یا حمیرا کا تن پاک پہ گلگلوں جوڑا
کلمینی کے در آویزہ گوش اطہر

بانوا، تیرا سرا پردہ عفت وہ رفیع
جس میں بے اذن نہ ہو روح قدس کا بھی گزر

سورہ نور نے کالے کیے منہ اعدا کے

لعنته الله علی کل شقی اکفر

تیری تدقیق پہ غش حیدر و نجل ہاشم
تیری تحقیق کے قائل عمر و ابن عمر
کوئی خاتون تری طرح کہاں سے لائے
باپ صدیق سا اور ختم رسل سا شوہر
تیرے جلوے سے رہی مسند افتا روشن
عہد صدیق سے تا دور جناب حیدر
عاق وہ ناخلف کور نمک ناحق کوش
تجھ سے جو دل میں رکھے سوئے عقیدت تل بھر
گو سیہ کار ہے لیکن کلمے سے ہے امید
تیرے بیٹوں میں گنا جائے یہ ننگ مادر

فیصلہ مقدسہ

مخالفین اعلیٰ حضرت نے آج تک یہ شورش برپا کر رکھی ہے کہ معاذ اللہ آپ نے حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جناب میں گستاخی کی ہے' اور وہ اس الزام پہ دلیل کے طور پر یہ اشعار آپ کے ساتھ منسوب کرتے ہیں۔

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جوبن کا ابھار
مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر

یہ پھٹا پڑتا ہے' جوبن میرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر
خوف ہے کشتی' ابرو نہ بنے طوفانی
کہ چلا آتا ہے حسن اہلہ کی صورت بڑھکر

حقیقت حال کچھ یوں ہے کہ بخاری' مسلم' ترمذی' اور نسائی شریف میں ایک حدیث حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ گیارہ مشرکہ عورتوں نے باہمی طور پر طے کیا کہ ہر ایک اپنے شوہر کے اوصاف بیان کرے گی اور کچھ نہ چھپائے گی۔ ان میں سے ایک ام زرع تھی' جس نے اپنے شوہر کی دل کھول کر تعریف کی پھر ساتھ ہی ابوزرع کی بیٹی کا ذکر کرتے ہوئے کہا طوع ابیھا و طوع امھا و مل کسانھا وہ اپنے ماں باپ کی فرمانبردار ہے اور اس کا جسم اس کی چادر کو بھرے ہوئے ہے۔ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کنت لک کابی زرع لام زرع میں تم پر اس طرح مہربان ہوں جیسے ابوزرع ام زرع کے لیے تھا۔ مرتب حدائق بخشش حصہ سوم مولانا محبوب علی خان رضوی نے جس بیاض سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں قصیدہ نقل کیا اسی بیاض سے سات شعروہ نقل کیے جو ان گیارہ مشرکہ عورتوں کے بارے میں تھے' ان سات شعروں پر بھی لفظ "علیحدہ" لکھ دیا۔ لیکن کاتب (جو کہ بد مذہب تھا اور جس پریس میں کتاب چھپی اس کا مالک بھی بد مذہب تھا) نے دانستہ یا نادانستہ انہیں حضرت عائشہ صدیقہ کے مدحیہ قصیدہ میں مخلوط کر دیا' اس غلطی پر مولانا محبوب علی خان نے اعلانیہ توبہ نامہ شائع کرایا۔ وہ لکھتے ہیں "اس میں جو تساہل مجھ سے ہوا اس پر

ہی اپنی غفلت اور غلطی پر خدا تعالیٰ کے حضور معافی چاہتا ہوں وہ غفور رحیم مجھے معاف فرمائے" (۴۸)

پھر ضروری اعلان شائع کرایا کہ "حدائق بخشش حصہ سوم ص ۳۷ و ص ۳۸ میں بے ترتیبی سے اشعار شائع ہو گئے تھے اس غلطی سے بار بار فقیر اپنی توبہ شائع کرا چکا ہے۔ خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم فقیر کی توبہ قبول فرمائیں آمین ثم آمین اور سنی مسلمان بھائی خدا و رسول کے لیے معاف فرمائیں' (۴۹) یہ توبہ نامہ رسالہ سنی لکھنؤ اور روزنامہ انقلاب میں بھی چھپا (۵۰)

مولانا محبوب علی خاں رضوی کی بلند اخلاقی اور خشیت الٰہی کا یہ عظیم مظاہرہ دیکھیے کہ انہوں نے اپنی کوتاہی پر فوراً توبہ کی' لیکن برا ہو تعصب و عناد کا کہ مخالفین اعلیٰ حضرت نے ان کی توبہ کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کو کوتاہی کو دلیل بنایا اور اعلیٰ حضرت کو گستاخ کہہ دیا جن کا اس معاملے میں دور دور تک قصور نظر نہیں آتا۔ جب اعلیٰ حضرت نے مذکورہ بالا اشعار حضرت ام المومنین کے لیے لکھے ہی نہیں تو ان پر کیسے الزام دھرا جا سکتا ہے۔

اور ان اشعار پہ اعلیٰ حضرت کے صاحبزادے مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی کا تبصرہ ملاحظہ کیجئے'

"اور یہ بھی کہا گیا کہ بعض کلام اعلیٰ حضرت بریلوی کا معلوم نہیں ہوتا کسی اور صاحب متخلص بہ رضا کا کلام ہے۔ مولانا (محبوب علی خاں) یا وہ شخص جس نے اس مجموعے میں وہ قصیدہ درج کیا اس کلام کو بھی اعلیٰ حضرت کا کلام سمجھا' اس لیے مجھے ناگوار ہوا کہ یونہی اور ہم لوگوں میں سے کسی کو بے دکھائے چھاپ دیا۔ بارہا لوگوں کے سامنے میں نے اس پر اظہار ناراضگی کیا" (۵۱)

"اعلیٰ حضرت تو اعلیٰ حضرت کوئی بھی ادنیٰ سے ادنیٰ جاہل یا جمیت و غیرت معاذ اللہ انہیں منقبت نہ لکھے گا" (۵۲)

اور یہ بھی یاد رہے کہ حدائق بخشش حصہ سوم اعلیٰ حضرت کی حیات ظاہری میں نہیں چھپی اس لیے اس میں موجود کلام کی ترتیب و تہذیب کے آپ ذمہ دار نہیں' پھر کلام بھی وہ جو آپ کے اسلوب بیان سے قطعاً ہٹ کر ہے' اس مسئلہ میں اس دور کے تمام مشاہیر اہل سنت نے اعلیٰ حضرت کا دفاع کیا ہے' اور مولانا محبوب علی خان کی توبہ کو مقبول کیا ہے۔ مشاہیر اہل سنت کے اس فیصلہ مقدسہ کو مولانا محمد عزیز الرحمن بہاولپوری نے مرتب فرما کر شائع کیا۔

اپنی آنکھ کا شہتیر

اس واقعہ سے جہاں علمائے اہل سنت کی عظمت و حمیت کے حسین مناظر دیکھنے میں آتے ہیں وہاں وہابیہ و دیابنہ کے تعصب و عناد کا بھی پتہ چلتا ہے۔ وہ اعلیٰ حضرت کی دشمنی میں اس قدر آگے نکل چکے ہیں کہ حقائق کا خون کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نہیں دیکھتے' یہ بات کس سے پوشیدہ ہے کہ ان کے علماء کی کتنی ہی کتابیں' خدا اور رسول اور صحابہ و اولیا کی ذات مقدسہ کی شان میں گستاخانہ عبارات کا مجموعہ ہیں لیکن بار بار بتانے پر اور وعیدیں سنانے پر بھی کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگی کسی کو توبہ کا خیال تک نہیں آیا بلکہ ہٹ دھرمی اور سیاہ باطنی کا یہ عالم ہے کہ آج بھی وہ کتابیں ان کفریہ عبارات سمیت شائع ہو رہی ہیں۔

شرم نبی' خوف خدا' یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اس صورت میں محقق اسلام علامہ شرف قادری دامت برکاتہ نے کیا خوب لکھا ہے

"جب یہ بات واضح ہو گئی کہ امام احمد رضا بریلوی نے ام المومنین کی شان میں بے ادبی کے وہ اشعار نہیں کہے' مولانا محبوب علی خان کی مجبوری اور غفلت میں وہ اشعار غلط ترتیب سے چھپ گئے' پھر انہوں نے علی لاعلان بار بار توبہ بھی کی اس کے باوجود جو شخص ان حضرات پر گستاخی کا الزام عائد کرتا ہے وہ خود دانستہ یا نادانستہ گستاخی کا مرتکب ہو رہا ہے" (۵۳)

الحاصل

ام المومنین رضی اللہ عنہا کے بارے میں اعلیٰ حضرت کا واضح و صریح عقیدہ وہی ہے جو ہم ان کی کتاب اعتقاد الاحباب کے حوالہ سے پیچھے لکھ آئے ہیں' پھر بھی کوئی ان پر گستاخی کی تہمت لگاتا ہے تو یہی کہا جا سکتا ہے لعنتہ اللہ علی الکاذبین

کتابیات

(۱) القرآن

(۲) الصواعق المحرقہ

(۳) جامع ترمذی و مشکوۃ ص ۵۷۳

(۴) کتاب الشفا جلد دوم ص ۳۷

(۵) صحیح بخاری

(۶) الریاض النضرہ جلد دوم ص ۲۸

(۷) الصواعق المحرقہ ص ۱۷۷

(۸) اظہار السعادت

(۹) الصواعق المحرقہ ص ۱۷۸

(۱۰) مناقب ابو حنیفہ از شیخ ابو سعید مادری

(۱۱) سیرت الشافی ص ۲۲

(۱۲) دفتر اول مکتوب ۵۶

(۱۳) رد روافض مترجم ص ۹۱

(۱۴) مکتوب ۳۶ دفتر دوم

(۱۵) ایضاً"

(۱۶) ایضاً"

(۱۷) ایضاً"

(۱۸) مکتوب ۵۱ دفتر اول

(۱۹) اہل حدیث امرتسر ص ۱۴ 24 ستمبر و یکم اکتوبر سن ۱۹۰۹ء

(۲۰) ایضاً" ص ۱۱ یکم فروری سن ۱۹۴۶ء

(۲۱) اعجاز احمدی ص ۸۲

(۲۲) العطایا النبویہ فی الفاوی الرضویہ ص ۱۸۴ جلد ۹

(۲۳) ایضاً" ص ۱۶۷

(۲۴) ایضاً" ص ۱۳۱ جلد ۱۰

(۲۵) ایضاً" ص ۱۲۵ جلد ۱۲

(۲۶) البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۳۱

(۲۷) صحیح بخاری جلد دوم

(۲۸) ایضاً

(۲۹) اشعتہ اللمعات جلد ۴ ص ۲۸۶

(۳۰) فتح الباری شرح بخاری جلد ۸ ص ۱۳

(۳۱) صواعق محرقہ ص ۲۱۹

(۳۲) دیکھیے مرقات شرح مشکوۃ، عمدۃ القاری شرح بخاری، فتح الباری شرح بخاری وغیرہ

(۳۳) سراج المنیر شرح جامع الصیغر جلد ۳ ص ۲۹۶

(۳۴) ملفوظات حضرت شاہ غلام علی دہلوی ص ۱۵۳

(۳۵) صواعق الحرقہ ص ۲۲۰

(۳۶) مکتوب ۵۴ دفتر اول

(۳۷) مکتوب ۲۵۱ دفتر اول

(۳۸) ایضاً

(۳۹) الکوکتبہ الشہابیہ ص ۶۰

(۴۰) ملفوظات اعلی حضرت جلد ا ص ۱۱۴

(۴۱) احکام شریعت ص ۸۸ جلد دوم

(۴۲) عرفان شریعت ص ۳۱ جلد دوم

(۴۳) مکتوب ۳۶ دفتر دوم

(۴۴) رد روافض

(۴۵) ایضاً بحوالہ بخاری و مسلم شریف

(۴۶) اعتقاد الاحباب ص ۶۵، ۶۶

(۴۷) فیصلہ مقدسہ ص ۹۲ مطبوعہ مجلس رضالاہور

(۴۸) فتاوی مظہری جلد ۲ ص ۳۰۳

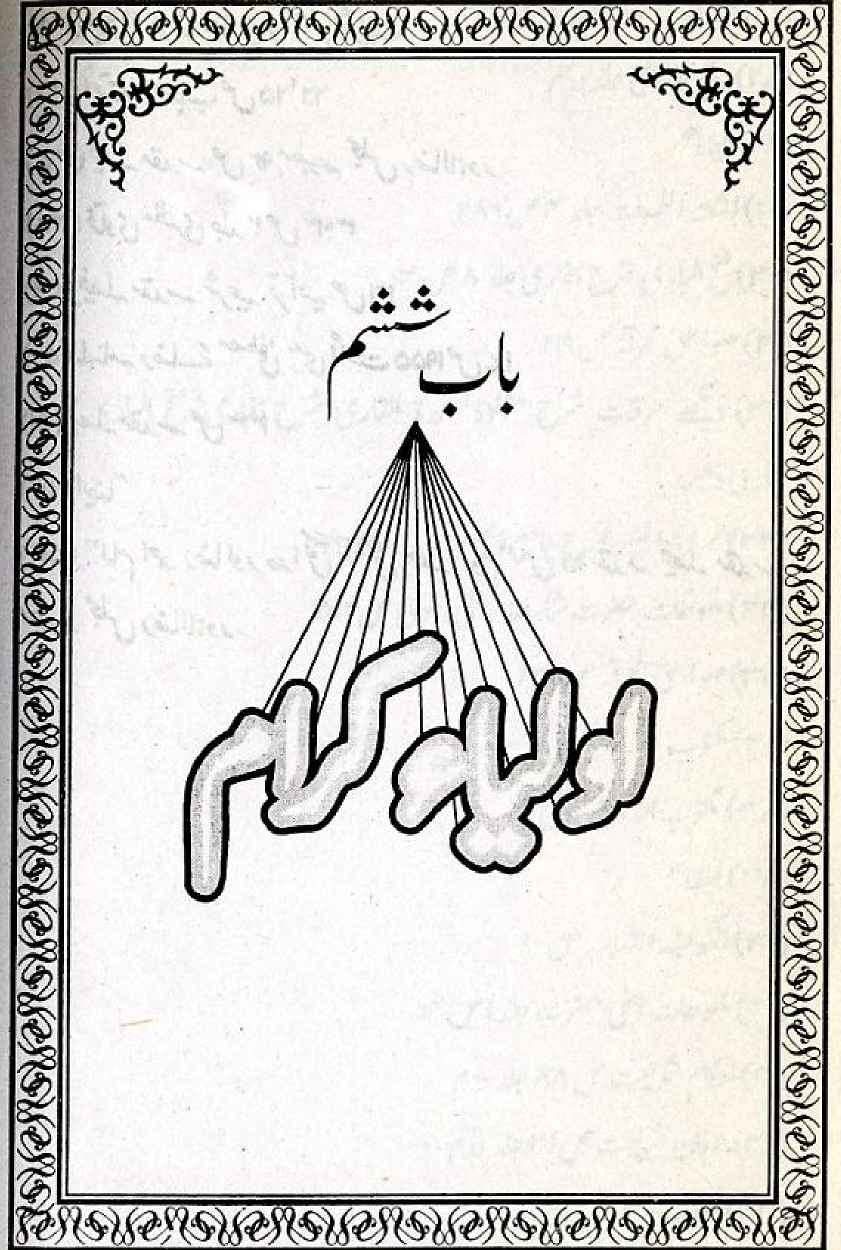
(۴۹) فیصلہ مقدسہ شرعیہ قرآنیہ ص ۳۱

(۵۰) ماہنامہ رضائے مصطفیٰ بمی اگست 1955 ص ۱۷

(۵۱) فیصلہ مقدسہ ص ۳۳

(۵۲) ایضاً

(۵۳) "امام احمد رضا اور حدائق بخشش حصہ سوم" ص ۱۵ مقدمہ فیصلہ مقدسہ مطبوعہ مجلس رضالاہور



اولیا کرام

○

اولیا' لفظ ولی کی جمع ہے' ولی کا معنی دوست و مددگار ہے۔ یہ ولایت سے ماخوذ ہے ''لفظ ولایت (واو کی زبر کے ساتھ) ازروئے لغت تصرف کے معنی میں استعمال ہوتا ہے' اور ولایت (واو کی زیر کے ساتھ) امارت کے مفہوم پر حاوی ہے''۔ (۱) اللہ کریم نے قرآن پاک میں اہل ولایت کے بارے میں ارشاد فرمایا

الا ان اولیا اللہ لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون' یعنی خبردار اللہ کے ولیوں کے لیے نہ خوف ہے نہ حزن(۲)

اللہ کریم نے اپنے ولیوں کو بہت شان و عظمت عطا فرمائی ہے' انہیں کرامات و تصرفات سے نوازا ہے' انہیں اپنی مخلوق کا مشکل کشا بنایا ہے' ان پر کائنات ارضی و سماوی کے اسرار فاش کیے ہیں۔ انہیں روحانی و جسمانی بیماریوں کا طبیب قرار دیا ہے' انہیں اپنے قرب خاص کا سزاوار کیا ہے' کماقال نحن اولیا کم فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ ہم دنیوی و اخری زندگی میں تمھارے دوست ہیں۔ ان کے افعال کو اپنے ساتھ منسوب کیا ہے' حدیث قدسی ہے عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبتبه فاذا احبتبه کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به و ید التی یبطش بها ور جله التی یمشی بها یعنی جب میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں' جب میں اسے محبت کرتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے' اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے' اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے

(۳) حضرت مولائے روم فرماتے ہیں

بندگان خاص علام الغیوب
درجہان جاں جو اسیس القلوب
اولیا راہست قدرت ازالہ
تیر جستہ باز آرندش ز راہ
لوح محفوظ است پیش اولیاء
ازچہ محفوظ است محفوظ از خطا (۴)

کرامت و تصرف

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "معتزلہ کسی بندے کے خاص ہونے یا کرامت کے سرے سے منکر ہیں" (۵) معتزلہ کا یہ فیضان حضور امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ' کے فلسفہ زدہ دور میں عام تھا۔ آپ نے اہل سنت کے مروجہ اصولوں کے مطابق اہل ولایت کی کرامت و تصرف کی تصدیق کی۔ بلکہ آپ کی اپنی ذات مقدسہ سے بے شمار کرامات و تصرفات کا ظہور ہوا جن کے ذکر سے آپ کی سوانحی کتابیں معمور ہیں۔ آپ خود فرماتے ہیں۔

○ "ہم تو کہتے ہیں کہ اہل اللہ کا وجود ہی درحقیقت کرامت ہے۔ اور خلقت کو حق تعالیٰ کی طرف رجوع کی دعوت دینا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے' اور مردہ دلوں کا زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشان ہے'

یہی لوگ اہل زمین کا امن اور غنیمت روزگار ہیں۔ بھم یمطرون و بھم یرزقون' انہی کے ذریعے لوگوں پر بارش کا نزول ہوتا ہے' انہی کے ذریعے لوگوں کو رزق ملتا ہے' ان کا کلام دعا ہے' اور ان کی نظر شفا ہے یہ لوگ اللہ کے ہم نشین ہیں اور ان کا ہم نشین بدبخت نہیں ہوتا۔ ان کا دوست رحمت حق سے ناامید نہیں رہتا" (۶)

○ "اللہ تعالیٰ نے اپنی بے انتہا عنایات سے اس فقیر کو اتنی قدرت دی ہے کہ اگر ایک خشک لکڑی پر توجہ دوں تو ایک عالم اس سے منور ہو جائے گا" (حضرات القدس ص ۱۸۰ جلد ۲)

○ "وہ صوفیا جو خدا پرست' صاحب کشف اور شمع نبوت سے نور حاصل کرتے ہیں' زمین ان کے سہارے قائم ہے" (۷)

○ "کرامتیں' معجزات پیغمبر ہیں' جس طرح معجزے دین کی ترویج کے لیے ہوتے تھے' اسی طرح کرامتیں بھی دین کی ترویج کے لئے ہیں" (زبدۃ المقامات ص ۳۳۹)

○ "بے عنایات حق و خاصان حق گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق یعنی حق تعالیٰ اور خاصان حق کی عنایتوں کے بغیر فرشتہ فطرت انسان کا ورق قسمت بھی سیاہ رہے گا" (۸)

○ "آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا صاحب تصرف پیر اپنے

استعداد والے مرید کو اپنے تصرف سے اس کی استعداد سے بلند مراتب تک لے جاسکتا ہے یا نہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں واقعی اس کا تصرف بلند مراتب پر پہنچا سکتا ہے' مثلاً ایک ذی استعداد مرید' ولایت موسوی کی استعداد رکھتا ہے وہ بھی نصف راہ تک جانے کی تو اس کا صاحب تصرف پیر اپنے تصرف سے اس کو ولایت موسوی کے بالکل آخری اور انتہائی مراتب تک پہنچا سکتا ہے" (۹)

○ "خواجہ احرار علیہ الرحمہ سلاطین وقت کے پاس جاتے اور اپنے تصرف سے اپنا مطیع بناتے اور پھر اس طرح ان سے احکام شریعت کی ترویج و اشاعت فرماتے"۔(۱۰)

○ "حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت محی الدین جیلانی قدس سرہ نے اپنے بعض رسالوں میں لکھا ہے کہ قضائے مبرم میں کسی کو تبدیلی کی مجال نہیں ہے مگر مجھے' اگر چاہوں تو میں اس میں بھی تصرف کر دوں' میں اس بات پر بہت تعجب کیا کرتا تھا کہ آپ کا فرمان بعید از فہم ہے' اور بہت مدت تک یہ خیال فقیر کے ذہن میں رہا یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے اس دولت سے مشرف فرمایا" (۱۱)

○ "نسبت انجذاب بجہت قیومیت از ایشان اخذ و بیک نظر ایشاں آں دیدہ ام کہ مردم را دا اربعین نہ بینند و بیک کلام شان آں یافتہ ام دیگراں در سنین نیابند' میں نے قیومیت کی

جہت سے جذب کی نسبتا انھی (پیران کرام) سے حاصل کی ہے اور میں نے ایک نظر سے وہ فیض پایا ہے جو دوسروں کو چالیس دن کی محنت سے نہیں ملا اور ان کی ایک گفتگو سے وہ کچھ سیکھا ہے جو دوسرے برسوں میں نہیں سیکھ سکے" (۱۲)

ضروری گزارش

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے منصب قیومیت کا ذکر فرمایا' منصب قیومیت کیا ہے اس کے بارے میں حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ القیوم کا ارشاد دیکھئے

○ "قیوم اس عالم میں خدا جل و علا کا خلیفہ اور اس کا قائم مقام ہے' اقطاب و ابدال اس کے ظلال کے دائرے میں مندرج ہیں اور افراد وا و تاد اس کے کمال کے محیط میں داخل ہیں عالم کے سب افراد اس کی طرف متوجہ ہیں وہ جہان والوں کا قبلہ توجہ ہے' جانیں یا نہ جانیں جہاں والوں کا قیام اس کی ذات سے ہے۔ تاکہ وہ نیابت و خلافت کے طور پر اشیا کا قیوم ہو جائے اور اشیا اس کے ساتھ قائم ہوں" (۱۳)

"اولیا کی کرامات حق ہیں' اور ان سے بکثرت خرق عادات کے واقع ہونے کے باعث ان کی یہ عادت مستمرہ ہو گئی اور کرامت کا منکر علم عادی اور ضروری کا منکر ہے" (مکتوب ۲۶۶ دفتر اول)

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کے زمانے میں ابن عبدالوہاب نجدی اور

اسمٰعیل دہلوی کا لگایا ہوا "نخلِ وہابیت" انگریزوں کی آبیاری کی بدولت پھیل اور پھول رہا تھا، اور اس کے نیچے بیٹھے ہوئے سیم و زر کے رسیا "ملانے" پورے شور و شر کے ساتھ عقائد اسلام پر برس رہے تھے، "تقویۃ الایمان" عام ہو رہی تھی، اہل ایمان کو عقیدے کے نام پر یہ پٹی پڑھائی جا رہی تھی

"شرک کے معنی یہ کہ جو چیزیں اللہ نے اپنے واسطے خاص کی ہیں اور اپنے بندوں کے ذمہ پر نشان بندگی کے ٹھہرائے ہیں وہ چیزیں اور کسی کے واسطے کرنے جیسے سجدہ کرنا، اور اس کے نام کا جانور کرنا اور اس کی منت ماننی اور مشکل کے وقت پکارنا اور ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا اور قدرت تصرف کی ثابت کرنا سو ان کی باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ پھر اس کو اللہ سے چھوٹا ہی سمجھے اور اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ اور اس بات میں اولیا انبیا میں اور جن و شیطان میں اور بھوت پری میں کچھ فرق نہیں، یعنی جس سے کوئی یہ معاملہ کرے گا وہ مشرک ہو جاوے گا" (۱۴)

"انبیا اولیا کو اس بات میں کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے ان کو عالم میں تصرف کرنے کی کچھ قدرت دی ہو کہ جس کو چاہیں مار ڈالیں یا اولاد دیویں یا مشکل کھول دیویں یا مرادیں پوری کریں یا فتح و شکست دے دیویں یا غنی اور فقیر کر دیویں یا کسی کو بادشاہ کر دیویں یا کسی کو امیر و وزیر کسی سے بادشاہت یا امارت چھین لیویں یا کسی کے دل میں ایمان ڈال دیویں یا کسی بیمار کو تندرست کر دیویں یا کسی سے تندرستی چھین لیویں کہ ان باتوں میں سب بندے بڑے چھوٹے برابر ہیں، عاجز و بے اختیار" (۱۵)

ان نجدی و اسماعیلی عقائد کے خلاف قرآن و سنت، اکابر ملت اور

مشاہیر امت کے اقوال سے ہزاروں دلائل دیئے جا سکتے ہیں۔ لیکن یہاں ہم صرف اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کی بات کریں گے کہ انہوں نے حضور امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کیسے اسلامیان ہند کو ان فتنہ انگیز عقائد سے بچایا۔ آپ نے اپنی کتب و رسائل میں اہل ولایت کی کرامات و تصرفات کا ذکر کیا ہے، ایک جگہ فرماتے ہیں

○ "احیائے مردہ حضور پرنور (غوث اعظم) اور دیگر محبوبان خدا سے ایسا ثابت ہے جس کے انکار کی گنجائش نہیں" (۱۶)

"عالم میں انبیا اولیا کا تصرف حیات دنیوی میں اور بعد از وصال بھی عطائے الٰہی سے جاری ہے، قیامت تک ان کا دریائے فیض موج زن رہے گا، اللہ عزوجل کی عطا سے ان کو یہ قدرت ماننا ہرگز شرک نہیں ہو سکتا جو کہے "کہ خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے" وہ مسلمانوں کو مشرک کہہ کر خود مشرک بنا اور احادیث و فقہ کی رو سے اس پر کفر عائد ہوا"۔ (افادات رضا معارف رضا شمارہ سن ۱۹۹۳)

"کرامات اولیا حق ہیں اور انہیں میں سے ان کا کشف اور اس کے ذریعے سے انہیں علوم غیب عطا ہوتا ہے جو بامداد نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہوتا ہے (ایضا) اور فرمایا بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے (ملفوظات ص ۱۱۵)

"حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ" کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں

کیوں نہ قاسم ہو کہ تو ابن ابی قاسم ہے
کیوں نہ قادر ہو کہ مختار ہے بابا تیرا
کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا(۱۷)

حکم نافذ ہے تیرا خامہ تیرا، سیف تری
دم میں جو چاہے کرے دور ہے شاہا تیرا

تری جاگیر میں ہے شرق تا غرب
قلم رو میں حرم تا حل ہے یا غوث
جسے عرش دوم کہتے ہیں افلاک
وہ تیری کرسی، منزل ہے یا غوث
تری قدرت تو فطریات سے ہے
کہ قادر نام میں داخل ہے یا غوث
تصرف والے سب مظہر ہیں تیرے
تو ہی اس پردے میں فاعل ہے یا غوث

○

عروج و مشاہدہ

اللہ کریم اپنے اولیا کرام کو اپنے عرفان میں بے پناہ عروج اور بے بہا مشاہدہ عطا فرماتا ہے، حضور امام ربانی قدس سرہ نے اپنے عروج روحانی کا مفصل

ذکر اپنے شیخ طریقت خواجہ محمد الباقی باللہ علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں کیا ہے، اس عروج روحانی کے دوران آپ پر اسرار و غیوب کے ایسے ایسے جہان ظاہر ہوئے کہ ان کے بیان کے لئے الفاظ اپنی تنگ دامانی پہ نوحہ طراز نظر آتے ہیں، اسی طرح آپ نے اپنے مشاہدہ عرفانی کا ذکر کیا ہے، جو ثابت کرتا ہے کہ اہل اللہ کو ایسی بصیرت و بصارت عطا ہوتی ہے جس کے سامنے ارض و سما کی وسعتیں بھی سمٹ جاتی ہیں، آپ لکھتے ہیں

○ "اللہ تعالی حضور کی توجہ کی برکت سے بندگی کی حقیقت تک پہنچائے اور عرش پر بہت عروج واقع ہوئے، پہلی دفعہ جو عروج واقع ہوا اور سفر طے کرنے کے بعد جب عرش پر پہنچا، عرش کے نیچے بہشت مشاہدہ میں آیا۔ اس وقت دل میں گزرا کہ وہاں بعض آدمیوں کے مقامات کا مشاہدہ "کروں۔ جب اس طرف متوجہ ہوا، ان کے مقامات نظر آئے اور ان شخصوں کو بھی ان کے درجوں کے اختلاف کے موافق مکان اور مرتبہ اور شوق و ذوق کے لحاظ سے ان مقاموں میں دیکھا۔ دوسری مرتبہ پھر عروج واقع ہوا۔ بڑے بڑے مشائخ اور امامان اہل بیت اور خلفائے راشدین کے مقامات اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاص مقام اور ایسے ہی درجہ بدرجہ تمام نبیوں اور رسولوں کے مقام اور مقربین فرشتوں کے مقامات عرش کے اوپر مشاہدہ میں آئے، اور عرش پر اس قدر عروج واقع ہوا کہ مرکز زمین سے لے کر

عرش یا اس سے کچھ کم تک اور حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کے مقام تک ختم ہوا' اور اس مقام کے اوپر بلکہ اسی مقام میں تھوڑی سی بلندی میں چند اور باقی مشائخ مثل شیخ معروف کرخی علیہ الرحمہ اور شیخ ابو سعید خراز علیہ الرحمہ تھے' اور بعض مشائخ اسی مقام میں تھے لیکن ذرا نیچے مثل شیخ علاو الدین سمنانی اور شیخ نجم الدین کبری کے' اور اس مقام کے اوپر امامان اہل بیت اور ان کے اوپر خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم تھے' اور تمام انبیا کے مقامات آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مقام کے ایک طرف علیحدہ تھے اور ایسے ہی ملا ئکہ مقربین کے مقامات اس مقام کے دوسری طرف جدا تھے' لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا مقام تمام مقامات سے بلند و برتر تھا۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقائق الامور کلھا"

"خاکسار غلام "احمد" کی یہ گزارش ہے کہ اس مقام میں جو عرش کے اوپر تھا اپنی روح کو بطریق عروج وہاں پاتا تھا' اور وہ مقام حضرت خواجہ بزرگ یعنی خواجہ نقشبند قدس سرہ سے مخصوص تھا' کچھ زمانہ کے بعد اپنے بدن عنصری کو بھی اسی مقام میں پایا۔ اس وقت ایسا خیال گزرا کہ یہ عالم سارے کا سارا عنصریات و فلکیات سے نیچے چلا گیا ہے اور اس کا کچھ نام و نشان نہ رہا اور اس مقام میں اولیائے کبار میں سے

بعض کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ اس وقت کہ تمام عالم کو اپنے ساتھ ایک ہی جگہ اور ایک ہی مقام میں شریک پایا ہے' بہت حیرت حاصل ہوتی ہے کہ باوجود تمام بیگانگی کے اپنے آپ کو ان کے ساتھ دیکھتا ہے ---- بعد ازاں اسی مقام میں ایک بلند محل ظاہر ہوا جس کے ساتھ سیڑھی رکھی تھی' اس محل پر چڑھ گیا اور وہ مقام بھی عالم کی طرح آہستہ آہستہ نیچے چلا گیا اور میں ہر گھڑی اپنے آپ کو اوپر کی طرف چڑھتا ہوا معلوم کرتا تھا۔ اتفاقا وضو کے شکرانہ کی نماز ادا کرتا تھا کہ ایک بہت بلند مقام ظاہر ہوا اور مشائخ نقشبندیہ قدس سرہ سے چار بزرگ مشائخ کو اس مقام میں دیکھا اور دوسرے مشائخ مثل سید الطائفہ وغیرہ بھی وہاں تھے' اور بعض دوسرے مشائخ اس مقام کے اوپر تھے"۔ (۱۹)

"اس فقیر کو بھی بعض اوقات حبیب خدا علیہ الصلوۃ و السلام کے صدقے میں یہ حالت میسر آتی ہے کہ میں نے ان ملا ئکہ کو جو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کر رہے تھے عین سجدے کی حالت میں دیکھا ہے ---- اور آخرت کے جن حالات کا وعدہ فرمایا گیا ہے سب کو اسی آن میں مشاہدہ کیا چونکہ اس واقعہ کو مدت گزر گئی ہے اس لیے احوال آخرت کی تفصیل بیان نہیں کی" (۲۰)

"جب تک روح کے تمام مقامات سے عروج نہ کریں

اس تک نہیں پہنچتے، پس اول آسمان سے لے کر عرش تک کے تمام طبقات سے گزرنا پڑتا ہے (مکتوب ۲۸۵ دفتر اول)"

"شیخ ابو یزید قدس سرہ فرماتے ہیں "کہ اگر عرش اور جو کچھ عرش میں ہے سب عارف کے گوشہ دل میں رکھ دیں تو دل کو فراخی کے باعث کچھ محسوس نہ ہو"" (مکتوب ۱۰ دفتر دوم)

"وہ علوم جو مقام فنافی اللہ اور بقا باللہ سے تعلق رکھتے تھے حق سبحانہ، و تعالیٰ کی مہربانی سے منکشف ہو چکے ہیں، نیز یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ ہر چیز کی وجہ خاص کیا ہے، اور سرفی اللہ کس معنی میں ہے ---- اور شاید ہی کوئی ایسی چیز باقی رہی ہو جس کا اولیا اللہ نے نشان بتایا ہو یا جو انہیں راہ میں پیش آتی ہو اور اس ناچیز کو دکھائی نہ گئی ہو" (۲۱)

"عنایات خداوندی سے علوم و معارف موسلادھار بارش کی طرح برس رہے ہیں، اور عجیب و غریب اسرار و رموز پر اطلاع بخش رہے ہیں" (۲۲)

"اے فرزند یہ جو معارف لکھے گئے ہیں امید ہے کہ رحمانی الہامات سے ہوں گے جن میں ہرگز شیطانی وسوسوں کی آمیزش نہیں ہے۔ اس بیان کی صحت پر دلیل یہ کہ جب فقیران علوم کے لکھنے کے درپے ہوا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس میں التجا کی تو معزز فرشتوں کو دیکھا کہ اس مقام کے گرد

و نواح تک سے شیطان کو بھگاتے تھے اور ان کو اس جگہ کے گرد نہ آنے دیا" (۲۳)

"جو کاروبار اس ولایت سے وابستہ ہے اگر اس کا تھوڑا سا بیان کروں یا ان معاملات کی طرف تھوڑا سا اشارہ کروں جو ان دونوں ولایتوں (محمدی و موسوی) کے ساتھ خاص ہیں تو گلا کاٹ دیا جائے گا جیسا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ دریں حالات دوسروں کی کیا حیثیت ہے" (۲۴)

"حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے مشاہدہ لطائف خمسہ کو بنیاد بنا کر کیا خوب کہا ہے کہ شیخ مجدد نے ان ارشادات میں جو امتیازات قائم کئے ہیں ان کی نفسیاتی اساس کچھ بھی ہو اس سے اتنا پتہ ضرور چلتا ہے کہ اسلامی تصوف کے اس "مصلح عظیم" کی نگاہوں میں ہمارے اندرونی واردات و مشاہدات کی دنیا کس قدر وسیع ہے" (۲۵)

ہو آگاہ اپنی ہستی سے ذرا غافل کہ تو
قطرہ ہے لیکن مثال بحر بے پایاں بھی ہے

○

اس طرح امام اہل سنت اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے اولیا اللہ کے عروج و مشاہدہ کو تسلیم کیا ہے۔ آپ کی بارگاہ میں سوال کیا گیا کہ معراج کی رات حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی روح پر فتوح نے حضور رسول اعظم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے سامنے اپنی گردن خم کی کہ آپ اپنا قدم مبارک اس پر رکھ کر براق پہ سوار ہوں' (۲۶) اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ اس کے

جواب میں آپ نے کمال تحقیق فرمائی ہے۔ آپ جواب میں ایک جگہ فرماتے ہیں۔

○ "سدرۃ المنتہی اگر منتہائے عروج ہے تو باعتبار اجسام نہ بنظر ارواح، عروج روحانی ہزاروں اکابر اولیا کو عرش بلکہ مافوق العرش تک ثابت و واقع جس کا انکار نہ کرے گا مگر علوم اولیا کا منکر" (۲۷)

○ "آپ نے نذر کے مسئلہ میں حضرت عثمان بن مرزوق علیہ الرحمہ کا واقعہ نقل فرمایا ہے، جس میں ان کے یہ الفاظ موجود ہیں "الحبیب لایخفی عن حبیبہ شیا و من عرف اللہ عز و جل عرف کل شی کہ بے شک محبوب اپنے محبوبوں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھتا جسے اللہ کی معرفت ملتی ہے اللہ اسے ہر چیز کا علم عطا کرتا ہے" (۲۸)

○ "لا الہ الا اللہ ان (صحابہ کرام) کے غلاموں اور اولیائے کرام کے پیش نظر عرش سے تحت اثری تک (کشف) ہوتا ہے۔ پھر صحابہ کی شان کا کیا پوچھنا، حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک صحابی سے دریافت فرمایا کیف اصبحت، تم نے کیونکر صبح کی عرض کی "اصبحت مومنا حقا" میں نے صبح کی اس حال میں کہ میں سچا مومن تھا، ارشاد فرمایا، تمہارے دعوے کی کیا دلیل ہے، عرض کی میں نے صبح کی اس حال میں کہ عرش سے تحت

اثری تک تمام موجودات عالم میری پیش نظر ہے۔ جنتیوں کو جنت میں عیش کرتے دیکھ رہا ہوں، جہنمیوں کو جہنم میں چیختے چلاتے عذاب پاتے دیکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا تم پہنچ گئے ہو، اطمنان رکھو" ماضی تو ماضی، مستقبل بھی ان کے پیش نظر ہوتا ہے۔ اولیائے کرام فرماتے ہیں کوئی سبز پتا سبز نہیں ہوتا مگر عارف کی نگاہ میں" (۲۹)

○ "اولیائے کرام فرماتے ہیں ما السموات السبع والا رضون السبع فی نظر العبد المومن الا کحلقتہ ملقاۃ فلاۃ من الارض، ساتوں آسماں اور ساتوں زمینیں مومن کامل کی وسعت نگاہ میں ایسے ہیں جیسے کسی لق و دق میدان میں ایک چھلا پڑا ہو۔ اللہ اکبر جب غلاموں کی یہ شان تو عظمت شان اقدس کو کون خیال کر سکے"۔ (۳۰)

○

اولیا کی امداد

صدر اول سے لے کر آج تک تمام اہل ایمان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کے مبارک بندے اپنے غلاموں کی امداد فرماتے ہیں، ان کی مشکلیں دور کرتے ہیں لہٰذا ان کو پکارنا جائز ہے، لیکن برا ہو خود ساختہ قرآن فہمی کا کہ ابن تیمیہ اور ان کے پیروکاروں نے بیسوں آیتوں اور حدیثوں کا خون کر کے اس کو بھی کفر و شرک کہنا شروع کر دیا اور جو آیات و احادیث، بتوں اور کافروں کے رد

میں نازل ہوئیں ان کو اہل اسلام پر چسپاں کرکے نام نہاد توحید کا پرچار کرنے لگے' یہ طریقہ انہوں نے خوارج سے اخذ کیا تھا' صحیح بخاری شریف میں ہے

"کان ابن عمر یراھم سڑار خلق اللہ وقال انھم انطلقو الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المومنین' یعنی عبداللہ بن عمر سب سے شرارتی قوم خارجیوں کو گردانتے تھے کہ وہ کافروں کے رد میں اترنے والی آیتوں کو مومنوں پر نافذ کرتے تھے" (۳۱)

ابن تیمیہ لکھتے ہیں "انبیا اولیا کو پکارنا اور التجا کرنا شرک تک لے جاتا ہے" (۳۲) قاضی شوکانی کہتے ہیں "جس نے نبی یا ولی یا ان کے علاوہ کسی کو پکارا اور قضائے حاجات اور مصائب و مشکلات کو دور کرنے کے لیے کہا ان ھذا من اعظم الشرک' بیشک یہ شرک اعظم ہے" (۳۳) تعلیمات اسلامیہ کو جاننے والے جانتے ہیں کہ اس شرک اعظم کے فتوے سے قرآن و سنت محفوظ ہیں نہ انبیاء اولیا مامون' اس لیے اکابر حلت نے ایسے ہولناک فتووں کا خوب رد کیا اور صحیح عقیدہ بتایا حضور امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ مختلف مقامات پہ فرماتے ہیں۔

○ "اے برادر! حضرت علی رضی اللہ عنہ' چونکہ ولایت محمدی کے حامل ہیں اس لیے زمانے کے قطب ابدال' او تاد جو تارک دنیا اولیا میں سے ہیں اور جن پر ولایت کا رنگ غالب ہے' اس لیے وہ سب حضرت علی رضی اللہ عنہ' کی امداد و اعانت کے محتاج ہیں۔ سیدہ فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ شریک ہیں" (۳۴)

○ "حضرت خواجہ احرار قدس سرہ' نے باوجود ظاہری پیر رکھنے کے خواجہ نقشبند قدس سرہ کے روحانیت سے بدد لی ہے' اس لیے وہ بھی اویسی ہیں' اسی طرح خواجہ نقشبند قدس سرہ نے باوجود ظاہری پیر رکھنے کے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ کی روحانیت سے کئی طرح کی امداد حاصل کی لہٰذا وہ بھی اویسی کہلائے" (۳۵)

○ "جب یہ جذبہ اچھی طرح پختہ ہو گیا تو سلوک میں مجھے قرار حاصل ہوا اور میں نے اس راہ کو شیر خدا رضی اللہ عنہ' کی روحانی تربیت سے انجام کو پہنچایا۔ یعنی مجھے اس اسم تک عروج حاصل ہو گیا جو میرا مربی تھا' پھر حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کی روحانیت کی مدد سے اس اسم سے قابلیت اولی کے درجے تک عروج کیا جسے حقیقت محمدی سے تعبیر کیا جاتا ہے' اور اس کے بعد مجھے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ' کی روحانی "دستگیری" سے اس قابلیت اولی سے بھی بلندی نصیب ہوئی' اور وہاں سے میں اس مقام تک پہنچ گیا جو اس قابلیت سے بھی بلند تر ہے۔ یہ مقام اقطاب محمدیہ کا مقام کہلاتا ہے۔ اس مقام تک ترقی حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی تربیت سے حاصل ہوئی۔ اس مقام تک پہنچنے کے وقت مجھے قطب ارشاد حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ کی بھی ایک گونہ امداد ملی-----

مجھے سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قطبیت ارشاد کی خلعت عطا ہوئی۔ اس کے بعد مجھے عنایت خداوندی سے مزید بلند مقام کی طرف متوجہ کیا گیا----- اس فقیر کو اصل الاصل کے مقام تک پہنچا دیا گیا' اس آخری عروج میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ' کی روحانیت سے امداد حاصل رہی' ان کی قوت تعرف نے ان تمام مقامات سے گزار کر اصل الاصل کے مقام سے واصل کر دیا" (۳۶)

"دوسرے سلسلوں کے مشائخ کے مقامات پر عبور حاصل ہوا اور ہر مقام سے کامل حصہ پایا اور وہ مشائخ میرے کام میں میرے مددگار ثابت ہوئے' اپنی نسبتوں کے چیدہ چیدہ حصے عطا فرمائے۔ اکابر چشتیہ کے مقامات کے عبور کے دوران حضرت قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ نے دوسرے بزرگوں سے کہیں زیادہ مدد فرمائی' اور سچ ہے کہ یہ بزرگ اس مقام میں بڑی شان والے ہیں' اور اس مقام کے سردار ہیں۔" (۳۷)

"یہ حالت ایک مدت تک رہی' پھر اتفاقاً ایک ولی اللہ کے مزار مبارک کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہوا اور اس معاملہ میں اس مدفون ولی اللہ سے میں نے مدد و استعانت طلب کی' چنانچہ اس دوران اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہو گئی اور معاملہ کی حقیقت پوری طرح منکشف ہو گئی' عین اسی وقت

حضور رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک بھی تشریف لائی اور میرے غمگین دل کو تسلی دی" (۳۸)

"مریدان از صور مثالی پیران استفا دہا مینما نید و حل مشکلات میفر مائید' یعنی مرید اپنے پیروں کی مثالی صورتوں سے مستفید ہوتے ہیں اور مشکلات حل کرتے ہیں" (۳۹)

"میرے مخدوم اسی قبیلہ سے اولیائے کرام کی ارواح مقدسہ کی امداد و اعانت ہے جو جسمانی امداد کی طرح سے اثر دکھاتی ہے' جیسے دشمنوں کو ہلاک کرنا اور دوستوں کی مدد کرنا مختلف وجوہ اور طریقوں سے" (مکتوب ۲۳۹ دفتر اول)

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کے دور میں خارجیت مختلف گروہوں کی صورت میں بپھری ہوئی تھی۔ جگہ جگہ اولیا کرام کی امداد کے خلاف شکوک و شبہات پھیلائے جا رہے تھے' اس سلسلہ میں نجدی و اسماعیلی نظریہ دیکھئے' "اللہ زبردست کے ہوتے ہوئے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے محض بے انصافی ہے کہ ایسے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارہ لوگوں کو ثابت کیجئے" (۴۰) یا کہا حاجتیں برلانی اللہ ہی کی شان ہے' کسی انبیا اولیا کی یہ شان نہیں' جو کسی کو مصیبت کے وقت پکارے وہ مشرک ہو جاتا ہے (۴۱) مولوی نذیر احمد لکھتے ہیں "سوائے خدا کے کسی کو خواہ نبی ہو یا ولی مشکل وقت میں پکارنا اور ان سے مددیں چاہنا اور ان سے امید نفع اور ضرر کی رکھنا شرک ہے" (۴۲)

نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں "ہر کہ اعتقاد کند در شجرے یا حجرے یا قبرے یا ملکے یا جنے یاانسانے یا زندہ یا مردہ ازولی یا نبی یا استاد یا شیخ یا پیر کہ وے نافع یا ضار یا مقرب اوبکردگار یا شفیع نزد پروردگار در حاجتے ازحوائج دنیا یا دیگر کاروبار است وے مجرداین توسل و تشفع و توصل بسوئے رب مشرک است" (۴۳)
عبدالعزیز آل سعود کی شائع کردہ کتاب "مجموعہ التوحید" میں لکھا ہے فمن استغاث بغیرہ فقد کفر، جس نے اللہ کے سوا کسی کے سامنے فریاد کی وہ کافر ہے۔ (۴۴)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے اس نظریے کا خوب محاسبہ کیا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں سے مانگنا جائز ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاجت روائی اور فریاد رسی کا اختیار ہے۔ آپ فرماتے ہیں

○ "اس استعانت ہی کو دیکھئے کہ جس معنی پر غیر خدا سے شرک ہے، یعنی اسے قادر بالذات و مالک مستقل جان کر مدد مانگنا بایں معنی اگر دفع مرض میں طبیب یا دوا سے استمداد کرے یا حاجت فقر میں امیر یا بادشاہ کے پاس جائے یا انصاف کرانے کو کسی کچہری میں مقدمہ لڑائے، بلکہ کسی سے روزمرہ کے معمولی کاموں میں مدد لے جو بالیقیں تمام وہابی صاحب روزانہ اپنی عورتوں، بچوں، نوکروں سے کراتے ہیں مثلاً یہ کہنا کہ فلاں چیز اٹھادے، یا کھانا پکادے سب قطعی شرک ہے، کہ جب یہ جانا کہ اس کام کے کردینے پر خود انہیں اپنی ذات سے بے عطائے الٰہی قدرت تو صریح کفرو شرک میں کیا

شبہ رہا، اور جس معنی پر ان سب سے استعانت شرک نہیں، یعنی مظہرعون الٰہی و واسطہ و وسیلہ و سبب سمجھنا، اس معنی پر حضرات انبیاء و اولیا علیہم افضل الصلاۃ و الثنا سے کیوں شرک ہونے لگی" (۴۵)

حاکم، حکیم دادو دوا دیں یہ کچھ نہ دیں
مردود یہ مراد کس آیت، خبر کی ہے

○ "خدارا انصاف اگر آیہ کریمہ ایاک نستعین میں مطلق استعانت کا ذات الٰہی جل و علا میں حصر مقصود ہو تو صرف انبیاء اولیا علیہم الصلاۃ والسلام کی استعانت شرک ہو گی، کیا یہی غیر خدا ہیں اور سب اشخاص و اشیاء وہابیہ کے نزدیک خدا ہیں یا آیت میں خاص انہیں کا نام لے دیا ہے کہ ان سے شرک اوروں سے روا ہے، نہیں نہیں جب مطلقاً ذات احدیت سے تخصیص اور غیر سے شرک ماننے کی ٹھہری تو کیسی ہی استعانت کسی غیر خدا سے کی جائے ہمیشہ ہر طرح سے شرک ہی ہو گی کہ انسان ہوں یا جمادات، احیا ہوں یا اموات، ذوات ہوں یا صفات، افعال ہوں یا حالات غیر خدا ہونے میں سب داخل ہیں، اب کیا جواب ہے آیہ کریمہ کا کہ رب جل و علا فرماتا ہے واستعینوا بالصبر و الصلوٰۃ استعانت کرو صبر و نماز سے، کیا صبر، خدا ہے جس سے استعانت کا حکم ہوا، کیا نماز، خدا ہے جس سے استعانت کو

ارشاد کیا ہے۔ دوسری آیت میں فرماتا ہے وتعاونو اعلیٰ البر والتقوی، آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو بھلائی اور پرہیز گاری پر، کیوں صاحب! اگر غیر خدا سے مدد لینی مطلقاً محال ہے تو اس حکم الہی کا حاصل کیا۔ اگر ممکن تو جس سے مدد مل سکتی ہے اس سے مدد مانگنے میں کیا زہر گھل گیا، حدیثوں کی تو گنتی ہیں نہیں" (۴۶)

○ "اب دیکھئے کہ نہ فقط اولیا بلکہ خود حضور پرنور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلاۃ والثنا سے استعانت جائزہ محمودہ خود حضور اقدس کی فرمودہ، صحابہ و تابعین کی معمولہ و مقبولہ، صحیح حدیث میں اسے سن کر تو ان کے لیے بلکہ صاحبوں کا یہ حال ہوتا ہے، نمبری بہادر اونچی چوٹی کے وہابی جب کسی مسلمان کی زبان سے حضرات محبوبان خدا کا نام پاک سنتے ہوں گے، ان کے کلیجے پر کیا کچھ نہ گزر جاتی ہو گی قل موتو ابغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور" (۴۷)

○ "انبیاء اولیا کو واسطہ فیض الہی جان کر ان سے استمداد و استعانت اور وقت حاجت بہ نیت توسل ندا کرنا یا رسول اللہ، یا علی، یا حسین، یا شیخ عبدالقادر جیلانی کہنا ضرور جائز روا ہے"۔ (افادات رضا بحوالہ معارف رضا ص ۱۵ سن ۱۹۹۳)

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے خود اولیا کرام سے امداد طلب کی ہے،

یا شہید کربلا یا دافع کرب و بلا

گل رخا، شہزادہ گل گوں قبا امداد کن

آہ یا غوثاہ، یا غیثاہ یا امداد کن

یا حیوۃ الجود یا روح المنا امداد کن

یا ابوالفضل آل احمد حضرت اچھے میاں

شاہ شمس الدین ضیا الاصفیا امداد کن

○

اس زندگی سے پہلے

اولیا کرام اس دنیوی زندگی میں آنے سے پہلے بھی عالم ارواح میں امداد فرماتے ہیں۔ جیسا کہ حضور امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے تصریح فرمائی ہے

○ "میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت امیر سیدنا علی رضی اللہ عنہ، اپنی جسدی پیدائش سے پہلے بھی اس مقام (ولایت) کے ملجا و ماوی تھے جیسا کہ آپ جسدی پیدائش کے بعد ہیں اور جس کو بھی فیض و ہدایت اس راہ سے پہنچی وہ ان کے ذریعے ہی پہنچی...... ان کے بعد باقی امہ اثنا عشر میں سے ہر بزرگ کا ترتیب وار تفصیلی تقرر ہوا..... یہاں تک کہ نوبت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ تک پہنچی..... امہ مذکورین اور حضرت شیخ کے درمیان کوئی دوسرا اس مرکز پر معلوم نہیں ہوتا" (۴۸)

ضروری گزارش

خیال رہے کہ حضرات ائمہ اہل بیت میں حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ، آخری امام ہیں، حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ ان کے بہت بعد پیدا ہوئے، تو امام ربانی قدس سرہ کے فرمان سے یہی ثابت ہوا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ، بھی اپنی جسدی پیدائش سے پہلے اپنی روحانی قوت سے ہی اہل طلب کو فیضان ولایت عطا فرماتے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ، کا معاملہ تو بلکل واضح ہے۔



اسی عقیدے کو اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے ثابت فرمایا۔

"روح مقدس کا شب معراج کو حاضر ہونا اور حضور اقدس کا حضرت غوث کی گردن پر قدم اکرم رکھ کر براق یا عرش پر جلوہ فرمانا اور سرکار ابد قرار سے فرزند ارجمند کو اس خدمت کے صلہ میں انعام عظیم عطا ہونا..... ان میں کوئی امر نہ عقلانہ شرعا مہجور اور کلمات مشائخ میں مسطور و ماثور اور کتب حدیث میں ذکر معدوم نہ کرکہ عدم مذکور ------ نہ روایات مشائخ اس طریقہ ظاہری میں محصور اور قدرت قادر وسیع و موفور اور قدر قادری کی بلندی مشہور، پھر ردو انکار کیا مقتضائے ادب و شعور" (۴۹)

"حدیث مرفوع مروی کتب مشہورہ ائمہ محدثین سے ثابت ہے کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ، مع اپنے تمام مریدین و اصحاب و غلامان بارگاہ، آسمان قباب کے شب اسری اپنے مہربان باپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوئے، حضور اقدس کے ہمراہ بیت المعمور میں گئے، وہاں حضور پرنور کے پیچھے نماز پڑھی، حضور کے ساتھ باہر تشریف لائے" (۵۰)

"حضرات مشائخ کرام قدست اسرارہم کے علوم اسی طریقہ سند ظاہری حدثنا فلان عن فلان میں منحصر نہیں، وہاں ہزار ہا ابواب وسیعہ و اسباب رفیعہ ہیں کہ اسی طریقہ ظاہرہ کی وسعت ان میں کسی کے ہزارویں حصہ تک نہیں تو صرف اپنے طریقہ کے نہ پانے کو ان کی تکذیب کی حجت جاننا کیسی ناانصافی ہے" (۵۱)



اس زندگی کے بعد

اولیا کرام اس زندگی کے بعد بھی زندہ ہیں اور امداد فرماتے ہیں۔ حضور امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں

○ "لیکن جب ارشاد پناہی قبلہ گاہی رحلت فرما گئے تو مزار شریف کی زیارت کی تقریب پر بلدہ محروسہ دہلی جانے کا اتفاق ہوا۔ اور عید کے روز ان کے مزار مبارک کی زیارت شریف کے لئے گیا تو مزار مبارک کی توجہ کرنے کے اثنا میں ان کی روحانیت مقدسہ سے پوری پوری توجہ ظاہر ہوتی اور کمال غریب نوازی سے اپنی نسبت خاصہ کو جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہ سے مخصوص تھی مرحمت فرمایا" (۵۲)

حضرت مجدد شاہ ابو بخاری کے مزار پر گئے تو انہوں نے اپنی

خاص ولایت عطا فرمائی اور کہا کہ آج سے اس ملک کے
صاحب ولایت آپ ہیں اور اب کا تصرف جاری رہے گا
(حضرات القدس ص ۱۰)

○

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی یہ عقیدہ اپنے رسائل برکات الامداد اور انوار الانتباہ وغیرہ میں ثابت کیا ہے' اور اس کے شواہد آپ کے شعری کلام میں موجود ہیں۔ آپ فرماتے ہیں "اولیائے کرام کا مزارات سے تصرف کرنا بیشک حق ہے" (۵۳) آپ سے سوال ہوا کہ کیا ظاہر ولی اللہ اور صاحب مزار ولی اللہ کے مابین ظاہر طریقہ سے ہم کلام ہونے کی کوئی خبر ہے یا نہیں' آپ نے فرمایا" بکثرت ہیں امام جلال الدین سیوطی کی شرح الصدور وغیرہ میں مذکور (۵۴) حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ' کے مزار سے بہت کچھ فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں' ایک ہندو تندرست ہو گیا' یمن میں حضرت سید احمد بن حلوان رضی اللہ عنہ' کا مزار شریف ایسا ہی مشہور ہے (ملفوظات ص ۲۹۴ حصہ ۳) اس مسئلہ میں "الاہلال" اور "حیات الموات" جیسے رسائل بھی لکھے' الحجتہ الفائحہ میں بھی اس مسئلے کا ذکر کیا ہے۔

○

اولیا کا وسیلہ

علامہ عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ لکھتے ہیں کسی شے کو مقصد کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا توسل کہلاتا ہے شرعی طور پر ایسی چیز کو دعا کی قبولیت کا

ذریعہ بنانا جو اللہ تعالی کی بارگاہ میں قدر و منزلت رکھتی ہو توسل ہے۔ بارگاہ الٰہی میں اعمال صالحہ اور ذوات صالحہ دونوں ہی مقبول اور محبوب ہیں' لہٰذا دونوں کو وسیلہ بنایا جا سکتا ہے" (۵۵)

در حقیقت توسل تشفع استغاثہ یا تجوہ و توجہ ایک ہی چیز ہیں جیسا کہ امام تقی الدین سبکی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے' "وظهر المغنى فلا عليك فى تسميته توسلا او تشفعا او استغاثه اوتجوها او توجها لان المغنى فى جميع ذالك سواء" (۵۶) یہ تمام امور اولیائے کرام سے ان کی حیات ظاہری میں بھی جائز اور حیات باطنی میں بھی جائز نیز نصوص قطعی سے محقق ہیں' لیکن کتنا ظلم ہے کہ مسلمانوں کو مشرک قرار دینے کے شوق میں اندھے "ملانوں" نے ان نصوص قطعی کی بھی پروا نہیں کی' ابن تیمیہ نے کتاب الوسیلہ رقم کی جسمیں انبیاء اولیا کی ذوات مقدسہ سے توسل کو شرک قرار دیا۔ پھر یہی عقیدہ بعد میں آنے والے تمام خارجیوں نے خوب پھیلایا جب کہ علمائے اسلام نے اس کی خوب تردید کی۔ امام سبکی نے ابن تیمیہ کے رد میں شفا السقام لکھی' جس میں وضاحت فرمائی

○ "یاد رکھو آنحضور کو وسیلہ بنانا اور آنحضور سے مدد اور شفاعت چاہنا جائز ہی نہیں بلکہ امر مستحسن ہے۔ اس کا جائز و مستحسن ہونا ہر دین دار کے لیے بدیہی امر ہے جو انبیا رسولوں اور سلف صالحین اور علما سے ثابت ہے اور کسی مذہب والے نے ان باتوں کا انکار نہیں کیا اور نہ کسی زمانہ میں ان چیزوں کی برائی کی بات کہی گئی حتی کہ ابن تیمیہ پیدا

ہوئے اور ان چیزوں کا انہوں نے انکار شروع کر دیا اور ایسی باتیں کیں جن سے ایک بھولا بھالا مسلمان دھوکے میں پڑ جائے" (۵۷)

حضور امام ربانی نے اپنے دور میں اس عقیدے کے تحفظ کا فریضہ سر انجام دیا آپ فرماتے ہیں۔

○ "قطب ارشاد جو کمالات فردیہ کا بھی جامع ہوتا ہے وہ عزیز الوجود اور نایاب ہوتا ہے اور قرنوں اور زمانوں کے بعد ایسا گوہر یکتا ظہور میں آتا ہے۔ یہ عالم تیرہ و تار اس کی نورانیت سے منور ہو جاتا ہے اور اس کے رشد و ہدایت اور ایمان و معرفت سے حصہ ملتا ہے تو اسی کے ذریعے ملتا ہے اور بغیر اس کے وسیلے کے کوئی اس دولت کو پا نہیں سکتا۔ اس کے نور ہدایت نے دریائے محیط کی طرح ساری دنیا کو گھیرا ہوا ہوتا ہے، وہ گویا دریائے منجمد ہے جو بالکل حرکت نہیں کرتا اور وہ شخص جو اس بزرگ کی طرف متوجہ ہے اور اس کے ساتھ اخلاص رکھتا ہے یا ایسا ہو کہ وہ بزرگ خود اس کی طرف متوجہ ہے تو توجہ کے طالب کے دل میں ایک سوراخ کھل جاتا ہے اور اس راستے سے وہ توجہ اور اخلاص کے مطابق اس کے دریائے کرم سے سیراب ہوتا ہے..... لیکن وہ شخص جو اس بزرگ کا منکر ہے یا وہ بزرگ اس سے ناخوش ہے تو اگرچہ وہ ذکر الٰہی میں مشغول ہی کیوں نہ ہو

رشد و ہدایت کی حقیقت سے محروم رہے گا اور یہ انکار و آزار حصول فیض سے مانع ہو جاتا ہے... ایسی جماعت جو اس عزیز سے محبت و اخلاص رکھتی ہے، اگر اس کی توجہ و ذکر الٰہی سے خالی ہو لیکن صرف محبت کے سبب رشد و ہدایت کے نور سے اسے حصہ ملے گا" (۵۸)

○ "قطب ابدال ان فیض و برکات کے پہنچے کا واسطہ ہوتا ہے جو عالم کے وجود اور اس کی بقا سے تعلق رکھتے ہیں، قطب ارشاد رشد و ہدایت کا ذریعہ ہے، لہٰذا پیدائش، رزق رسانی، ازالہ بلیات، بیماریوں کو دور کرنا، صحت و عافیت کا حصول وغیرہ امور قطب ابدال سے تعلق رکھتے ہیں اور ایمان و ہدایت، توفیق حسنات، گناہوں سے رجوع و توبہ قطب ارشاد کے فیوض کا نتیجہ ہے۔ قطب ابدال کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہمہ وقت موجود ہو، قطب ارشاد کے لیے ضروری نہیں" (معارف لدینہ ص ٦٦)

○ "عرش کے دائرے سے لے کر زمین کے مرکز تک جس کو بھی رشد و ہدایت اور ایمان و عرفان کی دولت میسر آتی ہے اسی کے واسطے سے حاصل ہوتی ہے اسی کی ذات سے مستفاد ہوتی ہے۔ اس کے واسطے کے بغیر کوئی شخص بھی اس دولت تک رسائی نہیں پا سکتا (مبدا و معاد ص ۴)

○ "جاننا چاہیے کہ میرے پیر و مرشد اور بخدا میرے پیشوا

(خواجہ باقی باللہ) ان کے توسل سے میں نے اس راستے میں آنکھیں کھولی ہیں اور ان کی وساطت سے طریقیت میں قدم رکھا اور حقیقت کی تو بسم اللہ تک کا سبق ان سے لیا ہے اور مولویت کا ملکہ بھی ان کی نظر کرم سے حاصل ہوا ہے' اگر میرے پاس کچھ علم ہے' تو ان کا صدقہ ہے" (۵۹)

○ "حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کمال پاکیزگی اور بلندی میں ہے' اور وہ مناسبت جو طالب و مطلوب کے درمیان فیض لینے یا دینے کا سبب ہے' مسلوب ہے' اس لیے رستہ جاننے والے تجربہ کار پیر کی ضرورت ہے جو دونوں کے بمنزلہ برزخ (وسیلہ) کے ہو اور دونوں طرف سے حظ وافر رکھتا ہو کہ طالب کے مطلوب تک پہنچنے کا واسطہ ہو جائے" (۶۰) کسی نے کیا خوب کہا ہے

مانا کہ محبت کی رہ میں ہر گام پہ سو سو خطرے ہیں
لیکن یہ سفر آسان بھی ہے گر ساتھ تمہارا ہو جائے

○ "خداوند تعالیٰ کی مہربانیوں اور عنایتوں کی نسبت جو حضور کی توجہ کی برکت سے اس خاکسار پر پے در پے پہنچ رہی ہیں کیا عرض کرے"۔

من آن خاکم کہ ابر نو بہاری
کند از لطف بر من قطرہ باری
اگر بر روید از تن صد زبانم

چو سبزہ شکر لطفش کے توانم (۶۱)



"اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے دور میں ابن تیمیہ کے نظریات وسیلہ کو انگریزی "ملانوں" نے ہاتھوں ہاتھ لیا' دراصل وسیلہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے ساتھ رابطے کی حسین کڑی تھا جسے وہ ہر حال میں توڑ دینا چاہتے تھے کہ ملت اسلامیہ ان کے فیضان سے محروم ہو جائے اور جو قدم قدم پہ استقامت کا کوہ گراں دکھائی دیتی ہے ٹوٹ پھوٹ کر تباہ ہو جائے"

یہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

ہاں ہاں ذرا دیکھیے تو سہی ان لوگوں نے کیا "گل کھلا" رکھے تھے' ابن عبدالوہاب نجدی نے کہا تھا من توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقد کفر' جس نے نبی کا وسیلہ مانگا وہ کافر ہو گیا' (۶۲) مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا تھا

○ "اللہ صاحب گو کہ سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے پر اور بادشاہوں کی طرح مغرور نہیں کہ کوئی رعیتی بہتیرا ہی التجا کرے اس کی طرف مارے غرور کے خیال نہیں کرتے اس لیے رعیتی لوگ اور امیروں کو مانتے ہیں اور ان کا وسیلہ ڈھونڈتے یا کہ ان کی خاطر سے التجا قبول ہووے بلکہ وہ بڑا کریم و رحیم ہے' وہاں کسی کی وکالت کی حاجت نہیں جو اسے یاد رکھے" (۶۳) پھر یہ سلسلہ ایسا چلا کہ آج تک ختم ہونے کا نام نہیں لیتا۔ مولوی اسماعیل غزنوی نے لکھا کہ "نہ

کسی نبی یا ولی کا یہ مقام ہے کہ خیر و برکت کے حاصل کرنے یا آفات و مصائب سے نجات دلانے میں اللہ اور اس کی مخلوق میں ان کو وسیلہ اور واسطہ بنایا جائے" (۶۴) حافظ عبداللہ روپڑی نے لکھا کہ "وفات کے بعد نبی کا وسیلہ بھی جائز نہیں تو کسی اور کا کس طرح جائز ہو گا" (۶۵) مورخ سردار محمد حسنی نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ

"دیگر مسلمان حیات النبی کا کامل عقیدہ رکھتے ہیں لیکن وہابیوں کا اعتقاد یہ ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام انسانوں کی طرح اس دار فانی سے رحلت فرما چکے اور اب انہیں اس دنیا اور اس کے مخصوں سے کوئی تعلق نہیں، نہ وہ دنیا کے امورات کے متعلق تصرف و اقتدار رکھتے ہیں اور نہ ہی ان کی شفاعت و وسیلہ کارگر ہے" (۶۶)

اندازہ کیجئے کہ جب حضور فخر موجودات علیہ افضل الصلوۃ والتسلیمات کے بارے میں ان کا یہ حال ہے تو دوسرے انبیا اولیاء کے بارے میں کیا حال ہو گا۔ ان کے نزدیک سب سے توسل و تشفع "شرک و بدعت" ہے (۶۷) اور ساری امت محمدیہ شرک و بدعت سے دوچار ہے (۶۸) گویا ہر طرف ایک آگ سی لگی ہوئی تھی، اللہ کریم نے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کو پیدا فرمایا جن کی تعلیمات نے ابر کرم کی طرح برس کہ اہل ایمان کے دل و نظر کو ٹھنڈا کر دیا۔ آپ کی تعلیمات کی خوشبو آج بھی ہر سو پھیلی ہوئی ہے، آپ سے سوال ہوا کہ ندائے یا رسول اللہ، یا علی یا، یا ولی اللہ وغیرہ کہنا جائز ہے یا نہیں تو آپ نے ارشاد

فرمایا

"جائز ہے بلکہ انہیں بندہ خدا اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ جانے اور انہیں باذن الٰہی "والمد برات امرا" سے مانے اور اعتقاد کرے کہ بے حکم خدا ذرہ نہیں ہل سکتا اور اللہ تعالیٰ کے دیئے بغیر کوئی ایک حبہ نہیں دے سکتا، ایک حرف نہیں سن سکتا۔ بلکہ نہیں ہلا سکتا اور بے شک سب مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے، اس کے خلاف کا ان پر گمان محض، بدگمانی و حرام ہے اور ایسے سچے اعتقاد کے ساتھ بلاشبہ ندا کرنا جائز ہے۔ جامع ترمذی شریف وغیرہ کی حدیث شریف ہے خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نابینا کو یہ دعا تلقین فرمائی کہ نماز کے بعد یوں کہیں"

"یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لیقفی لی" (۶۹)

"عمرو اگر اپنا راہ نما پیر و مرشد وسیلہ کے لیے ڈھونڈے تو وہ اس کا وسیلہ ہو کر دنیا و آخرت میں شفاعت کر کے عذاب سے نجات دلواتے ہیں یا نہیں، زید کہتا ہے کہ قیامت میں انبیا اولیا سب اللہ عزوجل کے دربار میں تو محتاج ہوں گے وہاں کس کی طاقت ہو گی کہ شفاعت کرے، "اللہ اللہ اللہ انصاف، دیکھو تمھارا رب عزوجل کیا فرماتا ہے پارہ ۶ سورہ مائدہ، یا ایھا الذین امنو اتقواللہ وابتغوا الیہ الوسیلتہ

وجاهدوا فی سبیله لعلکم تفلحون" یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے اور ڈھونڈو طرف اس کے وسیلہ اور محنت کرو۔ بیچ راہ اس کی تاکہ تم فلاح پاؤ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "جو کسی تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے وہ تکلیف دفع ہو اور کسی سختی میں میرا نام لے کرندا کرے وہ سختی دور ہو اور وہ جو کسی حاجت میں اللہ تعالی کی طرف سے توسل کرے وہ حاجت بر آئے' (بہجۃ الاسرار' خلاصۃ المفاخر' نزہۃ الخاطر' تحفہ قادریہ اور زبدہ لاثار وغیرہ ہم میں یہ کلمات رحمت آیات موجود ہیں) (۷۰)

"بیشک طلب وسیلہ سنت جمیلہ ہے اللہ عز و جل فرماتا یبتغون الی ربهم الوسیلته ایهم اقرب و یرجون رحمته و یخافون عذابه' اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون سا اللہ سے قریب تھا کہ اس سے توسل کریں اور رحمت الہی کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں' تفسیر معالم التنزیل و تفسیر خازن میں ہے معناہ ینظرون ایهم اقرب الی الله فیتو سلون به اور بیشک اولیائے کرام دنیا و آخرت' قبر و حشر میں اپنے متوسلون کے شفیع و مددگار ہیں' امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ "عہود محمدیہ" میں فرماتے ہیں کل من کان متعلقا

بنبی اور رسول او ولی فلا بدان یحضره و یاخذ بیده فی الشدائد جو کوئی کسی نبی یا رسول یا ولی کا متوسل ہوگا ضرور وہ نبی' ولی اس کی مشکلوں کے وقت تشریف لائیں گے اور اس کی دستگیری فرمائیں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جناب مرزا مظہر جانجاناں صاحب اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں "التفات غوث الثقلین بحال متوسلاں طریقہ علیہ الیشان بسیار معلوم شد یا ہیچکس از اہل طریقہ ملاقات شد کہ توجہ مبارک آنحضرت بحالش منبذول نیست" (۷۱)

.شہادت خدا و رسول اللہ' رزق پانا' مدد ملنا' مینہ برسنا' بلا دور کرنا' دشمنوں کی مغلوبی' عذاب کی موقوفی یہاں تک کہ زمین کا قیام' زمیں کی نگہبانی' خلق کی موت' خلق کی زندگی' دین کی عزت امت کی پناہ' بندوں کی حاجت روائی' راحت رسانی سب اولیا کے وسیلے' اولیا کی برکت' اولیا کے ہاتھوں' اولیا کی وساطت سے ہے (الامن و العلی ص ۳۴)

.شہادت خداوند رسول اللہ' رزق پانا' مدد ملنا' مینہ برسنا' بلا دور کرنا' دشمنوں کی مغلوبی' عذاب کی موقوفی یہاں تک کہ زمین کا قیام' زمین کی نگہبانی' خلق کی موت' خلق کی زندگی' دین کی عزت' امت کی پناہ' رحت و رسانی سب اولیا کے وسیلے' اولیا کی برکت' اولیا کے ہاتھوں' اولیا کی وساطت سے ہے (الامن و العلی ص ۳۴)

یہ عقیدہ آپ نے اپنی مختلف تحریروں میں بیان کیا ہے' منظوم کلام میں

بھی اس کی جھلک واضح نظر آتی ہے۔

ضرورت شیخ

حضور امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے ضرورت شیخ پر بہت زور دیا ہے، آپ فرماتے ہیں

"جاننا چاہیے کہ سالکان راہ حق دو حال سے خالی نہیں ہیں، یا مرید ہیں یا مراد اگر ہیں تو قابل مبارکباد ہیں......
حق تعالی کی عنایت ازلی ان بزرگان دین کے شامل حال ہوتی ہے باسبب یا بے سبب ان کی کفایت کرتے ہیں واللہ یجتبی من یشا اور اگر مرید ہیں تو رہنمائے کامل کے بغیر ان کا کام دشوار ہے۔ رہنما ایسا ہو جو جذبہ و سلوک کی دولت سے مشرف ہو فنا و بقا کے رموز و سعادت سے بہرہ ور ہو۔ سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ اور سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی اشیا باللہ کے انجام تک پہنچا ہو" (۷۲)

"منازل سلوک کے قطع کرنے میں بعض بزرگوں کی روحانیت کو اس کے راستہ کا وسیلہ بنائیں گے کیونکہ عادت اس طرح جاری ہے کہ راہ سلوک کے طے کرنے میں مشائخ کی روحانیت کا وسیلہ درکار ہے اور اگر مریدوں میں سے ہے تو اس کا کام شیخ مقتدا کے وسیلہ کے بغیر مشکل ہے" (۷۳)

"طالب ابتدا میں مختلف تعلقات کے باعث آلودگی اور تنزل میں ہے اور حق تعالی کی بارگاہ کمال پاکیزگی اور بلندی میں ہے اور وہ مناسبت جو طالب و مطلوب کے درمیان فیض لینے یا دینے کا سبب ہے مسلوب، اس لیے رستہ جاننے والے تجربہ کار پیر کی ضرورت ہے"

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ بھی ضرورت شیخ پر بہت زور دیتے ہیں۔ آپ سے سوال ہوا کہ اگر زید کا پیرو مرشد نہ ہو تو وہ فلاح پائے گا یا نہیں اور اس کا پیرو مرشد شیطان ہو گا یا نہیں، آپ نے فرمایا

"ہاں اولیائے کرام قدسنا اللہ باسرارھم کے ارشاد سے دونوں باتیں ثابت ہیں اور عنقریب ہم دونوں کو قرآن عظیم سے استنباط کریں گے کہ ایک یہ کہ بے پیر افلاح نہ پائیگا، سیدنا شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی قدس سرہ عوارف المعارف شریف میں فرماتے ہیں سمعت کثیرا من المشائخ یقولون من لم یر مفلحا لا یفلح، یعنی میں نے بہت سے اولیائے کرام سے سنا کہ جس نے کسی فلاح پائے ہوئے کی زیارت نہ کی وہ فلاح نہ پائے گا، دوسرے کہ بے پیرے کا پیر شیطان ہے" عوارف شریف میں ہے روی عن ابی یزید انہ قال من لم یکن لہ استاذ فامامہ الشیطان، یعنی سیدنا بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا کہ جس کا کوئی پیر نہیں اس کا امام شیطان ہے" (۷۴)

چو پیریت نیست پیر تست ابلیس
کہ راہ دین زدست از مکر و تلبیس

○ "فلاح احسان کے لیے بے شک مرشد خاص کی حاجت ہے اور وہ بھی شیخ العیال کی شیخ اتصال اس کے لیے کافی نہیں۔ اور اس کے ہاتھ پر بیت وارادت ہو' بیعت برکت یہاں بس نہیں' اس راہ میں وہ شدید باریکیاں اور سخت تاریکیاں ہیں کہ جب کامل مکمل اس راہ کے جملہ نشیب و فراز سے آگاہ و ماہر حل نہ کرے حل نہ ہوں گی نہ کتب سلوک کا مطالعہ کام دے گا" (۷۵)

○ "اقول غالب یہی ہے کہ بے پیر اس راہ کا چلنے والا ان آفتوں میں گرفتار ہو جاتا ہے اور گرگ شیطان اسے بے راعی کی بھیڑ یا پاکر نوالہ کرلیتا ہے' اگرچہ ممکن کہ لاکھوں میں ایک ایسا ہو جسے جذب ربانی ہی کفایت و کفالت کرے اور بے توسط پیر اسے مکائد نفس و شیطان سے بچا کر نکال لے جائے' اس کے لیے مرشد عام' مرشد خاص کا کام دے گا خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کے مرشد خاص ہوں گے" (۷۶)

○ "جب احکام شریعت میں یہ حال ہے تو صاف روشن کہ حقائق معرفت میں بے مرشد کامل خود بخود قرآن و حدیث سے نکال لینا کس قدر محال ہے' یہ راہ سخت باریک اور بے

شمع مرشد نہایت تاریک ہے۔ بڑے بڑوں کو شیطان لعین نے اس راہ میں ایسا مارا کہ تحت اثری تک پہنچا دیا' تیری کیا حقیقت کہ بے رہبر کامل اس میں چلے اور سلامت نکل جائے گا اور ادعا کرے امہ کرام فرماتے ہیں کہ آدمی اگرچہ کتنا ہی بڑا عالم عامل زاہد کامل ہو اس پر واجب ہے کہ ولی عارف کو اپنا مرشد بنائے' بغیر اس کے ہرگز چارہ نہیں" (۷۷)

○

تصور شیخ

اہل طریقت آگاہ ہیں کہ جذب و سلوک کی راہ میں تصور شیخ ایک اہم نشان منزل ہے' امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں

○ "اگر ذکر کے وقت بھی شیخ کا تصور بے تکلف ظاہر ہو تو اس کو بھی قلب کی طرف لے جانا چاہیے اور قلب پر نگاہ رکھ کر ذکر کرنا چاہیے' تو جانتا ہے پیر کون ہے' پیر وہ ہے جس سے خدائے تعالی کی پاک جناب کی طرف پہنچنے کا رستہ سیکھے اور اس رستہ سے اس سے مدد و اعانت حاصل کرے" (۷۸)

○ "خواجہ محمد اشرف نے لکھا تھا کہ رابطہ کی نسبت یہاں غالب ہو گئی ہے کہ نمازوں میں اس کو اپنا مسجود جانتا اور دیکھتا

ہوں، اگر بالفرض اس کو دور بھی کرنا چاہتا ہوں تو نہیں ہو سکتا، اے محب محترم، طالبان حق اسی دولت کی تمنا کرتے ہیں اور ہزاروں میں سے ایک کو ملتی ہے، ایسے حال والا شخص کامل مناسبت کی استعداد رکھتا ہے، اور شیخ مقتدا کی قلیل صحبت سے تمام کمالات کو جذب کر لیتا ہے، رابطہ کی نفی کیوں کرتے ہو، رابطہ مسجود الیہ ہے نہ مسجودلہ، محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے، اس قسم کی دولت سعادت مند لوگوں کو میسر ہوتی ہے، تاکہ تمام احوال میں صاحب رابطہ کو اپنا وسیلہ سمجھیں اور تمام اوقات اسی طرف متوجہ رہیں، نہ ان بدبخت لوگوں کی طرح جو اپنے آپ کو مستغنی جانتے ہیں اور توجہ کے مرکز کو اپنے شیخ کی طرف سے پھیر لیتے ہیں" (۷۹)

ہندوستان میں خارجی تحریک کا آغاز کرنے والوں نے اہل محبت کو ان کے مقتدایان سے دور ہٹانے کے لیے اس عقیدے پر بھی حملہ کیا، مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا

"جو کوئی کسی کا نام اٹھتے بیٹھتے لیا کرے اور دور نزدیک سے پکارا کرے اور بلا کے مقابلے میں اس کی دہائی دیوے اور دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے اور اس کے نام کا ختم پڑھے یا شغل کرے یا اس کا خیال باندھے اور یوں سمجھے کہ جب میں اس کا نام لیتا ہوں زبان سے یا دل سے یا اس کی قبر

کا خیال باندھتا ہوں تو وہیں اس کی خبر ہو جاتی ہے .... سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ انبیا اولیا سے رکھے، خواہ پیر و شہید سے، خواہ امام و امام زادہ سے خواہ بھوت و پری سے پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے یا خواہ اللہ کے دینے سے، غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے" (۸۰) بلکہ صراط مستقیم میں تو ایسی عبارت لکھی ہے کہ بزرگوں کے تصور سے بیل اور گدھے کا تصور بہتر ہے،

ناظرین کرام! یہ الفاظ اتنے زہریلے ہیں کہ صدر اول سے لے کر آج تک کوئی بھی صاحب ایمان محفوظ نہیں رہتا، بلکہ قرآن عظیم پر حملہ ہے، کیا حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل سے چیونٹی کی آواز نہیں سنی تھی، کیا حضرت عیسی علیہ السلام نے نہیں فرمایا وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم میں تمھیں بتا سکتا ہوں کہ تم کیا کھا کر آئے ہو اور گھروں میں کیا چھپا کر آئے ہو، اگر انبیا اولیا کی طرف خیال باندھنا اور ان کی پاکیزہ صورتوں کا تصور کرنا شرک ہے تو صحابہ کرام کو کیا کہا جائے گا جو حضور کا تصور باندھ کر بات کرتے تھے، حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وکانی انظر الی سواکہ تحت شفتہ، اور میں حضور کو ایسے دیکھ رہا ہوں کہ آپ نے مسواک اپنے لبوں میں لی ہوئی ہے، (۸۱) اور اسی طرح حضرت خریث بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کانی انظر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی المنـ علیہ عمامۃ سوداء میں حضور کو یوں دیکھ رہا ہوں کہ منبر پر جلوہ افروز ہیں اور آپ

کے سرانور پر سیاہ عمامہ ہے (۸۲) امام اہل سنت اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ پر ہزاروں رحمتیں ہوں کہ آپ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی طرح سلف صالحین کے دیگر عقائد کی طرح اس عقیدے کو بھی مانعین کے خطرناک عزائم سے بچایا' آپ نے اپنے بلند پایہ رسالے الیاقوۃ الواسطہ قلب عقد الرابطہ میں اسی عقیدے کی تحقیق فرمائی ہے۔

○ ''تصور شیخ بروجہ رابطہ جسے برزخ بھی کہتے ہیں جس طرح حضرات صوفیہ صافیہ قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارھم الوافیہ میں خلفا عن سلف معمول و ماثور اور ان کی تصانیف منیفہ و مکتوبات شریفہ و ملفوظات لطیفہ میں بتواتر مذکور و مسطور و غیر مسطور کہ شبح شیخ حاشا بلکہ عین شیخ کہ شبح حضورا و غیبتہ صرف مرات ملاحظہ ہے کار حقیقتہ کار روح جو بعد صفائی کدورات حیوانیہ و انجلائے ظلمات نفسانیہ صورت واحدہ شہادت و ہیاکل منکثرہ مثالیہ میں دفعتہ ہزار جگہ کام کر سکتی ہے' جیسا کہ بار مشاہدہ و مرئی اور حضرات اولیا سے بکثرت مروی اور عالم رویا میں بے شرط ولایت جاری' جسے افعال عجیبہ و تصرفات غریبہ روح انسانی پر اطلاع حاصل وہ جانتا ہے کہ اس کے بحار زاخرہ و امواج قاہرہ سے ایک قطرہ قلیلہ ہے' اور خود بعد تمرن و اعتیاد و تکامل مناسبت اس صورت متخیلہ کا بے اعانت تخیل حرکت و کلام اور مشکلات راہ میں قیام و اہتمام اور دقائق و حقائق کا شفاہا حل نام کما تشھد بہ

شھود الشھود والتجربہ'' (۸۳)

اس کے بعد آپ نے علمائے امت کی تصریحات پیش کی ہیں جن میں حضور امام ربانی قدس سرہ کی محولہ بالا عبارات بھی درج ہیں' ان کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں

○ ''الحمد للہ اس عبارت باہرہ کا ایک ایک کلمہ قاہرہ از بیخ برکن نجدیت بائرہ ہے وللہ الحجۃ الظاہرہ'' (۸۴)

○ ''یہ خیال رہے کہ میرا شیخ میرے سامنے ہے اور اپنے قلب کو اس کے قلب کے نیچے تصور کر کے اس طرح سمجھے کہ سرکار رسالت سے فیوض و انوار قلب شیخ پر فائز ہوتے ہیں اور اس سے چھلک کر میرے دل میں آرہے ہیں پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ حالت ہو جائے گی کہ شجر و در و دیوار میں شیخ کی صورت صاف نظر آئے گی یہاں تک کہ نماز میں بھی جدا نہ ہو گی اور پھر ہر حال اپنے ساتھ پاؤ گے'' (۸۵)

○

آداب شیخ

حضور امام ربانی قدس سرہ نے حصول فیض کے لیے شیخ کامل کی بارگاہ کا ادب نہایت ضروری قرار دیا ہے آپ فرماتے ہیں

○ ''سوچنا چاہیے کہ دنیا کے لیے بھی وسائل کے لیے چھوٹے چھوٹے آداب ضروری ہیں تو حصول الی اللہ کے

وسائل کے لیے ان آداب کی رعایت نہایت ضروری ہو گی' مرید کو چاہئے کہ ایسی جگہ دانستہ کھڑا نہ ہو کہ اس کا سایہ پیر کے پیراہن یا سایہ پر پڑے' اس کے مصلے پر پاؤں نہ رکھے' اس کے وضو کی جگہ طہارت نہ کرے' اس کے برتن استعمال نہ کرے' اس کے حضور میں پانی نہ پیئے' کھانا نہ کھائے اور کسی سے گفتگو نہ کرے' کسی دوسرے کی طرف متوجہ نہ ہو' شیخ کی عدم موجودگی میں اس طرف پاؤں نہ کرے جس طرف اس کا قیام ہو۔ اس طرف تھوکنے سے احتراز کرے' جو اس سے صادر ہو اس کو بہتر جانے اگرچہ بظاہر بہتر معلوم نہ ہو' اگر اس سے بتقضائے بشریت غلطی سرزد ہو جائے تو اس پر گرفت نہ کرے' اسے اجتہادی سمجھے' جب مرید کو پیر سے محبت ہو تو محبوب سے جو کچھ صادر ہو محب کی نظر میں محبوب ہی دکھائی دیتا ہے' پھر اعتراض کیسا' کھانے پینے' پہننے اتباع کے چھوٹے بڑے کاموں میں شیخ کی اقتدا کرے اور فقہ بھی اسی کے طریقے سے سیکھے

آں را کہ در سرائے نگار یست فارغ است
از باغ و بوستان . و تماشائے لالہ زار

بے ضرورت اور بے اذن اس سے جدا نہ ہو' کیونکہ یہ عقیدت وارادت کے خلاف ہے' اپنی آواز کو شیخ کی آواز سے بلند نہ کرے' نہ بلند آواز میں گفتگو کرے کہ یہ سوادب ہے جو فیض پہنچے' شیخ کے وسیلہ سے محسوس کرے

اگر دیگر مشائخ سے بھی پہنچے تو بھی شیخ سے منسوب کرے' جان لے کہ شیخ تمام کمالات و فیوض کا جامع ہے..... الطریق کل ادب مثل مشہور ہے' بے ادب خدا تک نہیں پہنچ سکتا' اگر مرید بعض آداب بجالانے میں اپنے آپ کو خطاکار سمجھے' کوشش کرنے کے بعد بھی عہدہ برا نہ ہو سکے تو قابل مواخذہ نہیں' البتہ قصور کا اعتراف ضروری ہے' اور اگر نعوذ باللہ آداب کی رعایت نہ کرے اور قصوروار بھی نہ جانے تو بزرگوں کی برکات سے محروم رہتا ہے" (۸۶)

○ "طالب کو چاہئے کہ اپنے دل کو تمام اطراف سے پھیر کر اپنے شیخ کی طرف متوجہ کرے اس کے اذن کے بغیر نوافل و اذکار میں مشغول نہ ہو' حضور میں اس کے سوا کسی اور کی طرف توجہ نہ کرے' حتی کہ جب تک حکم نہ ملے ذکر میں بھی مشغول نہ ہو' البتہ نماز اور دیگر فرائض ضرور یہ ادا کر سکتا ہے" (۸۷)

○ "پیر کے حقوق تمام حقوق سے فائق ہیں اللہ و رسول کے بعد دوسروں کے حقوق کو پیر کے حقوق سے کوئی نسبت نہیں سب کے حقیقی پیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' ظاہری ولادت والدین سے مگر باطنی ولادت پیر سے مخصوص ہے' ظاہر ولادت کی زندگی چند روزہ ہے' باطنی ولادت کی زندگی ابدی ہوتی ہے' پیر ہی کے وسیلے سے انسان انسان رسیدہ ہوتا ہے"" (مبدا و معاد)

○ امام بریلوی علیہ الرحمہ کے دور میں شیخ تو شیخ

ساری کائنات کے ملجا و ماوی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ادب و تعظیم بڑے بھائی کے برابر کرنے کی تحریک پھیلی ہوئی تھی۔ بات بات پر بزرگوں کی بے ادبی کو ایمان کی نشانی سمجھ لیا تھا۔ آپ نے اپنے علم و عمل سے ادب کے پھولوں کی حفاظت کی' آپ ادب شیخ کے بارے میں فرماتے ہیں

○ "بیکار باتوں سے تو ہر وقت پرہیز چاہیے اور شیخ کے حضور خاموش رہنا افضل ہے' ضروری مسائل پوچھنے میں حرج نہیں' اولیا کرام فرماتے ہیں' شیخ کے حضور بیٹھ کر ذکر بھی نہ کرے کہ ذکر میں دوسری طرف مشغول ہو گا' اور یہ حقیقتہ ممانعت ذکر نہیں بلکہ تکمیل ذکر ہے کہ جو کرے گا بلا توسل ہو گا اور شیخ کی توجہ سے جو ذکر ہو گا وہ بتوسط ہو گا' یہ اس سے بدرجہا افضل ہے" (۸۸)

آپ کے منظوم شپاروں میں بھی اہل اللہ کے تعظیم و احترام کی بہت مثالیں ہیں۔ مشہور شعر دیکھئے۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

○

رضائے شیخ

شیخ کامل اللہ اور اس کے رسول کی رضا و خوشنودی میں ہمہ تن غرق ہوتا

ہے اس لیے اس کی رضا و خوشنودی کا خیال ضروری ہے اور اس کی مخالفت و ناراضی سے بچنا لابدی ہے۔ حضور مجدد الف ثانی قدس سرہ کا ارشاد ہے'

○ "اللہ تعالی کی عنایت سے کسی طالب کو اس قسم کا پیر مل جائے تو چاہیے کہ اس کے وجود کو غنیمت جانے اور آپ کو ہمہ تن اس کے حوالے کر دے اور اپنی سعادت اس کی رضا مندی میں تلاش کرے' غرض اپنی ہر خواہش کو اس کی رضا کے تابع بنا دے حدیث نبوی ہے لن یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعالما جئت بہ" (۸۹)

○ شیخ طریقت کی تقلید میں بڑے فوائد حاصل ہوتے ہیں اور اس کے خلاف چلنے میں سراسر خطرات ہیں" (۹۰)

○ "اہل اللہ پر خاص کر جب کہ پیر و مرشد کا واسطہ ہو اور افادہ بھی کشادہ ہو تو ہرگز ہرگز معترض نہ ہونا چاہیے بلکہ اسے زہر قاتل سمجھنا چاہیے" (۹۱)

○ "خواجہ عبداللہ انصاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ الہی جس کو تو تباہ کرنا چاہتا ہے' اس کو ہمارا دشمن بنا دیتا ہے'

ترسم آں قوم کہ بر درد کشاں میخندند
بر سر کار خرابات کنند ایمارا را

حق تعالی' سید البشر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل تمام مسلمانوں کو فقرا کے انکار اور درویشوں کے طعن سے بچائے" (۹۲)

○ "شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں کہ الہی تو نے اپنے

دوستوں کو کیا عطا کیا ہے، جس نے ان کو پہچانا تجھ کو پایا اور جب تک نہ پہچانا تجھ کو نہ پایا' اس گروہ کا بغض زہر قاتل ہے اور طعن کرنا ہمیشہ کے لیے مایوسی ہے نجانا اللہ سبحانہ' وایکم عن ھذا الابتلا" (۹۳)

○ "اپنی سعادت پیر کی قبولیت میں خیال کرے' اپنی بدبختی اس کے رد کرنے میں نعوذ باللہ سبحانہ' من ذلک رضائے حق رضائے پیر کے پردے کے پیچھے ہے' جب تک مرید اپنے آپ کو مرضیات شیخ میں گم نہیں کرتا حق تعالیٰ کی مرضیات تک نہیں پہنچتا' مرید کی آفت پیر کو ناراض کرنے میں ہے" (مبدا و معاد)

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ بھی ہر طالب حق کے لیے یہی فرماتے ہیں

○ "بیعت وارادت کہ اپنے ارادہ و اختیار سے یکسر باہر ہو کر اپنے آپ کو شیخ مرشد' ہادی برحق واصل حق کے ہاتھ میں بالکل سپرد کر دے' اسے مطلقاً اپنا حاکم و مالک و متصرف جانے' اس کے چلانے پر راہ سلوک چلے' کوئی قدم بے اس کی مرضی کے نہ رکھے' اس کے لیے اس بعض احکام یا اپنی ذات میں خود اس کے کچھ کام اگر اس کے نزدیک صحیح نہ معلوم ہوں انہیں افعال خضر علیہ السلاۃ والسلام کے مثل سمجھے' اپنی عقل کا قصور جانے' اس کی کسی بات پر دل میں

اعتراض نہ لائے' اپنی ہر مشکل اس پر پیش کرے' غرض اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہو کر رہے' یہ بیعت سالکین ہے' اور یہی مقصود مشائخ و مرشدین ہے' یہی اللہ عزوجل تک پہنچاتی ہے۔ یہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لی ہے' عن عبادہ ابن صامت بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی السمع و الطاعنه فی العسر والیسر والمنشط والمکرہ وان لا ننازع الامر اھلہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ ہر آسانی و دشواری' ہر خوشی و ناگواری میں حکم سنیں گے اور اطاعت کریں گے اور صاحب حکم کے کسی حکم میں چون و چرا نہ کریں گے' شیخ ہادی کا حکم' رسول کا حکم ہے' اور رسول کا حکم اللہ کا حکم ہے" (۹۴)

○ "عوارف شریف میں ارشاد فرمایا' شیخ کے زیر حکم ہونا رسول کے زیر حکم ہونا ہے اور اس بیعت کی سنت کو زندہ کرنا ہے' نیز فرمایا یہ نہیں ہوتا مگر مرید کے لیے جس نے اپنی جان کو شیخ کی قید میں کر دیا اور اپنے ارادہ سے بالکل باہر آیا' اپنا اختیار چھوڑ کر شیخ میں فنا ہو گیا' پھر فرمایا' پیروں پر اعتراض سے بچے کہ یہ مریدوں کے لیے زہر قاتل ہے'...... شیخ ابو سہل صعلوکی نے فرمایا' جو اپنے پیر سے کسی بات میں

"کیوں" کہے گا کبھی فلاح نہ پائے گا"۔ (۹۵)

صحبت شیخ

صحبت میں بہت اثر ہے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اچھے ہم نشین کی مثال مشک والے کی سی ہے اور برے کی بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے، مشک والا، یا تو کچھ دے گا یا خود اس سے خریدے گا یا خوشبو سے ہی معطر ہو گا، بھٹی والا کپڑے پھونکے گا یا بدبو سے دماغ خراب کرے گا" (بخاری و مسلم)

اس حدیث پاک کو سامنے رکھتے ہوئے اہل اللہ نے صحبت شیخ پر بہت زور دیا ہے حضور امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں"

○ "اللہ تعالیٰ آپ کو اس گروہ کی محبت پر استقامت عطا فرمائے اور حشر میں انہی کے ساتھ اٹھائے، یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہمنشین بدبخت نہیں ہوتا اور ان کا حبیب و انیس محروم نہیں رہتا، ھم جلسا اللہ اذا رواذکر اللہ یہ لوگ اللہ کے ایسے ہمنشین ہیں کہ ان کو دیکھنے سے اللہ یاد آتا ہے.... ان کی صحبت سراپا نور و ضیا ہے، جس نے ان کے ظاہر کو دیکھا محروم رہا، جس نے ان کے باطن کو دیکھا نجات پا گیا۔ (۹۶)

○ "آپ نے فقرا کی صحبت سے دل تنگ ہو کر دولت مندوں کی مجلس اختیار کی ہے۔ بہت برا کیا ہے، آج اگر آپ کی آنکھ بند ہے تو کل کھل جائے گی اور پھر ندامت کے

سوا کچھ فائدہ نہ ہو گا، اطلاع دینا شرط ہے، اے ابوالہوس! تیرا امر دو حال سے خالی نہیں، دولت مندوں کی مجلس میں آپ کو جمعیت دیں گے یا نہ دیں گے، اگر دیں گے تو بد ہے اور اگر نہ دیں گے تو بدتر ہے، اور اگر دیں گے تو یہ استدراج ہے، نعوذ باللہ منہا، اگر نہ دیں گے تو دنیا و آخرت کا خسارہ شامل حال ہے، فقرا کی خاک روبی، دولت مندوں کی صدر نشینی سے بہتر ہے" (۹۷)

○ "ایک دن صاحب قران امیر تیمور علیہ الرحمہ بخارا شریف کی گلی سے گزر رہا تھا، اتفاقا اس وقت حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کی خانقاہ کے درویش خانقاہ کی دریوں اور بستروں کو جھاڑ رہے تھے، اور گرد سے پاک کر رہے تھے، امیر مذکور مسلمانی کے حسن خلق سے جو اس کو حاصل تھا اس کوچہ میں ٹھہر گیا تاکہ خانقاہ کی گرد کو اپنے لیے صندل و عبیر بنا کر درویشوں کی برکات و فیوض سے مشرف ہو، شاید اس تواضع کے باعث جو اس کو اہل اللہ کے ساتھ تھی حسن خاتمہ سے مشرف ہوا منقول ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ امیر تیمور کے مرنے پہ فرماتے تھے" "تیمور گیا اور ایمان لے گیا" (۹۸)

سبحان اللہ! اہل اللہ کے قریب چند لمحات ٹھہرنے کا یہ صلہ ہے تو ان کے سنگت اور صحبت اختیار کرنے کا کیا انعام ہو گا بس خلوص نیت اور نگاہ ادب کی

ضرورت ہے

اے ناتواں عشق تجھے حسن کی قسم
دامن کو یوں پکڑ کہ چھڑایا نہ جا سکے

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

○ "محبوبان خدا کے غلاموں کے دفتر میں نام لکھ جانا ان سے سلسلہ متصل ہو جانا فی نفسہ سعادت ہے' اولا ان کے خاص غلاموں سالکان راہ سے اس امر میں مشابہت' اور رسول اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من تشبہ بقوم فھو منھم' جو جس قوم سے مشابہت پیدا کر لے وہ انہی میں سے ہے' سیدنا شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ' عوارف المعارف شریف میں فرماتے ہیں واعلم ان الخرقتہ خرقتان' خرقتہ الارادۃ و خرقتہ التبرک والاصل الذی قصدہ المشائخ للمریدین و خرقہ الارادۃ و خرقہ التبرک تشبہ بخرقتہ الارادۃ للمرید الحقیقی و خرقتہ التبرک للمتشبہ و من تشبہ بقوم فھو منھم' ثانیا ان غلامان خاص کے ساتھ ایک سلک میں منسلک ہونا"

بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

(یعنی بلبل کو یہی کہ پھول کی صحبت ہو کافی ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان کا رب عز و جل فرماتا ہے ھم القوم لا یشقی بھم جلسھم وہ' وہ لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں رہتا' ثالثا محبوبان

خدا آیہ رحمت ہیں' وہ اپنا نام لینے والے کو اپنا کر لیتے ہیں اور اس پر نظر رحمت رکھتے ہیں" (۹۹)

○

تبرک شیخ

حضور امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں

○ "صرف کلاہ و دامن اور شجرہ پر نظر رکھنا جو آج کل معروف ہے' پیری مریدی کی حقیقت سے خارج ہے البتہ یہ رسم و عادت ہے' ہاں اگر شیخ کامل سے کوئی کپڑا بطور تبرک مل جائے تو اعتقاد و اخلاص کے ساتھ اسے پہن کر زندگی بسر کرنی چاہئے ایسی صورت میں بے شمار فوائد اور ثمرات کے حاصل ہونے کی توقع ہے" (۱۰۰)

○ "حضور امام ربانی قدس سرہ اجمیر شریف حاضر ہوئے اور آپ نے حضرت خواجہ کی برکات حاصل کیں' آپ کو مزار شریف کی چادر پیش کی گئی جو قبول فرمائی اور وصیت کی کہ حضرت خواجہ کے متبرک کپڑے کو میرے کفن کے لیے محفوظ رکھا جائے" (حضرات القدس ص ۱۱۴)

○

ضروری گزارش

"حضرت خواجہ بدر الدین سرہندی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ "حضرت

مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مصلے کا ایک ٹکڑا میں نے پگڑی میں رکھا ہوا تھا' نماز عشا پڑھ کر سو گیا تو حضرت کی کرامت کے صدقے اس رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہ مرتبہ بلکہ زیادہ مرتبہ زیارت کی' ہر بار بیدار ہوتا' پھر سو جاتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تھا" (۱۰۱) معلوم ہوا کہ امام ربانی اور ان کے غلاموں کے نزدیک تبرک شیخ' بہت سی رحمتوں کا امین ہے' اسی طرح شیخ حسام الدین علیہ الرحمہ نے واقعے میں دیکھا کہ فیروز آباد کے مریدین پر بلائے عظیم نازل ہونے والی ہے' جو شخص آپ کے وضو کا پانی پیئے گا اس سے نجات پائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا' مکتوب ۲۹ دفتر اول میں بھی اس واقعے کی طرف اشارہ ہے۔



"اعلی حضرت بریلوی قدس سرہ کے عہد تجدید میں نجدی تحریک شوریدہ سر موجوں کی طرح سب کچھ مٹا دینے پر تلی ہوئی تھی' دیار عرب میں بزرگوں کے مزارات مقدسہ' آثار مبارکہ اور تبرکات عالیہ کو ایک ایک کر کے ختم کر دیا کہ تاریخ و تہذیب چیخ اٹھی' تمیز و تمدن بلک اٹھے' مرزا حیرت دہلوی نے لکھا ہے

"سعود بن عبدالعزیز نجدی سن ۱۸۰۳ کے آخر میں مدینہ منورہ پر قابض ہوا تو اس نے مدینہ منورہ کے اور مقبروں سے گزر کر خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کو بھی سلامت نہ چھوڑا' آپ کے مزار کی جواہر نگار چھت کو برباد کر دیا اور اس چادر کو اٹھا دیا جو آپ کی قبر مقدس پر پڑی رہتی تھی" (۱۰۲)

اس ظلم و ستم کی تصویر دیکھنا چاہتے ہیں تو نواب صدیق حسن بھوپالی' سردار محمد حسنی' وفد خلافت (مولانا محمد علی جوہر' مولانا شوکت علی' مفتی کفایت اللہ) علامہ جمیل آفندی' بہاؤ الحق قاسمی' مولانا حسرت موہانی' مولانا ظفر علی خان

اور عبدالعزیز بن باز کی تحریریں دیکھئے' (۱۰۳) مولانا ظفر علی خان فرماتے ہیں

ابن سعود کیا ہے فقط ایک حرم فروش
برطانیہ کی زلف گرہ گیر کا اسیر
اسلامیوں پر اس نے برسوائیں گولیاں
پھر کیوں نہ کشتنی ہو زمیندار کا مدیر
(۱۰۴)

ہندوستان میں اہل نجد کی ان خوفناک کارواؤں کی تائید غیر مقلدین پورے جوش و خروش سے کر رہے تھے' چنانچہ جب مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ نے آل سعود کو مناظرے کا چیلنج دیا تو ہندوستان میں رئیس الوہابیہ مولوی ثنا اللہ امرتسری نے کہا کہ علمائے نجد کی طرف سے خادم توحید و سنت حاضر ہے "یہ الگ بات ہے کہ بعد میں علمائے اہل سنت کی جلالت علمی سے مناظرے کا سارا شوق نکل گیا' بزرگان ملت کے مقامات و تبرکات مقدسہ کی حفاظت کے لیے جو کام امام بریلوی اور ان کے خلفا کرام علیہم الرحمہ نے سر انجام دیا وہ اپنی مثال ہے انہوں نے ہر موڑ پہ صدائے احتجاج بلند کی۔ امام بریلوی قدس سرہ کی ایک کتاب "بدر الانوار فی آداب الاثار" بھی اس موضوع پر قابل دید ہے' آپ نے حسب عادت متعدد آیات قدسیہ اور احادیث شریفہ اور علما کرام کے اقوال منیفہ سے اہل اللہ کے تبرکات کا ادب و احترام ثابت کیا ہے اور ان سے فیض حاصل کرنے پر ثبوت دیئے ہیں' مثلا تابوت بنی اسرائیل سے متعلق آیہ کریمہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں

"وہ تبرکات کیا تھے' موسی علیہ الصلوۃ والسلام کا عصا' ان

کی نعلین مبارک، اور ہارون علیہ الصلوۃ والسلام کا عمامہ مقدسہ و غیرہا، ان کی برکات تھیں کہ بنی اسرائیل اس تابوت کو جس لڑائی میں آگے رکھتے فتح پاتے، اور جس مراد میں اس سے توسل کرتے اجابت دیکھتے" (۱۰۵)

ایک جگہ لکھتے ہیں

○ "برکت آثار بزرگاں سے انکار آفتاب روشن کا انکار ہے، مع ہذا جب برکت آثار شریفہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسلم اور پھر ظاہر کہ اولیا و علما حضور کے ورثا ہیں تو ان کے آثار میں برکت کیوں نہ ہوگی۔ کہ آخر وارث برکات و وارث ایراث برکات ہیں"

ایک جگہ حدیث شریف لکھتے ہیں کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یبعث الی المطاهر فیوتی بالماء فیشربه، یرجوبه برکته ایدی المسلمین یعنی حضور مسلمانوں کے حوض کا پانی پیتے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت حاصل ہو، (۱۰۷) اور فرماتے ہیں

○ "یہ حضور پرنور سید المبارکین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی خاک نعلین پاک تمام جہان کے لیے تبرک دل و جان اور سرچشمہ دین و ایمان ہے، وہ اس پانی کو جسمیں مسلمانوں کے ہاتھ دھلے تبرک ٹھہرائیں اور اسے منگا کر بغرض حصول برکت نوش فرمائیں حالانکہ واللہ مسلمانوں کے دست و زبان اور دل و جان میں جو برکتیں ہیں سب انہیں نے عطا

میں دہلی حاضر ہو کر ارادہ تھا کہ آپ کی خدمت میں بھی پہنچے، اسی ثنا روانگی کی خبر پھیل گئی۔...." (۱۰۹)

حضرت علامہ بدر الدین سرہندی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں

○ "جب حضرت مجدد، حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کے عرس مبارک پر دہلی تشریف لے گئے تو شیخ تاج جو حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کے کامل اصحاب اور جلیل القدر خلفا میں سے اور ہندوستان کے مشہور بزرگوں میں سے تھے، نے آپ کا استقبال کیا" (۱۱۰)

○ امام بریلوی قدس سرہ بھی نہ صرف جواز عرس کے قائل تھے بلکہ تقریب عرس میں شریک بھی ہوتے تھے، تعیین عرس کی مصلحت کے بارے میں ارشاد ہے

○ "اولیا کرام کی ارواح طیبہ کو ان کے وصال شریف کے دن قبور کریمہ کی طرف توجہ زیادہ ہوتی ہے چنانچہ وہ وقت خاص وصال کا ہے اخذ برکات کے لیے زیادہ مناسب ہوتا ہے" (۱۱۱)

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ پیلی بھیتی حضرت مولانا مولوی وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ العزیز کے عرس سراپا اقدس سے واپسی صبح کی گاڑی سے ہوئی حضور (فاضل بریلوی) نے اس وقت اسٹیشن پر آکر وظیفہ کی صندوقچی حاجی کفایت اللہ صاحب سے طلب فرمائی، (۱۱۲)

اسی طرح مولانا سید شاہ اسمٰعیل حسن کا بیان ہے کہ ایک بار مولانا فضل رسول

صاحب کے عرس میں مولانا احمد رضا صاحب تشریف لائے" (۱۱۳) اسی طرح آپ کا اپنے شیخ کریم کے عرس مبارک میں شریک ہونا بھی ثابت ہے۔

○

اختیار شیخ

جو فیض دے سکتا ہے وہ لے بھی سکتا ہے، اس لیے شیخ کامل کو ماذون و مختار ماننا چاہیے حضور مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں

○ "جاننا چاہیے کہ بزرگوں نے فرمایا الشیخ یحی و یمیت، شیخ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، احیا و اماتت مقام شیخی کے لوازم سے ہے، اس احیا و اماتت سے مراد روحانی احیا و اماتت ہے، نہ جسمانی، اور اس حیات و موت سے مراد فنا و بقا ہے یعنی باقی رکھنا اور فنا کرنا" (۱۱۴)

○ "شیخ کامل جس طرح نسبت کے عطا کرنے پر کامل طاقت رکھتے ہیں اور تھوڑے عرصہ میں طالب صادق کو حضور آگاہی بخش دیتے ہیں اس طرح نسبت کے سلب کرنے میں پوری طاقت رکھتے ہیں اور ایک ہی بے التفاتی سے صاحب نسبت کو مفلس کر دیتے ہیں، سچ ہے جو دیتے ہیں وہ لے بھی لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے ولیوں کے غضب سے بچائے" (۱۱۵)

ہم نے فانی ڈوبتے دیکھی ہے نبض کائنات

فرمائیں، انہیں کے نعلین پاک کے صدقے میں ہاتھ آئیں، یہ سب تعلیم امت و تنبیہ مشغولان خواب غفلت کے لیے تھا کہ یوں نہ سمجھیں تو اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل سن کر بیدار اور برکت آثار اولیا و علما کے طلب گار ہوں پھر کیسا جاہل و محروم و نافہم ملوم کہ محبوبان خدا کے آثار کو تبرک نہ جانے اور اس سے حصول برکت نہ مانے" (۱۰۸)

آپ کا رسالہ "شفا الوالہ" بھی اسی موضوع پر ہے اور "ابر المقال" میں اسی پر بحث فرمائی ہے، "احکام قبور مومنین" میں فرقہ نجدیہ کی صالحین کی قبروں پر "طبع آزمائی" کا بھرپور رد موجود ہے۔

○

تقریب عرس

اللہ کریم نے اپنے محبوب بندوں کے دنوں کو اپنے دن قرار دیا ہے، فرمایا وذکرھم بایام اللہ ان کو اللہ کے دن یاد دلاؤ، اس آیت سے اہل اللہ کے دن منانے کی اصل ملتی ہے، لہٰذا ملت اسلامیہ کا یہ معمول ہے کہ وہ اولیا کرام کے اعراس مناتی آرہی ہے، حضور مجدد الف ثانی قدس سرہ کے عمل سے ثابت ہے کہ آپ نہ صرف جواز عرس کے قائل تھے بلکہ شرکت بھی فرماتے تھے،

○ "حضرت خواجہ قدس سرہ کے عرس شریف کے دنوں

جب مزاج یار کچھ برہم نظر آیا ہمیں

یہی عقیدہ امام اہل سنت سے ثابت ہے' آپ کا سنایا ہوا ایک واقعہ مولانا مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ بتاتے ہیں

○ "واقعی مقدس حضرات کی مٹھی میں قلوب ہوتے ہیں جس طرف چاہیں رجوع کر دیں' مجھے اس وقت حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا واقع یاد آگیا جو اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس کی زبان فیض ترجمان سے سنا تھا کہ ایک مرتبہ حضور جامع مسجد میں تشریف لائے' خادم جو ہمراہ تھے انہوں نے دیکھا کہ آج خلاف معمول اہل مسجد حضور کو دیکھ رہے ہیں لیکن نہ کوئی سلام کرتا ہے نہ قیام' حالانکہ ہمیشہ تشریف لاتے ہی تمام جماعت حضور کی طرف آتی اور دست بوسی و قدم بوسی سے مشرف ہوتی تھی' ان کے دل میں یہ خطرہ آنا تھا کہ چاروں طرف سے لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوا کہ حضور سے بہت پیچھے رہ گئے' انہیں خیال ہوا اس سے تو وہی حالت بہتر تھی' میں حضور کے قریب تو تھا' ان کے دل میں خطرہ آتے ہی حضور نے ان کی طرف روئے انور کیا اور فرمایا' تمہیں نے تو چاہا تھا' کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رب عزوجل نے قلوب ہمارے ہاتھ میں رکھے ہیں' جب چاہیں پھیر دیں اور جب چاہیں اپنی طرف کرلیں" (۱۱۶)

آپ قصیدہ قادریہ شریف میں بارگاہ غوثیہ میں عرض کناں ہیں

غرض آقا سے کروں عرض کہ تیری پناہ
بندہ مجبور ہے خاطر پہ ہے قبضہ تیرا
حکم نافذ ہے ترا خامہ ترا سیف تری
دم میں جو چاہے کرے دور ہے شاہا تیرا
جس کو للکار دے آتا ہو تو الٹا پھر جائے
جس کو چمکار لے ہر پھر کے وہ 'تیرا' تیرا

○

یک در گیر

راہ سلوک میں ایک ہی پیر و مرشد کی غلامی اختیار کرنی چاہئے' ہر صوفی و صافی نے اس پر زور دیا ہے۔

در در دی اس در در نالوں دربن جا اک در دا

اس سلسلہ میں حضور مجدد الف ثانی قدس سرہ کا ارشاد دیکھئے

○ "آپ یہ شرط بھی مدنظر رکھیں کہ اپنی توجہ کا مرکز ایک ہی بنائیں' توجہ کے متعدد مراکز بنانا اپنے آپ کو تفرقہ میں ڈالنا ہے' مثل مشہور ہے یک جاست ہمہ جاست و ہر کہ ہمہ جاست ہیچ جا' جو ایک جگہ ہے وہ سب جگہ ہے اور جو سب جگہ ہے وہ کسی جگہ بھی نہیں" (۱۱۷)

اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ حضرت سیدی احمد زروق رضی اللہ عنہ' نے فرمایا ہے جب کسی کو کوئی تکلیف پہنچے تو

یازروق کہ کرندا کرے میں فوراً اس کی مدد کروں گا' آپ نے ارشاد فرمایا

○ "مگر میں نے کبھی اس قسم کی مدد نہ طلب کی' جب کبھی میں نے استعانت کی' "یا غوث" ہی کہا ایک درگیر محکم گیر' میری عمر کا تیسواں سال تھا کہ حضرت محبوب الٰہی کی درگاہ میں حاضر ہوا' احاطہ میں مزامیر وغیرہ کا شور مچا تھا' طبیعت منتشر ہوتی تھی' میں نے عرض کیا حضور میں آپ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں اس شور و شغب سے مجھے نجات ملے جیسے ہی پہلا قدم روضہ مبارک میں رکھا معلوم ہوا کہ سب ایکدم چپ ہو گئے ہیں سمجھا کہ واقعی سب خاموش ہو گئے' قدم درگاہ شریف سے باہر نکالا پھر وہی شور و غل تھا' پھر اندر قدم رکھا پھر وہی خاموشی' معلوم ہوا کہ یہ سب حضرت کا تصرف ہے یہ بین کرامت دیکھ کر مدد مانگنی چاہی' بجائے حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ کے نام مبارک کے "یا غوثاہ" زبان سے نکلا' وہیں میں نے اکسیر اعظم قصیدہ بھی تصنیف کیا' ارادت شرط اہم ہے..... اپنے تمام حوائج میں اپنے شیخ ہی کی طرف رجوع کرے" (۱۱۸)

○

متعدد مقامات پہ حاضر و ناظر

اللہ کریم نے اپنے ولیوں کو یہ روحانی طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ جب

چاہتے ہیں' جہاں چاہتے ہیں حاضر و ناظر ہو سکتے ہیں' علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے' ایک قطب سے کائنات کی کوئی جگہ خالی نہیں ہوتی جیسا کہ تاج بن عطا نے فرمایا ہے' (۱۱۹) حضرت ملا علی قاری قدس سرہ فرماتے ہیں "اولیائے کرام کے لیے زمین لپیٹ دی گئی ہے اور انہیں متعدد اجسام عطا کئے گئے ہیں اور لوگوں نے ان اجسام کو متعدد مقامات پر ایک آن میں دیکھا ہے" (۱۲۰) بہر حال علمائے اہل سنت کا متفقہ مسئلہ ہے' شکر اللہ سعیہم' حضرت امام مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں

○ "جب جنات کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے یہ قدرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ مختلف شکلوں میں متشکل ہو کر عجیب و غریب کام کر لیتے ہیں' اگر کاملین کی روحوں کو یہ قدرت عطا فرما دیں تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے اور دوسرے بدن کی کیا حاجت' اس سلسلہ کی کڑی وہ واقعات ہیں جو بعض اولیا کرام سے منقول ہیں کہ وہ ایک ہی آن میں متعدد مقامات میں حاضر ہوتے ہیں اور مختلف کام سرانجام دیتے ہیں' اس جگہ بھی ان کے لطائف مختلف اجسام کی صورت میں متجسم ہو جاتے اور مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں..... اسی طرح حاجت مند لوگ زندہ اور وصال یافتہ بزرگوں سے خوف اور ہلاکت کے مقامات پر امداد طلب کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں ان بزرگوں کی صورتیں حاضر ہوتی ہیں اور ان سے مصیبت دور کرتی ہیں' بعض اوقات ان بزرگوں کو مصیبت دور کرنے کی

اطلاع ہوتی ہے بعض اوقات نہیں ہوتی یہ بھی دراصل بزرگوں کے لطائف متشکل ہوتے ہیں اور یہ تشکل کبھی عالم شہادت میں ہوتا ہے، کبھی عالم مثال میں....." (۱۲۱)

اعلی حضرت بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

○ "امور خارقہ للعادہ اسباب ظاہری پر موقوف نہیں، نہ روح عام متکلمین کے نزدیک مجردات سے ہے، اور فی نفسہا مادیہ نہ سہی تاہم مادہ سے تعلق بدیہی، نہ جسم، جسم شہادت میں منحصر، جسم مثالی بھی کوئی چیز ہے کہ ہزاروں احادیث برزخ وغیرہ اس پر گواہ" (۱۲۲)

○ "تمام انبیا علیھم الصلوۃ حقیقی دینوی جسمانی سے ویسے ہی زندہ ہیں.... اپنے مزارات طیبہ میں نمازیں پڑھتے ہیں، کھانا تناول فرماتے، حج کو آتے، مجالس میں شریک ہوتے، جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں جو کہے کہ مرکر مٹی میں مل گئے خبیث بد دین ہے" (۱۲۳)

○ "شک نہیں روح مفارق کی طرف نصوص من متواترہ میں نزول و صعود و وضع و تمکن وغیرہ اعراض جسم و جسمانیات قطعا منسوب اور وہ نسبتیں اہل حق کے نزدیک ظاہر پر محمول" (۱۲۴)

○ "روح ایک پرندہ ہے، اور جسم پنجرہ، پرندہ جس وقت تک پنجرہ میں ہے اس کی پرواز اس کی قدر ہے، جب پنجرہ

سے نکل جائے اس وقت اس کی قوت پرواز دیکھو" (۱۲۵)

○ "(اولیا) اگر چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کر سکتے ہیں.......... مثال اگر ہوں گے تو جسم کے ان کی روح پاک ان تمام اجسام سے متعلق ہو کر تصرف فرمائے گی تو از روئے روح و حقیقت وہی ایک ذات ہر جگہ موجود ہے، یہ بھی فہم ظاہر میں ورنہ سبع سنابل شریف میں حضرت سیدی فتح محمد قدس سرہ الشریف کا وقت واحد میں دس مجلسوں میں تشریف لے جانا تحریر فرمایا، سوال پر فرمایا کرشن کنہیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا، فتح محمد اگر چند جگہ ایک وقت میں ہو کیا تعجب ہے ذکر کر کے فرمایا کیا یہ گمان کرتے ہو کہ شیخ ایک جگہ موجود تھے باقی جگہ مثالیں، حاشا بلکہ شیخ بذات خود ہر جگہ موجود تھے، اسرار باطن فہم ظاہر سے وراہیں، خوض و فکر بے جا ہے" (ملفوظات حصہ اول ۱۱۴)

آپ نے اس مسئلہ کو حیات الاموات اور ایتان الارواح وغیرہ رسائل میں ذکر کیا ہے اور خوب دلائل دیئے ہیں،

○

ولی کی جگہ بابرکت ہے

قرآن کریم کا ارشاد ہے ان رحمته اللہ قریب من المحسنین، بے

شک اللہ کی رحمت محسنین کے قریب ہے' اس آیہ کریمہ نے بتایا کہ جہاں اللہ کے ولی قیام فرما ہوتے ہیں وہاں اس کی رحمتوں اور برکتوں کے چشمے ابلتے ہیں' حضور امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں

○ "حضرت الیشان کے طفیل اکثر شہروں پر سرہند کی فضیلت و شرافت پانے اور اپنی سکونت والی زمین میں ایسے نور کے پانے میں جس کو صفت کی گرد نہیں لگی اور وہ زمین کچھ مدت کے بعد مخدوم زادہ کلاں خواجہ محمد صادق قدس سرہ کا روضہ مقدس بن گئی' اللہ تعالی کی عنایت اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے شہر سرہند گویا میری جائے پیدائش ہے کہ میرے لیے ایک تاریک کنویں کو پر کر کے صفحہ بلند بنایا گیا' اور اکثر شہروں اور قصبوں پر اس کو بلندی بخشی ہے' اس زمین میں اس قسم کا نور امانت کے طور پر رکھا گیا ہے جو صنعتی اور بے کیفی کے نور سے مقتبس ہے' اور وہ نور اس نور کا مظہر ہے جو بیت اللہ شریف کی پاک سر زمین سے ظاہر ہے...... اس شہر بزرگ کے لیے یہ بڑی بھاری شرافت کا موجب ہے کہ میرے فرزند اعظم جیسا شخص جو اللہ تعالی کے بزرگ اولیا میں سے ہے اس جگہ آسودہ ہے" (۱۲۶) نیز فرمایا "مجھے میرے فرزند کے پہلو میں دفن کیا جائے کہ میں نے وہاں جنت کے باغوں میں سے ایک باغ دیکھا ہے (حضرات القدس ص ۱۱۱) اور فرمایا' اگر میرے

روضہ کی مٹی میں سے ایک مٹھی بھر مٹی کسی قبر میں ڈال دی جائے تو رحمت عظیم کا نزول ہو گا (ایضا)

خود امام ربانی کی برکت سے ایک قبرستان سے قیامت تک عذاب اٹھالیا گیا (حضرات القدس ص ۱۰۱) اسی طرح ایک اور قبر پر آپ کے قیام کی برکت سے صاحب قبر کو عذاب قبر سے نجات مل گئی (ایضا)

اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

○ "اپنے مردوں کو بزرگوں کے پاس دفن کرو کہ ان کی برکت کے سبب ان پر عذاب نہیں کیا جاتا هم القوم لایشقی بهم جلیسهم وہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے سبب ان کا ہم نشین بھی بدبخت نہیں ہوتا و لہذا حدیث میں فرمایا ادفنوا موتاکم وسط قوم صالحین اپنے مردوں کو نیکوں کے درمیان دفن کرو' میں نے حضرت میاں صاحب قبلہ قدس سرہ کو فرماتے سنا' ایک جگہ کوئی قبر کھل گئی اور مردہ نظر آنے لگا' دیکھا کہ گلاب کی دو شاخیں اس کے بدن سے لپٹی ہیں اور گلاب کے دو پھول اسکے نتھنوں پر رکھے ہیں اس کے عزیزوں نے اس خیال سے کہ یہاں قبر پانی کے صدمہ سے کھل گئی' دوسری جگہ قبر کھود کر اس میں رکھیں' اب جو دیکھا تو دو اژدہے اس کے بدن سے لپٹے اپنے پھنوں سے اس کا منہ بھموڑ رہے ہیں' حیران ہوئے' کسی صاحب دل سے یہ واقعہ بیان کیا' انہوں نے فرمایا "وہاں بھی اژدہے تھے

مگر ایک ولی اللہ کے مزار کا قرب تھا' اس کی برکت سے وہ عذاب' رحمت بن گیا' وہ اژدہے' درخت گل کی شکل ہو گئے اور ان کے پھن' گلاب کے پھول' اس کی خیریت چاہو تو وہیں لے جاکر دفن کرو' وہیں لے جاکر رکھا' پھر وہی گلاب کے پھول" (۱۲۷)

○ "حضرت سیدی اسمٰعیل حضرمی قدس سرہ کہ اجلہ اولیائے کرام سے ہیں' ایک قبرستان میں گزرے' امام محب الدین طبری کہ اکابر محدثین سے ہیں ہمراہ رکاب تھے' ایک مردے سے کلام کیا' پھر چالیس مردوں کو عذاب قبر میں مبتلا دیکھا' رو کر ان کی شفاعت کی' اللہ تعالیٰ نے ان کی شفاعت سے عذاب اٹھالیا' یہ حضرات سراپا رحمت ہیں' جس طرف گزر ہو رحمت ساتھ ہے' ملخصا" (۱۲۸) کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ہماری قبر پہ تھوڑا سا مسکرا دینا
سنا ہے پھول برستے ہیں مسکرانے سے

○

ایصال ثواب

بزرگان دین کی ارواح طیبہ اور عامتہ المسلمین کو ایصال ثواب کرنا جائز ہے اور کتاب و سنت سے محکم ہے' اس سے بزرگان دین کے درجات بلند ہوتے

ہیں' ان کی ارواح طیبہ کا فیض ملتا ہے' جب کہ عامتہ المسلمین کے گناہ ختم ہوتے ہیں' کما قال رسول اللہ علیہ وسلم امتی امتہ مرحومہ تدخل فی قبورھا بذنوب و تخرج من قبورھا لا ذنوب علیھا تمحص باستغفار المومنین' (۱۲۹) یاد رہے کہ ہمارے ہاں میلاد' گیارھویں' قل' سوم' ساتہ' دسواں' چالیسواں' سالانہ ختم پاک عرس وغیرہ کی بنیاد یہی ایصال ثواب ہے' تعین یوم' عوام الناس کی سہولت کے لیے ہے کہ اجتماع میں کمی نہ ہو نہ اس لیے کہ ان دنوں کے علاوہ ایصال ثواب ہوتا ہی نہیں' اس عظیم معمول اہل اسلام کے بارے میں حضور امام ربانی کا قول و عمل ملاحظہ فرمایئے

○ "نیز آپ نے پوچھا تھا کہ کلام اللہ ختم کرنا' اور نماز نفل پڑھنا اور تسبیح و تہلیل کرنا اور اس کا ثواب ماں باپ یا استاد یا بھائیوں کو بخشنا بہتر ہے یا نہیں' بداند کہ بہتر ست' واضح ہو کہ بہتر ہے' کیونکہ اس میں اپنا بھی نفع ہے' اور ان کا بھی اور عجب نہیں کہ یہ عمل صالح دوسروں کی طفیل ہی قبول ہو جائے' (۱۳۰)

○ چند سال بیشتر فقیر کا یہ طریق تھا کہ طعام کا ثواب اہل عبا کی ارواح پاک کو نذر کرتا' ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی' آپ نے توجہ نہ فرمائی' پھر فرمایا من طعام در خانہ عائشہ فی خورم' ہم عائشہ کے گھر کھانا کھاتے ہیں' جس نے بھیجنا ہو وہاں بھیجے' ازاں بعد فقیر حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر ازواج مبارکہ کہ

اہل بیت میں شامل ہیں کو ثواب نذر کرتا اور اہل بیت کو اپنے لیے وسیلہ قرار دیتا" (۱۳۱)

○ شیخ حبیب اللہ کا مکتوب مرغوب پہنچا' انہوں نے والد مرحوم کے فوت ہو جانے کی نسبت لکھا ان للہ وانا الیہ راجعون' فقیر کی طرف سے دعا پہنچا کر تعزیت بجا لائیں اور کہیں کہ دعا و فاتحہ و صدقہ استغفار سے اپنے والد مرحوم کی امداد و اعانت کریں فان المیت کا لغریق ینتظر دعوۃ تلحقہ من ولدا و اب اوام اواخ او صدیق' مردہ ڈوبنے والے کی طرح ہوتا ہے' وہ دعا کا منتظر رہتا ہے' جو اس کے بیٹے یا باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے' (۱۳۲)

○ "موت پل ہے جو حبیب کو حبیب سے ملاتا ہے' اس کی شان میں ثابت ہے' چلے جانے پر مصیبت نہیں بلکہ جانے کے حال پر ہے کہ دیکھئے اس کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں' دعا و استغفار و صدقہ سے امداد کرنی چاہئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میت قبر میں فریاد کرتے غریق کی طرح ہوتی ہے' اور دعا کی منتظر رہتی ہے جو اس کو قریبیوں کی طرف سے پہنچے' وہ اس کے نزدیک دنیا و مافیہا سے بہتر ہے' بے شک اللہ اہل زمین کی دعا سے اہل قبور کو پہاڑوں جتنا ثواب عطا کرتا ہے' بے شک زندوں کی طرف سے مردوں کے لیے بہترین تحفہ مغفرت کی دعا ہے' (۱۳۳)

چند مباح جمع ہو جائیں تو مجموع بھی مباح رہے گا' ....

. و شک نیست کہ طریقہ ایصال ثواب دعا بجناب رب الارباب است جل جلالہ' شک نہیں کہ ایصال ثواب کا طریقہ رب تعالی کے دربار میں دعا ہی ہے" (۱۴۰)

اس موضوع پر الجنۃ الفائحہ بہترین مقالہ ہے' احکام شریعت میں بھی اس کے طریقے پر بحث فرمائی ہے

○

کچھ غلط رسموں کے بارے میں

ہمارے ہاں دیکھا گیا ہے کہ ایصال ثواب کے نام پر بہت سی غلط رسموں نے جنم لے لیا ہے' مستحقین کو تو نظر انداز کیا جاتا ہے جب کہ برادریوں کو بلا کر نام و نمود کے لیے بے تحاشا کھانا پکایا جاتا ہے' اپنی ناک اونچی رکھنے کے لیے گویا اس سے بڑھ کر کوئی اور سنہری موقع نہیں' اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

○ "اور جو کچھ تقسیم کیا جائے محتاجوں کو دیا جائے' یہ بھی ثواب کی بات ہے' غنی لوگ اس میں سے نہ لیں' باقی جو بیہودہ باتیں لوگوں نے نکالی ہیں مثلا اس میں شادی کے سے تکلف کرنا' عمدہ عمدہ فرش بچھانا' یہ باتیں بیجا ہیں" (۱۴۱)

○ "یہ چیزیں غنی نہ لے' فقیر لے' اور وہ جو ان کا منتظر رہتا ہے ان کے نہ ملنے سے ناخوش ہوتا ہے اس کا قلب سیاہ ہوتا

ہے" نیاز اولیا کرام طعام موت نہیں وہ تبرک ہے، فقیر و غنی سب لیں، جب کہ مانی ہوئی نذر شرعی نہ ہو، شرعی نذر پھر غیر فقیر کو جائز نہیں واللہ تعالی اعلم (۱۴۲)

○ "سوم، دہم، چہلم وغیرہ کا کھانا مسکین کو دیا جائے، برادری کو تقسیم یا برادری کو جمع کر کے کھلانا بے معنی ہے، کما فی مجمع البرکات، موت میں دعوت ناجائز ہے، فتح القدیر وغیرہ میں ہے انہا بدعتہ مستقبحتہ لا نہا شرعت فی السرور لا فی الشرور، تین دن تک اس کا محمول ہے، لہذا ممنوع ہے، اس کے بعد بھی موت کی نیت سے آکر دعوت کرے تو ممنوع ہے، یہ تجربہ ہے کہ جو طعام میت کے متمنی رہتے ہیں ان کا دل مر جاتا ہے، ذکر و طاعت الہی کے لیے حیات و چستی اس میں نہیں رہتی کہ وہ پیٹ کے لقمہ کے لیے موت مسلمین کے منتظر ہیں اور کھانا کھاتے وقت موت سے غافل اور اس کی لذت میں مشاغل واللہ تعالی اعلم" (۱۴۳)

○

نذر و نیاز

نذر کی دو قسمیں ہیں، نذر فقہی اور نذر عرفی، نذر شرعی صرف نام خدا کے لیے ہے، جب کہ نذر عرفی بمعنی ہدیہ و نذرانہ جائز و مشروع ہے، تمام اولیا

کرام عرفی نذر و نیاز کے قائل ہیں اور قبول فرماتے ہیں امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں

○ "وہ مبارک خط جو میرے فرزند عزیز نے مولانا عبدالرشید اور مولانا جان محمد کے ہاتھ ارسال کیا تھا پہنچا اور مبلغ نذر بھی پہنچ گئے، اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر دے" (۱۴۴)

○ "جب کبھی کوئی آمدنی آتی اور نذر آتی تو آپ سال کے ختم کا انتظار نہ فرماتے بلکہ فورا زکوۃ ادا فرمادیتے" (۱۴۵)

اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

○ "غیر خدا کے لیے نذر فقہی کی ممانعت ہے، اولیا کرام کے لیے ان کی حیات ظاہری خواہ باطنی میں جو نذریں کہی جاتی ہیں یہ نذر فقہی نہیں عام محاورہ ہے کہ اکابرے حضور جو ہدیہ پیش کریں اسے نذر کہتے ہیں، بادشاہ نے دربار کیا، اسے نذریں گزریں، شاہ رفیع الدین صاحب "رسالہ نذور میں" لکھتے ہیں "نذر و نیاز" ایں جا مستعمل میشود نہ بر معنی شرعی است چہ عرف آنست کہ آنچہ پیش بزرگاں می برند نذر و نیاز میگویند" (۱۴۶)

○

نذر کے روزے

"روزہ صرف اللہ تعالی کے لیے ہے حدیث قدسی ہے الصوم لی، روزہ

میرے لیے ہے" (۱۴۷) غیر خدا کے لیے روزہ رکھنا رسم قبیح ہے' ہاں روزے کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی ارواح طیبہ کو نذر کر سکتے ہیں' امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں

"عورتیں پیروں اور بیبیوں کے لیے نیت کر کے روزے رکھتی ہیں اور اکثر اپنے پاس سے ان کے نام مقرر کر لیتی ہیں' اپنے ان روزوں کو ان کے نام سے منسوب کر دیتی ہیں اور افطار کے وقت ہر روزہ کے لیے خاص طرز کا کھانا تعین کرتی ہیں' ایسے روزوں کے لیے دن بھی مقرر کرتی ہیں' پھر اپنی مرادیں اور مقاصد ان روزوں کے ساتھ مربوط کر لیتی ہیں اور ان روزوں کی وساطت سے ان سے اپنی حاجات چاہتی ہیں اور ان کو روزوں کے ذریعے حاجت روا جانتی ہیں' یہ عبادت میں شرک ہے' اور غیر کی عبادت کے وسیلہ سے اپنی حاجات کو غیروں سے طلب کرنا ہے' اس برے عمل کو اچھی طرح جان لینا چاہئے" (۱۴۸)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ اکثر عورتیں مشکل کشا علی رضی اللہ عنہ' کا روزہ رکھتی ہیں' کیسا ہے' آپ نے فرمایا

"روزہ خاص اللہ عز و جل کے لیے ہے' اگر اللہ کا روزہ رکھیں اور اس کا ثواب مولا علی کی نذر کریں تو کوئی حرج نہیں مگر اس میں یہ کرتی ہیں کہ روزہ آدھی رات تک رکھتی ہیں' شام افطار نہیں کرتیں' آدھی رات کے بعد گھر کے

"مغفرت پناہ میاں شیخ جمال کے فوت ہونے سے تمام اہل اسلام کو غم لاحق ہوا ہے' ان کے مخدوم زادوں کے ہاں تعزیت کریں اور ایصال ثواب کے لیے فاتحہ بھی پڑھیں والسلام" (۱۴۴)

"آپ کے ولی نعمت کا وجود اس زمانے میں غنیمت تھا' آپ پر لازم ہے کہ احسان کا بدلہ احسان سے ادا کریں اور دعا و صدقہ سے ہر گھڑی ان کی مدد کریں" (۱۴۵)

"میں ہر رات تہجد کے بعد اور سحر کے وقت پانچ سو مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ کر محمد عیسیٰ' محمد فرخ' اور ام کلثوم اپنے بچوں کو جو فوت ہو چکے ہیں بخشتا تھا' اب پھر ہر رات محمد عیسیٰ کی روح سحر کے وقت آتی ہے' اور مجھے بیدار کرتی ہے' اور کلمہ طیبہ کے ختم کے لیے آمادہ کرتی ہے' مجھے بیدار کرنے کے بعد محمد فرخ اور ام کلثوم کی روحوں کو بلا کر لاتی ہے' جب تک میں وضو کر کے تہجد پڑھتا اور کلمہ طیبہ ختم کرتا وہ روحیں میرے گرد و پیش رہتیں جس طرح ماں روٹی تیار کرتی ہے تو بچے اس کے گرد و پیش رہتے ہیں' جب میں کلمہ طیبہ کا ثواب بخش دیتا ہوں تو روحیں چلی جاتی ہیں" (۱۴۶)

"ایک دن میں نے ایک فرزند مرحوم کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے فقیروں اور درویشوں کے واسطے کھانا تیار کرایا' اسی اثنا میں زبان پر بات آئی کہ یہ صدقہ ہم سے

کیونکر قبول ہو گا' اللہ تعالی نے فرمایا انما یتقبل اللہ من المتقین' اللہ متقیوں سے قبول کرتا ہے' میں اسی تردد میں تھا کہ حضرت حق جل جلالہ کی طرف سے آواز آئی انک من المتقین' بے شک تم متقیوں میں سے ہو" (۱۳۷)

"حضرت مخدوم زادہ محمد معصوم رحمہ القیوم نے اپنی بیاض میں لکھا ہے کہ حضرت مجدد عام دعوتوں میں تشریف نہیں لے جاتے تھے' ایک دن ایک دولت مند نے اپنے ایک عزیز کے ایصال ثواب کے لیے کھانا تیار کیا اور دعوت دی' آپ نے قبول نہ فرمائی' اس وقت آپ پر الہام ہوا کہ اگر تم وہاں جانے میں حرام ہونے کا شک کرو گے تو ہم قیامت کے دن اس میت کو اتنا نور دیں گے اس سے اہل محشر منور ہو جائیں گے' آپ متفکر ہوئے کہ آخر یہ حرمت کیونکر دور ہو گی پھر ظاہر کیا گیا کہ تمہارا اس مجلس میں جانا ہی حرمت کا دور ہونا ہے' پس آپ نے اس دعوت کو قبول فرما لیا اور تشریف لے گئے" (۱۳۸)

"ایک مرتبہ آپ نے اپنے صاحبزادوں کی فاتحہ کے لیے کھانا تیار کرایا جو آپ کے سامنے وفات پا چکے تھے' آپ فرماتے تھے کہ توجہ کثیر کے بعد وہ کھانا مقبول ہوا' اور ایسا مکشوف ہوا کہ ملا کہ کھانے کے خوان لا رہے ہیں اور ان کی قبروں پر پہنچا رہے ہیں اور بہشت کے ایک چمن میں اس

کو جمع کر رہے ہیں میرے فرزندوں نے کھانا کھایا اور ان میں اوپر جانے کی طاقت پیدا ہوئی' عروج میں مصروف ہوئے' یہاں تک کہ ایک بہشت ظاہر ہوئی جس میں انتہائی رفعت' منزلت اور تازگی و طراوت تھی' وہ سب اس میں داخل ہو گئے کہ میں کسی مومن اور مومنہ کی قبر کو نہیں دیکھا جہاں وہ کھانا نہ پہنچا ہو' اسی طرح جب کبھی آپ مردوں کی روحانیت کے لیے ایصال ثواب فرماتے ہیں تو اسی طرح مکاشفات و معائنات ہوتے ہیں" (۱۳۹)

اعلی حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے بھی اس مسئلہ پر خوب تحقیق فرمائی ہے

"مختصرا اس مسئلے میں حرف آخر یہ ہے کہ ایصال ثواب اور اموات کو ہدیہ اجر پہنچانا تمام اہل سنت و جماعت کے اتفاق سے پسندیدہ اور شریعت میں مستحب ہے۔ حضور سید الابرار علیہ افضل الصلاۃ من الملک الجبار سے بہت سے حدیثیں اس کار خیر کی تصویب و ترغیب میں وارد ہیں۔ امام علامہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں' امام فخر الدین زیلعی نے "نصب الرایہ" میں' علامہ جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں' علامہ فاضل مکی علی قاری نے "مسلک متقسط" اور دیگر ائمہ نے دیگر کتب میں ان میں کچھ احادیث ذکر فرمائی ہیں' بے شک اس کار خیر کا انکار بے

وقوف جاہل کر سکتا ہے یا پھر گمراہ اور باطل پرست' اس دور کے اہل بدعت جن میں مخفی طور پر خون اعتزال جوش زن ہے' معتزلہ کی نیابت اور وکالت میں ایصال ثواب کا انکار کرتے ہیں اور اہل سنت کے اجماع یقینی کا یکسر انکار کر دیتے ہیں۔ پھر کہ بہت سی حدیثوں کی روشنی میں یہ امر ثابت ہے اور اس کو جمہور ائمہ نے صحیح و معتمد قرار دیا ہے کہ ثواب کا پہنچنا عبادات مالیہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عبادات مالیہ اور بدنیہ دونوں کو شامل ہے' یہی ائمہ حنفیہ کا مذہب ہے' بہت شافعی محقق اسی کے قائل ہیں' اسی پر اکثر علما ہیں اور یہی صحیح اور رائج و منصور ہے' پھر کہ قرآن مجید اور صدقہ کرنا اور ان دونوں کا ثواب مسلمانوں کو پہنچانا اسی میں یہی تو ہے کہ ایک اچھے کام کو اچھے کام سے اور ایک مستحب کو دوسرے مستحب سے جمع کر دیا گیا ہے' اور ہرگز ان میں سے ایک دوسرے کو منافی نہیں' جیسے نماز میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا اور نہ ہی شریعت نے ان دونوں کو جمع کرنے سے منع کیا' جیسے کہ رکوع و سجود میں قرآن مجید پڑھنے سے لہٰذا ان (دو اچھے کاموں کے جمع کرنے) کو ممنوع کہنا دائرہ عقل و خرد سے باہر جانے کے برابر ہے' حجتہ الاسلام امام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیا العلوم میں فرماتے ہیں "جب ایک ایک کام حرام نہیں تو مجموع کیوں حرام ہو گا" اسی میں ہے

کواڑ کھول کر کچھ دعا مانگتی ہیں' اس وقت روزہ افطار کرتی ہیں' یہ شیطانی رسم ہے' واللہ تعالیٰ اعلم" (۱۴۹)



طواف و بوسہ

اولیا کرام کے مزارات حصول برکات کا اہم ذریعہ ہیں لیکن یہ درست ہے کہ ہمارے بعض عوام الناس وہاں جا کر غلو عقیدت کا مظاہرہ کرتے ہیں' برصغیر میں بعض مزارات پہ طواف کیا جاتا ہے' بعض مزارات پہ حج کی نیت سے حاضری دی جاتی ہے' ان رسومات کو دیکھ کر مخالفین اہل سنت کو اعتراضات کا موقع ملتا ہے' اس سلسلہ میں ہمارے ان عوام الناس کو اپنے اکابر کی تعلیمات پر عمل کرنا چاہئے جب کہ مخالفین کو بھی ہمارے اکابر کی تعلیمات کی روشنی میں ہمارے مسلک کا مطالعہ کرنا چاہئے' بعض عوام کے عمل پر پورے مسلک اہل سنت جو کہ عین اسلام ہے پر اعتراضات کی بارش کرنا قرین انصاف نہیں' البتہ بوسہ قبر کے بارے میں اختلاف ہے' اس سلسلہ میں حضور امام ربانی قدس سرہ کا عمل ملاحظہ کیجئے علامہ بدر الدین سرہندی قدس سرہ فرماتے ہیں'

○ "آپ قبروں کو بوسہ دینا مستحسن نہیں سمجھتے تھے البتہ کبھی کبھی اپنے والد ماجد اور پیر دستگیر کی قبر کو ہاتھ لگاتے تھے" (۱۵۰)

علامہ محمد ہاشم کشمی قدس سرہ فرماتے ہیں

○ "ابتدائی زمانہ میں جب اپنے والد عالی قدر اور پیر بزرگوار

کی قبروں کی زیارت کے لیے جاتے تو ہاتھ قبر پر پہنچاتے کہ فقہا نے اس کو جائز قرار دیا ہے' اور آخری زمانہ میں اس عمل کو ترک کر دیا کیونکہ فقہا سے اس باب میں منع کی روایات بھی منقول ہیں' الغرض قبروں کے بوسہ کو مستحسن نہیں سمجھتے تھے' لیکن مردوں سے استعانت کو جائز قرار دیتے تھے" (۱۵۱)

حضرت قاضی عالم الدین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

○ "طواف و بوسہ دہی قبور کو مکروہ جانتے تھے' مزارات والد و پیر بزرگوار پر شروع شروع آپ ہاتھ پھیر کر چہرہ انور سے ملتے تھے بالاخر اسکو بھی ترک فرمادیا" (۱۵۲)

اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

○ "بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے..... بوسہ قبر میں علما کا اختلاف ہے' اور احوط' منع ہے" (۱۵۳)

○ "بوسہ قبر' کو جمہور علما مکروہ جانتے ہیں تو اس سے احتراز ہی چاہئے اشعتہ اللمعات میں ہے مسح نہ کند قبر را بدست و بوسہ نہ دہد آں را' کشف الغطا میں ہے کذافی عامتہ الکتب' مدارج النبوۃ میں ہے در بوسہ قبر والدین روایت فقہی فی کنند و صحیح آنست کہ لا یجوز است" (۱۵۴)

○

مختلف کلمات کی توجیح اور ادب

امام ربانی مجدد الف ثانی اور اعلی حضرت بریلوی قدس سرہما کی یہ عادت شریفہ ہے کہ وہ اولیا کرام کے مختلف کلمات کی مناسب توجیح فرما کر ان کے ادب و احترام کا درس دیتے ہیں مولانا حسن برکی کی طرف لکھے گئے مکتوب میں تنبیہ فرماتے ہیں

○ "آپ کو واضح ہو کہ یہ سب بیہودہ اعتراض اور زبان درازیاں ہیں جو آپ نے مشائخ طریقت قدس سرہم پر کی ہیں' ان کا باعث یہ ہے کہ آپ نے بزرگوں کی مراد کو نہیں سمجھا' توحید شہودی جس کے معنے ہیں' ایک دیکھنا اور جو ماسوی کے نسیان پر وابستہ ہے' ان بزرگوں کے نزدیک طریقت کی ضروریات میں سے ہے۔ جب تک یہ حاصل نہ ہو اغیار کی گرفتاری سے خلاصی نہیں ہوتی۔ اور آپ اس دولت اور دولت والوں پر ہنسی اڑاتے ہیں۔ شہود و رویت جو ان کی عبادات سے ثابت ہے اس سے مراد حضور بیچونی ہے -------- آپ کو اس قسم کی باتیں نہ کرنی چاہیں اور غیرت حق تعالی سے ڈرنا چاہئے' معلوم ہوتا ہے اس وقت کے مدعی آپ کو اس فتنہ و فساد پر آمادہ کرتے ہیں' بزرگوں کا لحاظ کرنا چاہئے ----- آپ کو چاہئے تھا کہ ادب سے سوال کرتے' یہ پہلا پھول ہے جو مولانا احمد علیہ الرحمہ کی جدائی کے بعد کھلایئے' ان کی زندگی میں ایسی باتیں اپ سے صادر نہیں ہوئیں" (۱۵۵) اور ملا شمس الدین کی

طرف لکھا

○ "قول انا الحق اور قول سبحانی اور قول لیس فی جبتی سو اللہ وغیرہ سب اسی مرتبہ جمع کے درخت کے پھل ہیں، اسی قسم کی باتوں کا باعث محبوب حقیقی کی محبت کا غلبہ ہے، یعنی سالک کی نظر سے محبوب کے سوا سب کچھ پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اس کو مقام جہل و حیرت بھی کہتے ہیں لیکن یہ وہ جہل ہے جو محمود ہے اور وہ حیرت ہے جو ممدوح ہے" (۱۵۶)

اور یہ جو شیخ یحیی منیری علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جب تک بھائی کو نہ مارے مسلمان نہیں ہوتا، بھائی سے مراد ہمزاد شیطان ہے، جو انسان کا ساتھی ہے، اور اس کو شر و فساد کی طرف راہنمائی کرتا ہے --- اور یہ جو کہا کہ جب تک ماں سے جفت نہ ہو مسلمان نہیں ہوتا، ماں سے مراد، عین ثابت ہے جو خارج میں وجود کے ظہور کا سبب ہے، اس طائفہ کی اصطلاح میں عین ثابتہ کو "مادر" سے تعبیر کرتے ہیں ----- چونکہ آپ نے یہ بیقرار کرنے والی باتیں ایک بزرگ سے نقل کی تھیں اس لیے ان کے حل میں کچھ لکھا ہے، (۱۵۷)

"علامہ بدر الدین سرہندی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے آپ کی خدمت میں یہ شعر پڑھا"

اے آنکہ ملائک مگس قند تو اند
دل سوختگان عشق اسپند تو اند

"حضرت نے مصرعہ سنتے ہی فرمایا کسی کی مدح اس طرح نہیں کرنی

چاہئے کہ کسی دوسرے بزرگ کی قدح ہو جائے، ملائکہ بہت بزرگ ہیں، ملائکہ کو مگس قند کہنا مناسب نہیں مجھے اپنے قول کی سند کے لیے مولانا رومی کا یہ شعر ذہن میں آیا کہ"

بے عنایات حق و خاصان حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

یہ شعر میرے ذہن میں آیا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ "کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نے مولوی روم علیہ الرحمہ کے اس شعر پر تکیہ کر لیا ہو، خاصان حق سے مولوی روم کی مراد انبیاء علیہم السلام ہوں گے، پھر انہوں نے تو گر ملک باشد کہا ہے، یعنی اگر ہم فرض کر لیں اور کہیں کہ اگر فرشتہ بھی ہو" (۱۵۸)

○ "اگر کوئی ایسا لفظ صادر ہو جس کا ظاہر، علوم شریعہ کے مطابق نہیں تو تھوڑی سی توجہ کے بعد اس کو پھیر کر مطابق کر لینا چاہئے، اور ایک مسلمان پر الزام نہ دینا چاہئے" (مکتوب ۱۲۱ دفتر ۳)

اعلی حضرت علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ حضرات منصور و تبریز و سرمد نے ایسے الفاظ کہے جن سے خدائی ثابت ہوتی ہے تو دار پر آئے، کھال کھینچی گئی لیکن ولی اللہ گنے جاتے ہیں، اور فرعون و شداد ہامان، نمرود نے دعوی کیا تو مخلد فی النار ہوئے، اس کی کیا وجہ ہے، آپ نے فرمایا

○ "ان کافروں نے خود کہا، اور ملعون ہوئے، اور انہوں نے خود نہ کہا اس نے کہا جسے کہنا شایاں ہے، آواز بھی انہیں سے مسموع ہوئی جیسے موسی سے درخت نے کہا الی انا اللہ میں

ہی ہوں اللہ ' رب سارے جہان کا' کیا درخت نے کہا تھا حاشا بلکہ اللہ نے ' یوں ہی یہ حضرات اس وقت شجر موسی ہوتے ہیں" (۱۵۹)

آپ کی بارگاہ میں ایک شاعر نے یہ شعر پڑھا

کب ہیں درخت روضہ والا کے سامنے
مجنوں کھڑے ہیں خیمہ لیلی کے سامنے

آپ نے دوسرے مصرعے کو یوں بدل دیا "قدسی کھڑے ہیں عرش معلی کے سامنے" یہ مصرع جہاں آپ کی شعر فہمی' باریک بینی اور قادر الکلامی کا ثبوت ہے وہاں آپ کے حسن ادب کا بھی آئینہ ہے' اسی طرح آپ نے یہ مصرع سنا

شان یوسف جو گھٹی آ کے اس در پہ گھٹی

تو فرمایا ایسے نہیں بلکہ یوں کہو۔ "شان یوسف جو بڑھی آ کے اسی در پہ بڑھی" (۱۶۰)

○

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ

اولیا کرام کے مقامات و کمالات کے بارے میں ان دو بزرگوں کے نظریات و خیالات پیش کرنے کے بعد مناسب ہے کہ تاجدار اولیا حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ' کے ساتھ ان کی والہانہ ارادت کا انداز بھی لکھا جائے' بعض حضرات کو وہم ہے کہ حضور مجدد الف ثانی قدس سرہ' اپنے آپ کو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ' سے بھی افضل جانتے ہیں' حاشا ایسی بات نہیں' آپ فرماتے ہیں

○ "آخری عروج جو کہ مقامات اصل کا عروج ہے اس میں فقیر کو حضرت غوث اعظم محی الدین شیخ عبدالقادر قدس اللہ تعالی سرہ الاقدس کی روحانیت کی امداد حاصل رہی اور ان کی قوت تصرف نے ان تمام مقامات سے گزار کر اصل الاصل کے مقام تک واصل فرما دیا" (۱۶۱)

○ "حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ' کی ولایت میں عظیم شان ہے' انہیں بلند ترین درجہ حاصل ہے' ولایت محمدیہ کو لطیفہ قلب کے راستے سے انہوں نے آخری نقطے تک پہنچایا ہے اور اس دائرے کے سرحلقہ ہوئے ہیں' یہاں کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ جب حضرت شیخ ولایت محمدیہ خاصہ کے سرحلقہ ہیں تو سب اولیا اللہ سے افضل ہوں گے کہ ولایت محمدی جملہ انبیاء کی ولایت سے فوقیت رکھتی ہے' اس سلسلے میں ہماری گزارش یہ ہے کہ حضرت شیخ اس ولایت محمدی کے سرحلقہ ہیں جو لطیفہ قلب کے راستے حاصل ہوئی جیسا کہ مذکور ہوا نہ کہ مطلق ولایت کے سرحلقہ کہ جس سے افضلیت لازم آئے' علاوہ بریں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ مطلق ولایت محمدی کا سرحلقہ ہونا بھی افضلیت کو مستلزم نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کوئی دوسرا تبعیت و وراثت کے طور پر کمالات نبوت محمدیہ میں پیش قدم ہوا اور ان کمالات کے باعث افضلیت اس کے لیے ثابت ہو" (۱۶۲)

ضروری گزارش

یاد رہے کہ مجدد صاحب کے اس مکتوب کو بنیاد بنا کر یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ آپ اپنے آپ کو افضل جانتے ہیں' کیونکہ وہ کمالات نبوت محمدیہ "کا وارث اپنے آپ کو قرار دیتے ہیں جیسا کہ بعض عبارات سے ثابت ہے' میں کہتا ہوں کہ انہوں نے یہ کہاں کہا ہے کہ کسی کو کمالات نبوت محمدیہ' میسر نہیں آئیں گے' وہ نبوت محمدیہ اور ولایت محمدیہ کے انتہائی کمالات حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ' کے لیے ثابت کرتے ہیں' فرماتے ہیں کہ "ولایت کے پانچ درجے ہیں' خال خال ہیں جو پانچویں درجے سے مناسبت رکھتے ہیں' لیکن جس کمال کو میں معتبر سمجھتا ہوں وہ ان پانچویں سے بھی بڑھ کر ہے' صحابہ کرام کے زمانے کے بعد اس کمال کا ظہور نہیں جو جذبہ و سلوک کے کمال سے بڑھ کر ہے' انشاءاللہ یہ کمال آخری زمانے میں حضرت مہدی موعود میں ظاہر ہو گا" (۱۶۳)

اور فرماتے ہیں "راہ اول جو قرب نبوت سے مراد ہے..... اس مقام کا معاملہ الگ ہے' حضرت عیسی علیہ السلام اور حضرت مہدی راہ اول سے واصل ہیں جیسا کہ حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت کے ضمن میں راہ اول سے واصل ہوئے اور اپنے اپنے درجوں کے موافق وہاں شان خاص رکھتے ہیں" (۱۶۴)

معلوم ہوا کہ آپ اپنے آپ کو تبعیت و وراثت کے طور پر کمالات نبوت محمدیہ میں غوث اعظم رضی اللہ عنہ' سے افضل نہیں جانتے' ہو سکتا ہے یہ اشارہ امام مہدی رضی اللہ عنہ' کی طرف ہو' اپنے بارے میں تو ان کا یہ قول

مشہور ہے اس شخص پر اللہ کی معرفت حرام ہے جو اپنے (نفس) کو کافر فرنگ سے بدتر نہ جانے پھر اکابر دین سے کیا مناسبت ہو سکے گی (۱۶۵) اس قول کے ہوتے ہوئے بھی آپ پر الزام لگایا جائے تو یہی سمجھا جائے گا کہ وہ ابھی تک "جہانگیروں" کے پراپگنڈے کے زیر اثر ہے' سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبوت کے کمالات' ولایت کے کمالات سے افضل ہیں' جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں' تو کیا نبوت کے کمالات کا وارث (مجدد الف ثانی) ولایت کے کمالات کے وارث غوث اعظم رضی اللہ عنہ' سے افضل نہ ہو گا' میں کہتا ہوں مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ

○ "واضح ہو کہ ممکن ہے آدمی قرب ولایت کے راستے قرب نبوت تک پہنچ جائے اور ہر دو معاملہ میں شریک ہو' اور انبیاء علیہم السلام کے طفیل اس کو بھی جگہ دے دیں اور دونوں جگہوں کا معاملہ اس پر وابستہ کر دیں" (۱۶۶)

خاص کند بندہ مصلحت عام را

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ محبوب سبحانی سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ' کو بھی اللہ تعالی نے ضرور نبوت کے کمالات کا وارث بنایا ہے' حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں

○ "قرب ولایت کی راہ کے پیشوا اور بزرگواروں کے فیض کا سرچشمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ' ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم مبارک ان کے سر پر ہیں' حضرت فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم بھی ان کے ساتھ شریک

ہیں، اور وہ وجود عنصری سے پہلے بھی اس مقام کی پناہ میں رہے ہیں، جیسے کہ بعد، اس راہ میں جس کو فیض ملا ان سے ملا، اس راہ کا آخری نقطہ یہی ہیں، ان کے دور کے بعد ائمہ اثنا عشرہ کو بالترتیب یہ مقام ملا، حتیٰ کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ، کی نوبت آ پہنچی، اب سب کو انہی کے وسیلہ سے فیض ملتا ہے، اسی لیے وہ فرماتے ہیں پہلوں کے سورج گم ہوئے اور میری ہدایت و ارشاد کا سورج کبھی غروب نہ ہو گا'.

.... میں کہتا ہوں مجدد الف ثانی سے مراد اس مقام میں حضرت شیخ قدس سرہ، کا قائم مقام ہے، جیسے کہتے ہیں "نور القمر مستفاد من نور الشمس' چاند سورج کے نور سے چمکتا ہے"

حاصل بحث یہ کہ ولایت محمدی کے فیضان میں حضور مجدد الف ثانی قدس سرہ، حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ، کے اسی طرح محتاج ہیں جس طرح چاند، سورج کا، جب کہ نبوت محمدی کے فیضان میں کوئی واسطہ وحیولہ نہیں ہوتا جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے، تو اس میں وہ بلاواسطہ مشکوۃ نبوت سے اپنے حصے کی تجلیاں حاصل کر رہے ہیں جس طرح حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ حاصل کر رہے ہیں اور حضرت مہدی موعود رضی اللہ عنہ، حاصل کریں گے، آخر کتنے ہی اولیا کرام کا ذکر ملتا ہے جو صدیوں پہلے گزرے ہوئے بزرگوں سے فیض حاصل کرتے ہیں، ان کو اویسی کہا جاتا ہے، اگر حضور مجدد الف ثانی علیہ رحمہ اپنی خداداد استعداد کی بنا پر یہ فیض حاصل کر لیں تو اس میں حضور غوث اعظم کی

توہین کیسے متصور ہو گی،

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ، بھی تو فرماتے ہیں

وکل ولی لہ' قدم و انی
علی قدم النبی بدر الکمالی
نبی ہاشمی مکی حجازی
ہو جدی بہ نلت الموالی

قصیدہ غوثیہ کے ان اشعار میں بلاواسطہ کمالات نبوی سے مستفیض ہونے کا ذکر ہے، کیا کوئی کہہ سکتا ہے، کہ یہاں ان کے مشائخ کرام بشمول حضرت علی المرتضےٰ و امامان اہل بیت رضی اللہ عنہ جو کہ بالاجماع آپ سے افضل ہیں، کی توہین پائی جاتی ہے، واللہ نہیں، یہاں تو اس اویسی فیض کا ذکر ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے محبوبوں کے لیے رکھا ہوتا ہے، واللہ یختص برحمتہ من یشاء

میں یہ بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور مجدد الف ثانی قدس سرہ، اور آپ کے سلسلہ کے نامور بزرگان والا تبار کے روحانی تعلقات کا ذکر اکثر کتابوں میں موجود ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ خانوادہ مجددیہ تمام کا تمام ان کے احسانات کا معترف ہے، ان تعلقات کو میں نے ایک مضمون "حضور غوث اعظم اور مجدد الف ثانی" میں تفصیل سے لکھا ہے، مضمون کو ماہنامہ "سوئے حجاز" نے شائع کیا،

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ، قادری سلسلہ کے شاہسوار ہیں، جگہ جگہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ، کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہیں۔ ایک

جگہ فرماتے ہیں

"غوث اکبر و غوث ہر غوث حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، شیخین ان کے وزیر ہیں، پھر امت میں درجہ غوثیت صدیق اکبر کو ملا، فاروق و عثمان ان کے وزیر رہے، پھر عمر فاروق کو ملا، عثمان و علی و حسن وزیر ہوئے، پھر مولا علی کو ملا، حسنین ان کے وزیر ہوئے، پھر امام حسن، پھر درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک یہ سب حضرات مستقل غوث ہوئے، حسن عسکری کے بعد حضور غوث اعظم (رضی اللہ عنہم) جتنے حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوئے، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ، تنہا غوثیت کبری کے درجے پر فائز ہوئے، وہ غوث اعظم بھی ہیں، فرد الافراد بھی، حضور کے بعد جتنے ہوئے، جتنے اب ہوں گے، حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ، تک سب ان کے نائب ہوں گے، پھر امام مہدی رضی اللہ عنہ کو غوثیت کبری عطا ہو گی" (۱۶۷)

نیز کہتے ہیں

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے منگتا تیرا
تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا
مزرع چست و بخارا و عراق و اجمیر
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا
اے رضا چیست غم از جہاں دشمن تست
کردہ ام مامن خود قبلہ حاجاتے را

○

کچھ صوفیہ خام کے بارے میں

"توبہ! توبہ! کیسا زمانہ تھا، ہر فتنہ اپنے نقطہ عروج کو چھو رہا تھا، اس زمانے میں معاشرے کو اسلامی اقدار سے دور کرنے میں صوفیہ خام کا بھی بہت کردار تھا، اچھا بھلا بادشاہ اپنی راہ پر لگا کر انہوں نے کہیں کا نہ چھوڑا، چنانچہ بادشاہ بگڑا تو رعایا آزاد ہو گئی، بقول حضرت مجدد، صلاح بادشاہ صلاح عالم است و فساد او فساد عالم مید انند" ان کے نزدیک خدا ان کے اندر حلول کیے ہوئے ہے، وہ خدا کو مشاہدہ کر رہے ہیں، شریعت معرفت کا راستہ ہے، معرفت مل گئی تو شریعت سے آزادی ان کا حق ہے، رقص و سرود ان کے عرفان کا حاصل ہے، چونکہ ان کے اندر خدا ظاہر ہے اس لیے ان کو سجدہ بھی جائز ہے کہ حقیقتاً یہ خدا کو سجدہ ہے، فلسفہ میں ہندو مت کے بہت گرویدہ تھے اور ان کی رسومات میں بھی ہندی تہذیب کا رنگ غالب تھا، عورتوں میں خوش رہتے، کعبہ و مسجد پر سرعام برستے تھے، حقیقت یہ ہے کہ آج بھی اکثر مقامات پر انہی صوفیہ خام کی جاہلی وراثت عود کر رہی ہے، لوگ دین سے دور ہیں اس لیے یہ لوگ ان کی کم علمی سے خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں، میلے کراتے ہیں جن میں فحاشی و بے حیائی کے تمام ریکارڈ توڑے جاتے ہیں، ڈھول کی تھاپ پر ملنگ اور ملنگنیاں بانہوں میں بانہیں ڈال کر ناچتے ہیں، سماع کے نام پر ذوق موسیقی کو تسکین دی جاتی ہے، عورتوں کا جم غفیر ہوتا ہے، قبروں کے طواف کیے جاتے ہیں، نیچے "پیران تسمہ پا" رشد و ہدایت کی مسند پر متمکن ہوتے ہیں اور بالائی منزل پر (صاحبزادے) شراب و کباب میں مست، نمازوں کو مذاق کیا جاتا ہے، اذانوں کے وقت بھنگ کے دور اور "یا علی" کے نعرے لگتے ہیں، بعض آستانوں میں داڑھی کٹانے کا سختی سے حکم ہوتا ہے، رمضان میں چرتے ہیں، اور کہتے ہیں دل کا روزہ ہے، تصویروں کا کاروبار ہوتا ہے، عورتوں کا

ڈانس دیکھا جاتا ہے' بھنگڑے منگوائے جاتے ہیں جن میں گندی "بولیاں" انسانیت کا جنازہ نکالتی ہیں' کئی پیر حسن پرست ہوتے ہیں اور غیر محرموں میں "وحدت کے جلوے" تلاش کرتے ہیں' وہ خانقاہیں جہاں خلوص و للہیت کا درس ہوتا تھا' تصفیہ قلب کی دولت بٹتی تھی اب جاگیرداری نظام کے شکنجے میں بلبلا رہی ہیں' علما کرام سے نفرت دلائی جاتی ہے' پھر جب یہ مرتے ہیں تو ایسے مزارات بنتے ہیں کہ تاج محل بھی شرماتا ہے' غریبوں کے خون پسینے کی کمائی سے آستانے تعمیر ہوتے ہیں' یہ کیا ہے' یہ کیوں ہے' خدارا غور کرنا ہوگا اپنے آپ کو بدلنا ہوگا' ورنہ عرفان کو بیچنے والو' ایمان کا سودا کرنے والو' قیامت کے دن یہی عقیدت کے ساتھ ملنے والے گریبانوں کو نوچ رہے ہوں گے' دوسری طرف عوام الناس کو بھی سوچنا چاہیے کہ وہ آخر کس معیار پر ایسے ٹھگوں کو تسلیم کرتے ہیں' معیار تو شریعت مصطفوی ہے' اگر کوئی پورا نہیں اترتا تو مت مانو' وہ تمھارے لیے رہبر نہیں رہزن ثابت ہوگا' آؤ ملت اسلامیہ کے ان عظیم بزرگوں کے ارشاد دیکھو جنھوں نے قدم قدم پر ایسے ابلیسوں کا مقابلہ کیا ہے' حضور امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں

○ "اس زمانے کے اکثر فقرا آسودہ حال اور کفایت کے میدان میں مقیم ہو چکے ہیں' ان کی صحبت زہر قاتل ہے' ان سے اس طرح بھاگنا چاہیے جیسے شیر سے بھاگتے ہیں" (۱۶۸)

○ "کسی فقیہہ نے کسی زمانے میں سرود کے مباح کا فتوی نہیں دیا' اور رقص و پاکوبی کو جائز قرار دیا ہے' اس دور کے خام اور کچے صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ بنا کر

اپنا دین بنا لیا ہے اور عبادت سمجھ لیا ہے'..... روایت سابقہ سے ثابت ہو چکا کہ کسی فعل حرام کو جائز و مستحسن جانے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہو جاتا ہے' دریں حالات غور کیا جائے کہ مجلس سماع و رقص کی تعظیم کرنا بلکہ اسے اطاعت و عبادت سمجھنا کتنا برا ہے" (۱۶۹)

○ "منکرین نبوت کی حالت یہ ہے کہ انہوں کے سرداروں نے الوہیت کا دعوی کیا ہے' حق تعالی کو اپنے اندر حلول بتاتے ہیں اور استحقاق عبادت اور الوہیت کا اپنے حق میں کھل کر دعوی کرنے سے بچتے ہیں یقیناً ان لوگوں نے خدا کی بندگی سے قدم باہر نکال لیے ہیں اور افعال شنیعہ میں مبتلا ہو چکے ہیں' اس طرح ان پر اباحت اشیا کا دروازہ کھل گیا ہے' اور بزعم خویش خدائی منصب پر فائز ہو کر وہ گمان کیے ہوئے ہیں کہ ان کے لیے کوئی چیز ممنوع نہیں' اور جو ان کے منہ سے نکلتا ہے درست ہے' جو وہ کرتے ہیں سب ٹھیک ہے' تو وہ خود بھی گمراہ ہوئے' اوروں کو بھی گمراہ کیا" (۱۷۰)

○ "مسلمان اہل کفر کی رسموں کو بجا لاتے ہیں اور ان کے ایام کی تعظیم کرتے ہیں" (۱۷۱)

○ "عورتیں اپنے انتہائی جہل کی وجہ سے ممنوع استمداد میں مبتلا ہیں اور ان وہمی دیوتاؤں جن کے نام تو ہیں مسمی نہیں ہیں بلاؤں کو دور کرنے کی درخواست کرتی ہیں اور شرک و

اہل شرک کی رسموں کو اپناتی ہیں، دیوالی اور ان کے تہوار مناتی ہیں" (۱۷۲)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ بھی فرماتے ہیں

○ "وہ ابلیسی مسخرے کہ علمائے دین پر ہنستے اور ان کے احکام کو لغو سمجھتے ہیں، وہ مدعیان فقر جو کہتے ہیں کہ عالموں اور فقیروں کی سدا سے ہوتی آئی ہے" (۱۷۳)

○ "عورتوں کو قبور پر ویسے جانا نہ چاہئے نہ کہ مجمع میں بے حجابانہ اور تماشہ کا میلہ کرنا اور فونو وغیرہ بجوانا یہ سب گناہ و ناجائز ہیں" (۱۷۴)

○ "پیر سے پردہ واجب ہے جب کہ محرم نہ ہو، یہ صورت محض خلاف شرع و خلاف حیا ہے، ایسے پیر سے بیعت نہ چاہئے، واللہ اعلم" (۱۷۵)

○ (مزامیر کے ساتھ) قوالی حرام ہے، حاضرین سب گنہگار اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے.. .... باجوں کی حرمت میں احادیث کثیرہ ہیں..... بعض جہال بدمست یا نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی باد بدست کہ احادیث صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہ پیش کرتے ہیں، ..... کاش گناہ کرتے تو گناہ جانتے، اقرار لاتے یہ ڈھٹائی اور بھی سخت ہے، کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی ٹالیں' (۱۷۶)

سوال ہوا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں درخت پر شہید مرد ہیں اور فلاں کے طاق میں شہید مرد رہتے ہیں، اس درخت اور اس طاق کے پاس جا کر ہر جمعرات کو فاتحہ، شیرینی اور چاول وغیرہ پر دلاتے ہیں، ہار لٹکاتے ہیں، لوبان سلگاتے ہیں، مرادیں مانگتے ہیں اور ایسا دستور اس شہر میں بہت جگہ واقع ہے، کیا شہید مردان درختوں اور طاقوں میں رہتے ہیں؟ اور یہ اشخاص حق پر ہیں یا باطل پر؟ آپ نے ارشاد فرمایا

○ "یہ سب واہیات و خرافات اور جاہلانہ حماقات و بطالات ہیں، ان کا ازالہ لازم ماانزل اللہ بھا من سلطن ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم" (۱۷۷)

سوال ہوا کہ اکثر بال بڑھانے والے لوگ حضرت گیسو دراز کو دلیل لاتے ہیں، آپ نے فرمایا

○ "جہالت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت احادیث صحیحہ میں ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں سے مشابہت پیدا کریں، حضرت سیدی گیسو دراز نے تشبہ نہ کیا تھا۔ ایک گیسو محفوظ رکھا تھا اور اس کے لیے ایک وجہ خاص تھی، اکابر علما و اجلہ سادات سے تھے، جوانی کی عمر تھی، سادات کی طرح شانوں تک دو گیسو رکھتے تھے کہ اس قدر شرعاً جائز، بلکہ سنت سے ثابت" (۱۷۸)

سوال ہوا امام ضامن کا جو پیسہ باندھا جاتا ہے اس کی کوئی اصل ہے؟ ارشاد فرمایا "کچھ نہیں" (۱۷۹)

"مونچھیں اتنی بڑھانا کہ منہ میں آئیں حرام و گناہ، سنت مشرکین و مجوس و یہود و نصاریٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کی حدیث صحیح میں فرماتے ہیں مونچھیں کتر کر خوب پست کرو، اور داڑھیاں بڑھاؤ، یہودیوں اور مجوسیوں کی صورت نہ بنو" (۱۸۰)

○ "فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے" (۱۸۱)

○ "بالقصد تصویر کی عظمت و حرمت کرنا اسے معظم دینی سمجھنا اسے تعظیما بوسہ دینا، سر پر رکھنا، آنکھوں سے لگانا، اس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا، اس کے لائے جانے پر قیام کرنا، اسے دیکھ کر سر جھکانا وغیرہ ذالک افعال تعظیم بجالانا یہ سب اخبث اور قطعا یقینا اجماعا اشد حرام و سخت کبیرہ ملعونہ اور صریح کھلی بت پرستی سے ایک ہی قدم پیچھے ہے..... اسے تبرک کے طور پر رکھنا اس کو سبب نزل برکت جاننا، اسے برزخ ٹھہرانا، رب عزوجل تک وصول کا ذریعہ بنانا یہ سب وہی اشد کبیرہ ہے" (۱۸۲)

بزرگوں کی تصویر کے بارے میں مزید ارشاد ہوتا ہے۔

○ "اللہ عزوجل پناہ دے ابلیس لعین کے مکائد سے، سخت تاکید یہ ہے کہ آدمی سے حسنات کے دھوکے میں سیات کراتا ہے، شہد کے بہانے زہر پلاتا ہے، ..... اور خود ابتدائے بت پرستی اسی تصویرات معظمین سے ہوئی، ود، سواع،

یغوث، یعوق، نسر یہ پانچ بندگان صالحین تھے کہ لوگوں نے ان کے انتقال کے بعد باغوائے ابلیس لعین ان کی تصویریں بنا کر مجلسوں میں قائم کیں، پھر بعد کی آنے والی نسلوں نے انہیں معبود بنالیا" (۱۸۳)



الحاصل

جتنی بدعات و خرافات ان صوفیائے خام کے زیر اثر پرورش پاتی رہیں یا اب پرورش پا رہی ہیں، سرمایہ ملت کے ان نگہبانوں نے ان کا لاجواب رد کیا ہے، عوام الناس کو چاہئے کہ ان کا بائیکاٹ کریں اور اپنے اسلام و ایمان کو محفوظ کریں، کسی سچے مرد خدا مست کا دامن تھام کر اپنی نجات کا ساماں بنائیں کہ

فقر قرآں احتساب ہست و بود
نے شراب و مستی و رقص و سرود
فقر قرآں گرمی بدر و حنین
فقر قرآں بانگ تکبیر حسین

وما علینا الا البلاغ

کتابیات

○ ۱۔ کشف المحجوب مترجم ص ۳۰۲
○ ۲۔ سورۃ یونس رکوع ۱۱
○ ۳۔ صحیح بخاری شریف کتاب الرقاق
○ ۴۔ مثنوی شریف
○ ۵۔ کشف المحجوب ص ۳۰۷
○ ۶۔ مکتوب ۹۲ دفتر دوم
○ ۷۔ رسالہ تہلیلیہ ص ۲۷
○ ۸۔ مکتوب ۱۴ دفتر اول
○ ۹۔ مکتوب ۲۱۲ دفتر اول
○ ۱۰۔ مکتوب ۶۵ دفتر اول
○ ۱۱۔ مکتوب ۲۱۷ دفتر اول و تفسیر مظہری جلد پنجم ص ۲۰۰ از علامہ ثناء اللہ پانی پتی۔
○ ۱۲۔ مکتوب ۴۲ دفتر دوم
○ ۱۳۔ مکتوبات معصومیہ، مکتوب ۸۶ جلد اول
○ ۱۴۔ تقویۃ الایمان ص ۸ از اسماعیل دہلوی
○ ۱۵۔ ایضاً ص ۲۵
○ ۱۶۔ فتاوی کرامات غوثیہ ص ۲۴ مطبوعہ لاہور

○ ۱۷۔ اس شعر میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ، کی ایک مشہور کرامت کی تلمیح ہے'
○ ۱۸۔ مکتوب ۱ دفتر اول
○ ۱۹۔ مکتوب ۷ دفتر اول
○ ۲۰۔ مبدا معاد ص ۶۹ مترجم مطبوعہ کراچی
○ ۲۱۔ مکتوب ۱۲ دفتر اول
○ ۲۲۔ مکتوب ۱۸ دفتر اول
○ ۲۳۔ مکتوب ۲۳۴ دفتر اول
○ ۲۴۔ مکتوب ۹۵ دفتر سوم
○ ۲۵۔ تشکیل جدید الٰہیات ص ۳۰۰
○ ۲۶۔ یہ واقعہ علامہ اربلی نے تفریح الخاطر ص ۲۴ پہ نقل کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غوث پاک سے فرمایا تھا کہ قدمی علی رقبتک و قدمک علی رقبتہ کل اولیاء اللہ تعالی
○ ۲۷۔ فتاوی کرامات غوثیہ ص ۴۹
○ ۲۸۔ فتاوی افریقہ ص ۹۴
○ ۲۹۔ ملفوظات حصہ چہارم ص ۴۰۳ مطبوعہ لاہور
○ ۳۰۔ ایضاً ص ۴۰۲
○ ۳۱۔ صحیح بخاری شریف جلد دوم
○ ۳۲۔ کتاب الوسیلہ ص ۶۳
○ ۳۳۔ الدرر النضید ص ۷۴

○۳۴-۳۵- مکتوب ۱۲۱ دفتر سوم

○۳۶- حضرات القدس حصہ دوم درجہ ۶: بحوالہ مبدا معاد ص ۹۳-

○۳۷- ایضا درجہ ۷

○۳۸- مکتوب ۲۳۰ دفتر اول

○۳۹- مکتوب ۵۸ دفتر دوم

○۴۰- تقویتہ الایمان ص ۲۹

○۴۱- ایضا-

○۴۲- فتاوی نذیریہ جلد ا ص ۱۴۸

○۴۳- ہدایتہ السائل فارسی ص ۳۰۸

○۴۴- مجموعتہ التوحید ص ۱۱۲ از مولوی شریف اشرف

○۴۵- برکات الامداد ص ۲۹

○۴۶- ایضا ص ۵

○۴۷- ایضا ص ۲۲

○۴۸- مکتوب ۱۲۳ دفتر سوم

○۴۹- فتاوی کرامات غوثیہ ص ۳۹

○۵۰- فتاوی کرامات غوثیہ ص ۱۵۳

○۵۱- ایضا ص ۵۶

○۵۲- مکتوب ۲۹۱ دفتر اول

○۵۳- احکام شریعت ص ۱۷۵

○۵۴- ایضا ص ۱۷۷

○۵۵- الاستغاثہ والتوسل ص ۳۷

○۵۶- شفاء السقام ص ۱۷۵ مطبوعہ فیصل آباد

○۵۷- ایضا باب ۸ مطبوعہ دہلی

○۵۸- مکتوب ۲۶۰ دفتر اول

○۵۹- مکتوب ۴۲ دفتر دوم

○۶۰- مکتوب ۶۹ دفتر اول

○۶۱- مکتوب ۲ دفتر اول

○۶۲- الدرر السنیہ ص ۳۹ مطبوعہ استنبول

○۶۳- تقویتہ الایمان ص ۳۴

○۶۴- تحفہ وہابیہ ص ۹۰۸

○۶۵- وسیلہ بزرگاں ص ۳

○۶۶- سوانح حیات سلطان ابن سعود، ص ۹۴

○۶۷- فتنہ الوہابیہ ص ۶۶، حاشیہ محمد بن عبدالوہاب ص ۱۸۰، شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک ص ۸۹، از عبید اللہ سندھی، ابجد العلوم ص ۲۲۹، الھدایتہ السنیہ

○۶۸- التلبیسات ص ۱۳ مطبوعہ دیوبند، الھند عقائد علمائے دیوبند ص ۱۸، الشہاب الثاقب ص ۴۲ حاشیہ نسائی ص ۳۶۰ از مولوی تھانوی۔ نجدی تحریک پر ایک نظر ص ۵ از بہاؤ الحق قاسمی، الرد المختار از ابن عابدین شامی، سیف چشتیائی از پیر گولڑوی ص ۱۰۱، ۱۰۲،

○۶۹- احکام شریعت ص ۳۶

○۷۰- فتاوی افریقہ ص ۱۳۱، ۱۳۴

○ ۷۱- ایضاص ۱۳۵، ص ۱۳۷ مطبوعہ فیصل آباد

○ ۷۲- مکتوب ۲۹۲ دفتر اول

○ ۷۳- مکتوب ۲۸۶ دفتر اول

○ ۷۴- نقاء السلافته فی احکام البیعته والخلافته ص ۴۳ نقل از السنیته الانیقه

○ ۷۵- ایضاص ۶۰

○ ۷۶- ایضاص ۶۲

○ ۷۷- ایضاص ۱۱

○ ۷۸- مکتوب ۱۹۰ دفتر اول

○ ۷۹- مکتوب ۳۰ دفتر دوم

○ ۸۰- تقویتہ الایمان ص ۱۰

○ ۸۱- صحیح مسلم شریف جلد ۲ ص ۱۲۰

○ ۸۲- ایضا جلد ۱ ص ۳۴۰

○ ۸۳- الیاقوتہ الواسطہ ص ۳ مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور

○ ۸۴- ایضاص ۱۲

○ ۸۵- ملفوظات ص ۱۶۹ حصہ دوم

○ ۸۶- مکتوب ۲۹۲ دفتر اول

○ ۸۷- ایضا

○ ۸۸- ملفوظات ص ۳۱۰ حصہ سوم

○ ۸۹- مکتوب ۲۹۲ دفتر اول

○ ۹۰- مکتوب ۱۳ دفتر سوم

○ ۹۱- مکتوب ۶۹ دفتر اول

○ ۹۲- مکتوب ۱۱۸ دفتر اول

○ ۹۳- مکتوب ۱۰۷ دفتر اول

○ ۹۴- فتاوی افریقہ ص ۱۵۰ و نقاء السلافتہ

○ ۹۵- ایضاص ۱۵۱ بحوالہ رسالہ قشیریہ و عوارف المعارف

○ ۹۶- مکتوب ۵۲ دفتر دوم

○ ۹۷- مکتوب ۱۳۲ دفتر اول

○ ۹۸- مکتوب ۹۲ دفتر دوم

○ ۹۹- نقاء السلافتہ ص ۵۴

○ ۱۰۰- مکتوب ۱۹۰ دفتر اول

○ ۱۰۱- حضرات القدس جلد دوم ص ۴۳۲ مطبوعہ سیالکوٹ

○ ۱۰۲- حیات طیبہ ص ۳۸۵ مطبوعہ لاہور

○ ۱۰۳- ترجمان الوہابیہ ص ۳۶، مسئلہ حجاز رپورٹ و فد خلافت سن ۱۹۲۶ء ص ۴۷، سوانح حیات ابن سعود ص ۴۱ الفجر الصادق مطبوعہ استنبول، نجدی تحریک پر ایک نظر، خطبہ صدارت سعید الاحرار، محمد بن عبدالوہاب زمیندار۔

○ ۱۰۴- نگارستان ص ۲۵۲

○ ۱۰۵- بدر الانوار ص ۱۱ مطبوعہ مجلس امام اعظم لاہور

○ ۱۰۶- ایضاص ۱۷

○ ۱۰۷- طبرانی معجم اوسط، ابو نعیم حلیہ الاولیا عن عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ،

○ ۱۰۸۔ بدر الانوار ص ۳۰

○ ۱۰۹۔ مکتوب ۲۳۳ دفتر اول

○ ۱۱۰۔ حضرات القدس ص ۵۱

○ ۱۱۱۔ ملفوظات حصہ سوم ص ۲۹۳

○ ۱۱۲۔ حیات اعلی حضرت ص ۴۱

○ ۱۱۳۔ ایضا ص ۴۰

○ ۱۱۴۔ مکتوب ۲۹۲ دفتر اول

○ ۱۱۵۔ مکتوب ۲۲۱ دفتر اول

○ ۱۱۶۔ ملفوظات ص ۱۹۸ حصہ دوم حاشیہ

○ ۱۱۷۔ مکتوب ۷۵ دفتر اول

○ ۱۱۸۔ ملفوظات ص ۳۰۷، ص ۳۰۹

○ ۱۱۹۔ فتاوی حدیثیہ ص ۲۵۶

○ ۱۲۰۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد ۴ ص ۳۱ مطبوعہ ملتان

○ ۱۲۱۔ مکتوب ۵۸ دفتر دوم

○ ۱۲۲۔ فتاوی کرامات غوثیہ ص ۲۴ مطبوعہ لاہور

○ ۱۲۳۔ افادات رضا از معارف رضا سن ۱۹۹۳ء ص ۱۴

○ ۱۲۴۔ فتاوی کرامات غوثیہ ص ۲۴

○ ۱۲۵۔ ملفوظات حصہ دوم ص ۱۹۹

○ ۱۲۶۔ مکتوب ۲۲ دفتر دوم

○ ۱۲۷۔ ملفوظات حصہ دوم ص ۲۰۰

○ ۱۲۸۔ ایضا

○ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ مکتوب ۷۷ دفتر دوم

○ ۱۳۱۔ مکتوب ۳۶ دفتر دوم

○ ۱۳۲۔ مکتوب ۲۷۸ دفتر اول

○ ۱۳۳۔ مکتوب ۱۰۴ دفتر اول

○ ۱۳۴۔ مکتوب ۳۶ دفتر اول

○ ۱۳۵۔ مکتوب ۸۹ دفتر اول

○ ۱۳۶۔ حضرات القدس جلد دوم ص ۱۰۴ مکاشفہ ۶

○ ۱۳۷۔ ایضا ص ۱۱۰، مکاشفہ ۱۸

○ ۱۳۸۔ ایضا مکاشفہ ۴۷ ص ۱۱۸

○ ۱۳۹۔ ایضا مکاشفہ ۵۰ ص ۱۲۰

○ ۱۴۰۔ الحجنه الفائحه لطیب التعین و الفاتحه ص ۱۸۳، مجموعہ رسائل اعلی حضرت مرتبہ مفتی شجاعت علی قادری مطبوعہ کراچی

○ ۱۴۱۔ فتاوی رضویہ جلد ۴ ص ۱۹۳

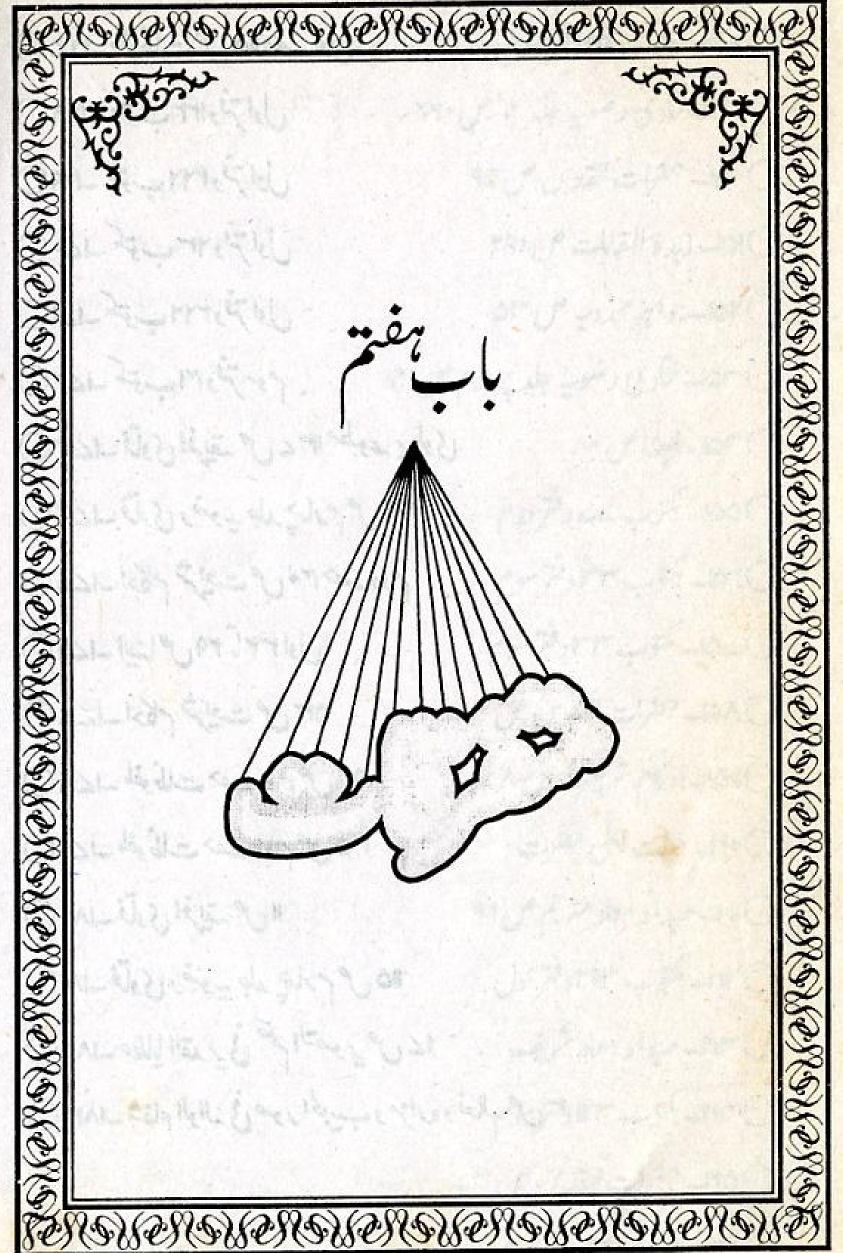
○ ۱۴۲۔ ایضا ص ۲۲۵

○ ۱۴۳۔ فتاوی رضویہ جلد ۴ ص ۲۲۳

○ ۱۴۴۔ مکتوب ۲۵ دفتر دوم

○ ۱۴۵۔ حضرات القدس ص ۹۹ جلد دوم

○ ۱۴۶۔ فتاوی افریقہ ص ۸۷



متفرقات

علمائے عظام

قرآن کریم کی متعدد آیات اور رسول عظیم کی کثیر احادیث میں علم اور علماء عظام کی شان و عظمت بیان کی گئی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی قوم نے علم کی اہمیت اور علماء کی صحبت سے منہ موڑا اسے ناکامیوں اور نامرادیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ دور اکبری میں بھی علم اور علماء کی ناقدری عام تھی' جاہل صوفیوں اور عقل پرست فلسفیوں نے ملت اسلامیہ کو ثریا سے ثریٰ تک پہنچا دیا تھا' اس دور میں امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے قوم کو علم کا درس دیا اور علماء کی صحبت کی تلقین کی۔ آپ نے ان کی تعظیم و احترام کرنے پر زور دیا' آپ فرماتے ہیں :

○ "یہ لازم ہے کہ احکام شرعیہ کی بجا آوری میں سرتوڑ کوشش کی جائے اور اہل شریعت یعنی علما و صلحا کی تعظیم و توقیر کرنی چاہئے اور شریعت کو رواج دینے میں کوشاں رہنا چاہئے"۔ (۱)

آپ علماء عظام کی شان و عظمت بیان کرتے ہیں:

○ "علمائے راسخین کی پہچان بیان کر دیتا ہوں تاکہ ہر ظاہر دان رسوخ کا دعویٰ نہ کرے اور اپنے نفس امارہ کو نفس مطمئنہ شمار نہ کرنے لگ جائے' عالم راسخ وہ ہے جسے کتاب و سنت کے متشابہات کی تاویل سے حصہ ملا ہوا اور حروف

مقطعات کے اسرار سے حصہ رکھتا ہو۔ (۲)

○ "بعض علماء راسخ العقیدہ ہونے کے باوجود اعمال میں سستی اور کوتاہی کے مرتکب ہیں۔ انہیں دیکھ کر علما کا مطلق انکار کرنا اور تمام علماء کرام کو مطعون کرنا محض ناانصافی اور بے بنیاد مکابرہ ہے بلکہ اکثر ضروریات دین کا انکار ہے۔ کیونکہ ضروریات دین کے ناقل علمائے کرام ہی تو ہیں، یہی حضرات تو کھرے اور کھوٹے کی پہچان کرنے والے ہیں۔ اگر ان کا نور ہدایت نہ ہوتا تو ہم کہاں سے ہدایت پاتے۔ اگر یہ صواب و خطا میں تمیز نہ کرتے تو ہم گمراہ ہو جاتے۔ یہ علماء ہی تو ہیں جنھوں نے دین قیم کا کلمہ بلند کرنے میں پوری قوت لگا رکھی ہے۔ اور بے شمار لوگوں کو صراط مستقیم پر چلا رہے ہیں۔ پس جس نے ان کی پیروی کی نجات و فلاح پا گیا۔ اور جو ان کا مخالف ہوا وہ خود بھی گمراہ ہوا اور دوسروں کی گمراہی کا باعث بنے گا۔ (۳)

○

اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے علمائے عظام کے وقار و اکرام پر روشنی ڈالی، "مقال العرفا" اس سلسلہ میں بہت عظیم رسالہ ہے۔ فرماتے ہیں :

○ "علمائے شریعت ہرگز طریقت کے سد راہ نہیں بلکہ وہی اس کے فتح باب اور وہی اس کے نگہبان راہ ہیں۔ ہاں وہ

طریقت ہے جسے بندگان شیطان طریقت نام رکھیں اور اسے شریعت محمدیہ سے جدا کریں، علماء اس کے لئے ضرور سد راہ ہیں، علماء کیا خود اللہ عزوجل نے اس راہ کو مسدود و مردود و ملعون و مطرود فرمایا، اوپر گزرا کہ علمائے شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ہر آن ہے۔ اور طریقت میں قدم رکھنے والے کو اور زیادہ ورنہ حدیث میں اسے چکی کھینچنے والا گدھا فرمایا تو اگر علما نے تمہیں گدھا بننے سے روکا، کیا گناہ کیا؟ (۴)

کچھ وعظ فروشوں کے بارے میں

آج کل ہمارے اکثر علماء نے درس و تدریس کو خیر آباد کہہ کر وعظ فروشی کا بھیانک دھندہ شروع کر دیا ہے، جلسوں و جلوسوں میں ان کی خوب پذیرائی ہوتی ہے، راگ رنگ کے دلدادہ عوام ان کے کام و دہن کی سروں اور دست و پا کی رقص طرازیوں پہ داد بھی دیتے ہیں اور امداد بھی کرتے ہیں۔ ان کی فیسیں متعین ہوتی ہیں۔ اچھا وعظ فروش کم از کم چھ ہزار میں ملتا ہے۔ پیسے کم ہوں تو ان کی جبین دل نشیں پہ شکن نمودار ہوتے ہیں اور زبان شیریں مقال پہ شکوے تڑپتے ہیں، خود عمل سے غافل ہیں اور بے عملی کی تعلیم دیتے ہیں۔ چونکہ آٹھوں پہر کے مسافر ہیں اس لئے صوم و صلوۃ سے واسطہ توڑ چکے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات تو اسلام کے سنہری اصولوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ کسی جگہ دو چار وعظ فروش جمع ہو جائیں تو بیہودہ گوئی اور فحش کلامی کے ریکارڈ بھی توڑ دیتے ہیں۔ جہاں سے "ویلیں" کم ہونے کا گمان ہو، وہاں جانا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔

پوچھا جائے تو ایکسیڈنٹ تک کا بہانہ بنانے سے بھی گریز نہیں کرتے، جہاں چلے جائیں، وہاں لوگوں کو تگنی کا ناچ نچاتے ہیں۔ یہ لاؤ، وہ لاؤ، تمہیں مہمان کی عزت کا پتہ نہیں، ایک وعظ فروش کے باڈی گارڈ کو کرسی نہ مل سکی، انہوں نے جلسہ عام میں اچھے بھلے شرفا کو بے عزت کر دیا اور وعظ چھوڑ کر ہوا ہو گیا، لوگ ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے اور آخر یہ کہہ کر گھروں کو چلے گئے کہ "پیسے کم ملے ہوں گے"۔ دراصل قوم میں غلط قسم کے پیروں کو متعارف کروانے میں ان وعظ فروشوں کا بہت بڑا کردار ہے، یہ ان ظالموں کو "قطب و غوث" کے مقام سے نیچے ٹھہرانے کے لئے تیار نہیں ہوتے، اس کے صلہ میں پیر اور ان کے مرید ان کے قدموں میں دھن دولت کے ڈھیر لگا دیتے ہیں، ہم نے دیکھا ہے کہ ہمارے بڑے بڑے شیخ الحدیث، شیخ القرآن اور نامی گرامی مدرس، روزگار کے ہاتھوں نجانے کس طرح زندگی بسر کر رہے ہیں، کئی محقق علاج کو ترستے دنیا سے چلے گئے ہیں، اور اب ان کے یتیم بچوں کو پناہ دینے والا کوئی نہیں، دوسری طرف یہ وعظ فروش بلکہ جہالت کے سوداگر قوم کی دولت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں، نئے ماڈل کی کاریں وسیع و عریض کوٹھیاں دنوں میں خرید رہے ہیں۔

تبلیغی جماعت کے افراد مفت تبلیغ کرنے کے لئے گاؤں گاؤں ذلیل ہوتے ہیں اور اپنے منافقانہ کردار سے سادہ دل لوگوں میں اپنا اثر و رسوخ پیدا کر دیتے ہیں جبکہ ہمارے ان نازنینوں کو ملک کے دور دراز کے دیہاتوں میں جانا موت ہے۔ فی سبیل اللہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہمارے ہاں اہل حدیثوں نے اہل سنت کانفرنس کروائی، ہم اس کا جواب "سنی کانفرنس" کی صورت میں دینا چاہتے تھے، مگر جب ان وعظ فروشوں کی فیسوں کا حساب لگایا تو کمر ٹوٹ گئی،

مصیبت یہ ہے کہ عوام بھی مخلص علما کو سننے کے لئے تیار نہیں۔ ان کے وعظ علم و فکر کا شہکار نہیں ہوئے، چند بے حوالہ حکایتوں کا اظہار ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ "نعت خوانوں" کا ایک بے عمل گروہ پروان چڑھ رہا ہے، میں تو انہیں "نعت خون" کہتا ہوں، تازہ کلین شیو کر کے اسٹیجوں پر براجمان ہوتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی ثنا خوانی کی بجائے مقابلہ حسن میں تشریف لائے ہیں، مجھے بتائیے جس نعت خواں نے نعت کو اپنے کردار پر نافذ نہ کیا وہ کیسا نعت خواں ہے، پھر یہ سب حضرت حسان بن ثابت ؓ کے جانشین کہلاتے ہیں، بہت سے ظالم رافضی ہیں، بہت سے تفضیلی ہیں، جو سنی ہیں وہ اپنے عقائد سے نابلد ہیں، کبھی کعبے کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور کبھی جنت کی مذمت کرتے ہیں، ایک نعت خواں پڑھ رہا تھا۔

خورے تون کیہڑی جنت دا کرناں ایں تذکرہ

علماء عظام کے خلاف محاذ تیار کرتے ہیں، عوام سے کہتے ہیں، مولوی لڑائی کراتے ہیں، "محفل نعت" کا بندوبست کرو، اب تو چھوٹے چھوٹے بچے بھی اس پیشہ وری میں دن رات کا سفر کر رہے ہیں، جگہ جگہ باپ ان کی آوازوں کے سودے کرتے نظر آتے ہیں۔ ہماری دولت کا بہت بڑا حصہ ان حرام خوروں پر بھی صرف ہو رہا ہے۔

اللہ اکبر! ایک طرف یہ لوگ ہیں اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جنھوں نے محنت و مشقت سے علم دین حاصل کیا، ان کے مدرسے ویران ہیں، طلباء کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں، کوئی آٹھ سو روپیہ مشاہرہ لیتا ہے اور کوئی ہزار، ان کے ظاہر سفید پوشی سے ملبوس ہیں اور باطن زمانے کی محرومیوں پہ کربناک

ہیں۔

اس دور میں ایسے عظیم لوگوں کا احترام ہر مسلمان پر فرض ہے' اے امام ربانی کے متوالو! اے اعلی حضرت کے عاشقو! ان کے ارشادات پر عمل کرو' دین کے صحیح خادموں کو پہچانو' ان کے پیچھے چلو' اغیار تمہارا جنازہ نکال رہے ہیں' تہذیب تجھ سے آنکھیں چرا رہی ہے' تمدن تم سے دامن چھڑا رہا ہے' راتیں بہت کالی ہیں' دن بہت خوفناک ہیں' گردش زمانہ آرزوؤں کی خاک اڑا رہی ہے' تم کب تک ان سرابوں کا شکار ہو گے' کب تک ظلمت کے مسافروں کا پیچھا کرو گے' تم کب تک انہیں اپنا راہنما سمجھو گے جن رہزنوں کو ہر چیز کا احساس ہے' اگر نہیں تو ملت اسلامیہ کی زبوں حالی اور مسلمانوں کی تیرہ بختی کا احساس نہیں۔

دست ہر نااہل بیمارت کند
پیش مادر آ کہ تیمارت کند

آؤ' عہد کریں! ○ اپنے جلسوں اور جلوسوں میں جعلی پیروں' بے عمل صاحبزادوں' وعظ فروشوں اور شریعت کے باغی نعت خوانوں کا بائیکاٹ کریں گے' محض آواز نہیں دیکھیں گے' کردار دیکھیں گے۔

○ اپنے ویران مدرسوں میں علم و فضل کی بہاریں لائیں گے

○ سچے صوفیا اور باکردار علما کو ڈھونڈ کر ان کی خدمت کریں گے

○ باعمل علما کو فکر معاش سے بے نیاز کر کے انہیں قرطاس و علم کی طرف لائیں گے تاکہ وہ بدعقیدگی اور بدعملی کے آگے بند باندھ سکیں۔

ہاں ہاں! حالات کا یہی تقاضا ہے۔ تاریخ اسی کی دہائی دے رہی ہے۔

یہ عارض پرنور ہے یا زلف پریشاں

کم بخت نکل گمرہی شام و سحر سے

○ تقلید امام

دینی مسائل کو سمجھنے کے لئے ہر آدمی کے پاس لیاقت و قابلیت نہیں ہوتی' اس لئے امت مرحومہ نے ائمہ اربعہ کو تقلید کو ضروری خیال کیا ہے' ان سے پہلے صحابہ کرام بھی افضل و اعلم صحابہ کی پیروی کیا کرتے تھے' ائمہ اربعہ کی فقہی تعلیمات قرآن و سنت' صحابہ و تابعین کے اقوال و اعمال سے مزین ہیں لہٰذا ان کے نقش قدم پر چلنا' قرآن و سنت اور صحابہ و تابعین کے راستے پر چلنا ہے۔

وہ لوگ جاہل ہیں جو کہتے پھرتے ہیں کہ "لو تم حنفی اور کوفی نماز پڑھتے ہو' ہم مدنی نماز پڑھتے ہیں"۔ ان سے کوئی پوچھے کہ امام اعظم ابو حنیفہ ؓ نے کوئی اپنی الگ نماز ایجاد نہیں کی' انہوں نے وہی نماز پڑھی جو کوفہ میں حضرت علی المرتضیٰ' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما جیسے صحابہ پڑھا کرتے تھے اور ان صحابہ نے وہی نماز پڑھی جو مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ پڑھا کرتے تھے' بلکہ تحقیق والے جانتے ہیں کہ ایک نماز کے مسئلہ میں ہی نہیں امام اعظم ؓ نے تمام مسائل میں احکام ناسخہ کو اختیار کیا ہے۔ جبکہ منکرین تقلید کا مذہب احکام منسوخہ پر مبنی ہے۔ امت مرحومہ میں آزاد خیالی اور من مانی کی روش کو ابن تیمیہ نے پروان چڑھایا' اس لئے ان کے معتقدین کہتے ہیں کہ انہوں نے اجتہاد کا بند دروازہ کھولا اور صدیوں کے فکری جمود کو توڑا' مجھے سمجھ نہیں آتی کہ انہوں نے کون سے اجتہاد کا دروازہ کھولا ہے۔ علما کرام نے ان کے اجتہاد کے چار مراتب بیان کئے ہیں۔

○ ۱۔ انہوں نے امام احمد بن حنبل ﷫ کے مشہور قول کو چھوڑ کر غیر مشہور قول کو اختیار کیا۔ ایسے مسائل چھبیس ہیں۔

○ ۲۔ انہوں نے امام احمد بن حنبل ﷫ کے قول کو چھوڑ کر باقی تین ائمہ میں سے کسی ایک کا قول اختیار کیا' ایسے مسائل سولہ ہیں۔

○ ۳۔ انہوں نے ائمہ اربعہ کے قول کو چھوڑا' ایسے مسائل سترہ ہیں۔

○ ۴۔ انہوں نے اجماع امت کو چھوڑا' ایسے مسائل انتالیس ہیں۔ (۵)

ابن تیمیہ کی فکری عمارت انہی چار ستونوں پر کھڑی ہے' بعد کے آزاد خیالوں نے اسی عمارت میں آ کر پناہ لی' اور امت مرحومہ کو ائمہ اربعہ جیسے عظیم افراد کی تقلید سے نکال کر ابن تیمیہ جیسے فتنہ پرداز کی تقلید کے لئے اکسایا۔ کاش کوئی ان سے پوچھے کہ اگر ائمہ اربعہ کی تقلید حرام ہے تو کیا ابن تیمیہ اور ان کے حواریوں کی تقلید حرام نہیں؟

○

برصغیر میں امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ آپ نے اکبر و جہانگیر کے "عصر بغاوت" میں اہل اسلام کو بزرگان اسلام کی تقلید و اطاعت پر گامزن رکھا۔ آپ فرماتے ہیں :

○ "ان علوم سے جو کتاب و سنت سے حاصل ہوتے ہیں وہی معتبر ہیں جو ان بزرگوں نے کتاب و سنت سے اخذ کئے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ بھی اپنے فاسد عقائد کو اپنے خیال فاسد سے کتاب و سنت ہی سے اخذ کرتا ہے۔ پس ان کے مفہوم و معانی میں ہر معنی پر اعتبار نہ کرنا

چاہئے"۔ (۶)

○ "جس طرح کتاب و سنت کے موافق اعتقاد کا درست کرنا ضروری ہے اسی طرح ان کے موافق' جیسے علمائے مجتہدین نے کتاب و سنت سے استنباط فرمایا ہے اور احکام حلال و حرام و فرض و واجب و مستحب و مکروہ و مشتبہ ان سے نکالے ہیں ان کا علم و عمل بھی ضروری ہے۔ مقلد کو لائق نہیں کہ مجتہد کی رائے کے برخلاف کتاب و سنت سے احکام اخذ کرے اور ان پر عمل کرے اور عمل کرنے میں اس مجتہد کے مذہب سے جس کا وہ تابع ہے قول مختار کو اختیار کرے اور رخصت سے اجتناب کرے اور عزیمت پر عمل کرے اور جہاں تک ہو سکے مجتہدین کے اقوال جمع کرنے میں کوشش کرے تاکہ متفق علیہ قول پر عمل واقع ہو"۔ (۷)

○ "احکام شرعیہ کے ثابت کرنے میں معتبر کتاب و سنت ہے۔ اور مجتہدوں کا قیاس اور اجماع امت بھی حقیقت میں احکام کے مثبت ہیں۔ ان چار شرعی دلیلوں کے سوا اور کوئی ایسی دلیل نہیں جو احکام شرعیہ کو ثابت کر سکے' الہام' حل و حرمت کو ثابت نہیں کرتا' اور باطن والوں کا کشف فرض و سنت کو ثابت نہیں کرتا۔ ولایت خاصہ والے لوگ اور عام مومنین' مجتہدین کی تقلید میں برابر ہیں۔ ان کے کشف و الہام ان کو زیادتی نہیں بخشتے اور تقلید سے باہر نہیں

نکالتے۔ حضرت ذوالنون، حضرت بسطامی اور حضرت جنید و شبلی رحمتہ اللہ علیہم، زید و عمرو خالد کے ساتھ جو عوام مومنین میں سے ہیں، احکام اجتہادیہ میں مجتہدوں کی تقلید کرنے میں مساوی و برابر ہیں، ہاں ان بزرگوں کی زیادتی اور امور میں ہے۔ کشف و مشاہدات کے صاحب اور تجلیات و ظہورات کے مالک یہی لوگ ہیں"۔ (۸)

○

امام بریلوی علیہ الرحمہ نے اہل اسلام کو بزرگوں کی تقلید و اطاعت کا درس دیا اور بتایا کہ موجودہ دور کے نجدی، قادیانی اور دیگر طاغوتی فتنوں سے بچنے کے لئے صرف ایک ہی راستہ ہے، اور وہ ہے اہل فضل و کرامت کا راستہ، تقلید امام کے بارے میں آپ کا موقف دیکھئے۔

○ "تقلید کو چھوڑ کر حدیث پر عمل جبکہ رتبہ اجتہاد حاصل نہ ہو دین میں گمراہی ہے اور مسلمانوں کی راہ سے جدا چلنا ہے (فتویٰ مکہ)

○ "فقیر کا معمول ہے کہ کسی مسئلہ میں بے خاص مجبوری کے قول امام سے عدول گوارا نہیں کرتا۔ جس کی تفصیل جلیل میرے رسالہ "اجلی الاعلام بان الفتوی مطلقا علی قول الامام" میں ہے۔

اذا قال الامام فصد قولا
فان القول ما قال الامام (۲)

اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی عظیم کتاب فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ آپ نے کس طرح فقہ حنفی کی ترویج فرمائی ہے، اور اس

کے ایک ایک پہلو پر قرآن و سنت کے کیسے کیسے دلائل پیش کئے ہیں۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک تقلید امام کے بغیر چارہ نہیں۔ میں یہاں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اس اعتبار سے بھی امام ربانی کے فکری وارث امام بریلوی ہیں، غیر مقلدین نہیں، وہ تو اپنے مذموم مقاصد کے لئے جس طرح کتاب و سنت کو استعمال کرتے ہیں اس طرح امام ربانی کے افکار کو استعمال کرتے ہیں، ورنہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے منکرین کا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بہت بڑے مقلد سے کیا واسطہ؟

شان امام اعظم رضی اللہ عنہ

امام الائمہ، کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، محتاج تعارف نہیں، الائمہ اربعہ میں آپ کا مقام نہایت بلند اور منفرد ہے۔ امت مرحومہ کی غالب ترین اکثریت آپ کے راستے پر چلتے ہوئے خدائے واحد اور اس کے رسول اعظم کی بارگاہ میں پہنچتی ہے۔ برصغیر میں حضور مجدد الف ثانی قدس سرہ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شان و عظمت کو اچھوتے رنگ میں اور برملا بیان فرمایا،

○ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال حضرت امام اعظم کوفی رحمتہ اللہ علیہ کی سی ہے، جنہوں نے ورع و تقویٰ کی برکت اور سنت کی متابعت کی دولت سے اجتہاد اور استنباط میں وہ درجہ حاصل کیا ہے جس کو دوسرے لوگ سمجھ نہیں سکتے۔ اور ان کے مجتہدات کو دقت معانی کے باعث کتاب و سنت کے مخالف جانتے ہیں اور ان کو اور ان کے اصحاب کو دقت معانی کے باعث کتاب و سنت کے مخالف جانتے ہیں اور ان کو اور ان کے اصحاب کو "اصحاب الرائے" خیال کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ ان کی حقیقت درایت تک نہ پہنچنے اور ان کے فہم و فراست پر اطلاع نہ

پانے کا نتیجہ ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہ جنہوں نے ان کی فقاہت کی باریکی سے تھوڑا سا حصہ حاصل کیا ہے فرمایا کلھم عیال ابی حنیفۃ' فقہا سب کے سب ابو حنیفہ کے عیال ہیں۔ ان کم ہمتوں کی جرات پر افسوس کہ اپنا قصور دوسروں کے ذمے لگاتے ہیں۔

○ "جو خواجہ محمد پارسا نے "فصول ستہ" میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے ممکن ہے کہ اسی مناسبت کے باعث جو امام ابو حنیفہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے' لکھا ہو۔ یعنی روح اللہ کا اجتہاد حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے اجتہاد کے موافق ہو گا نہ یہ کہ ان کے مذہب کی تقلید کریں گے کیونکہ حضرت روح اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی شان اس سے برتر ہے کہ علمائے امت کی تقلید کریں۔

○ "بلا تکلف و تعصب کہا جاتا ہے کہ اس مذہب حنفی کی نورانیت کشفی نظر میں دریائے عظیم کی طرح دکھائی دیتی ہے' اور دوسرے تمام مذاہب حوضوں اور نہروں کی طرح نظر آتے ہیں اور ظاہر میں بھی جب ملاحظہ کیا جائے تو اہل اسلام کا سواد اعظم یعنی بہت سے لوگ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے تابعدار ہیں :

○ "بڑے تعجب کی بات ہے کہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ سنت کی پیروی میں سب سے آگے ہیں حتیٰ کہ احادیث مرسل کو احادیث مسند کی طرح متابعت کے لائق جانتے ہیں اور اپنی رائے پر مقدم سمجھتے ہیں اور ایسے ہی قول صحابہ کو حضرت خیر البشر ﷺ کے شرف صحبت کے باعث اپنی رائے پر مقدم جانتے ہیں۔ دوسروں کا ایسا حال نہیں' پھر بھی مخالف ان کو صاحب رائے کہتے ہین اور بہت بے ادبی کے لفظ ان کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ سب لوگ ان کے علم و

ورع و تقویٰ کا اقرار کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان لوگوں کو توفیق دے کہ دین کے سردار اور اہل اسلام کے رئیس کو بیزار نہ کریں اور اسلام کے سواد اعظم کو ایذا نہ دیں۔ یریدون ان یطفوا نور اللہ

○ "کیا کروں دوسرے لوگ باوجود کمال تقویٰ اور علم کے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے مقابلے بچوں کی طرح نظر آتے ہیں"۔ (۱۰)

○ "از علو شان امام بزرگ ترین این بزرگواراں امام اجل' پیشوائے اکمل ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ' چہ گوید کہ اعلم و اورع و اتقائے مجتہدین است چہ شافعی و مالک وچہ احمد بن حنبل' امام شافعی می فرماید الفقہا کلھم عیال ابی حنیفہ منقول است کہ امام شافعی چوں بزیارت قبر امام اعظم می رفت ترک اجتہاد خودمی کرد برائے خود عمل نمی نمود و می گفت کہ شرم می آید کہ در حضور ایشاں عمل برائے خود بکنم کہ مخالف رائے ایشاں باشد ترک قرات فاتحہ خلف الامام می نمود و قنوت در فجر نمی خواند آرے بزرگی شان ابی حنیفہ را شافعی داند... ہمچنیں بزرگی ایشاں را کہ کافی است کہ پیغمبر اولوالعزم بہ مذہب او عمل نماید' جید بزرگی دیگر را بایں بزرگ عدیل نمی تواں یافت"۔ (۱۱)

○

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے دور میں غیر مقلدین نے اپنی تنقید و تعصب کا نشانہ خصوصی طور پر امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تعلیمات کو بنایا' بلکہ آپ کی ذات والا صفات پر بھی رکیک حملے کئے' موجودہ دور میں ان حملوں میں مزید تندی و تیزی دکھائی دے رہی ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے امام کے دفاع میں امام ربانی کی طرح جانثاری و وفاداری کی عمدہ مثالیں قائم کیں' آج بھی آپ کے

افکار جہاں تعلیمات حنفیہ کے موید ہیں وہاں ہفوات ''نجدیہ'' کے دافع ہیں۔ مولانا سید زکریا بنوری نے سچ کہا ہے کہ ''اگر اللہ تبارک و تعالیٰ ہندوستان میں احمد رضا خاں کو پیدا نہ فرماتا تو ہندوستان میں حنفیت ختم ہو جاتی''۔ (۱۲)

آپ امام اعظم ؓ کی شان میں ایک جگہ فرماتے ہیں :

○ ''الحمد اللہ الحضی علی دینہ الحنفی الذی ایدنا بائمۃ یقیمون الاود ویدیمون المدد باذن الجواد الصمد وجعل من بینھم امامنا الاعظم کا لقلب فی الجسد تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو اپنے دین حنیف پر بے انتہا مہربان ہے۔ جس نے ہمیں امام عطا فرمائے جو کجی کو درست کرنے والے ہیں اور سخی، بے نیاز خدا کے حکم سے مدد فرمانے والے ہیں، جس نے ہمارے امام اعظم کو اماموں کے درمیان وہ مقام عطا فرمایا جو دل کو تمام جسم میں حاصل ہے''۔ (۱۳)

○ ''الحمد للہ! یہ ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ اوس الٰہی عالم ربانی حاکم کی نظر حقائق نگر کا جو مصداق اعلی، عظیم بشارت والا اوس حدیث صحیح کا ہے کہ حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا

لوکان العلم معلق بالثریا لتناولہ قوم من ابناء فارس...

... امام الائمہ، سراج الامہ، کاشف الغمہ امام اعظم ابو حنیفہ ؓ، جن کی رائے منیر و نظیر بے نظیر تمام مصالح شرعیہ کو محیط و جامع اور مومنین کے لئے ان کی حیات و موت میں خیر محض و نافع فجزاللہ عن الاسلام والمسلمین کل خیر وقاہ تا.عیہ بحسن الاعتقاد کل ضرو ضیر آمین یا ارحم الراحمین''۔ (۱۴)



اہل سنت و جماعت

اللہ کریم نے فرمایا ان الدین عنداللہ الاسلام، بے شک دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے اسی دین کی تبلیغ فرمائی، حضور ﷺ کی ظاہری حیات کے بعد خلفائے اربعہ کے دور میں بھی اہل اسلام مسلمان کہلاتے رہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کے دور خلافت میں فتنہ طرازوں نے اہل اسلام میں افتراق و انتشار پیدا کرنے کے لئے من مانے نظریات پھیلانا شروع کر دیئے، اس امر کی طرف مخبر صادق ﷺ نے بھی اشارہ فرمایا تھا۔

○ ''بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی۔ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ' قالوا من ھی، یا رسول اللہ! قال ما انا علیہ واصحابی تمام دوزخ میں جائیں گے، ایک جنت میں جائے گا، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! وہ کون سا فرقہ ہے، فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں''۔ (۱۵)

جب ہر طرف مختلف فرقے اپنے اپنے مذموم عقائد کی اشاعت میں سرگرم تھے، اور سب اپنے آپ کو اسلام کا علمبردار سمجھتے تھے، رافضی کہتے تھے ہم درست ہیں، خارجیوں کا اصرار تھا، ہم حق بجانب ہیں، اس ماحول میں صحابہ کرام اور تابعین نے اپنے آپ کو اہل سنت و جماعت کہا، پھر یہی اصطلاع تمام زمانوں میں اہل حق کی پہچان بن گئی، حضرت علی المرتضیٰ ؓ کے ارشادات دیکھئے

○ "تم میں بہترین وہ ہے جو درمیانی راہ اختیار کرتا ہے' اور تم سواد اعظم کے ساتھ رہو' کیونکہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے' اور تفرقہ بازی سے بچو"۔ (۱۶)

○ "میں اہل جماعت ہوں' میری اتباع بہت کم لوگ کریں گے' اہل سنت وہ لوگ ہیں جو اللہ اور رسول ﷺ کے حکم پر عمل پیرا ہیں"۔ (۱۷)

ان تاریخی حقائق کے پیش نظر ہم کہ سکتے ہیں کہ اسلام کے صحیح ترجمان اہل سنت و جماعت ہیں' اور حقیقی معنوں میں مسلمان کہلوانے کا حق بھی انہیں حاصل ہے۔ امام ربانی قدس سرہ کے دور میں بیسیوں ضال و مضل فرقے پروان چڑھ رہے تھے' آپ نے بھی اپنے اسلاف کی طرح اہل سنت و جماعت کی تعلیمات کی اشاعت فرمائی' آپ بہت بڑے سنی تھے' اور سنیت کو اپنا مایہ افتخار سمجھتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں :

○ "پس چاہئے کہ اہل سنت و جماعت کے معتقدات پر اپنے عقائد کا دارومدار رکھیں اور زید و عمر کی باتوں پر کان نہ دھریں..... فرقہ ناجیہ کی تقلید ضروری ہے تاکہ نجات کی امید ہو ورنہ ساری محنت رائیگاں جائے گی"۔ (۱۸)

○ "اس دولت عظمیٰ پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں نجات پانے والے گروہ میں شامل فرمایا جو اہل سنت و جماعت ہیں' نفس پرستوں اور نئے فرقوں میں ہمیں مبتلا نہ کیا"۔ (۱۹)

○

امام بریلوی علیہ الرحمہ بھی فرماتے ہیں :

○ "الحمد لله الذى جعلنا من اهل السنة والجماعة وطهر ديننا من كل سوء و شناعة وامرنا بتجنب اولى الزيغ والخلاعة" سب خوبیاں اللہ کے لئے جس نے ہمیں اہل سنت و جماعت سے بنایا اور ہمارے دین کو ہر بدی و زشتی سے پاک فرمایا اور ہمیں حکم دیا کہ ان نافرمانی کرنے والوں سے جدا ہو جاؤ"۔ (۲۰)

○ "اسلامی فرقوں میں اہل سنت و جماعت کے سوا سب بدمذہب و گمراہ ہیں' بدمذہب کو تقویٰ سے کیا علاقہ و اگر نماز و روزہ کئے گئے' زنا و ریا سے بچتے رہے تو اتنی بات سے متقی ستھرے نہیں ہو سکتے کہ ان کے عقیدے کا فسق ہزاروں ہزار زنا و ربا سے سخت تر و نجس تر ہے' ابو نعیم حلیہ میں انس رضی اللہ عنہ سے راوی' نبی ﷺ فرماتے ہیں بدمذہب سارے جہان سے بدتر ہیں' بہائم سے بدتر ہیں"۔ (۲۱)

○ "بے شک اہل سنت کے سوا جتنے فرقے ہیں سب گمراہ فاسق بدمذہب ناری ہیں' تمام اہل حق صحابہ عظام' ائمہ کرام اور علمائے اعلام سے آج تک اسی عقیدے پر گزرے"۔ (۲۲)

○ "ہم پر یہ اعتقاد بالاجماع فرض یقنی قطعی کہ اہل سنت

کے سوا ہر فرقہ بدعتی ہے"۔ (۲۳)

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور ﷺ
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ ﷺ کی

دو قومی نظریہ

دو قومی نظریہ کا مطلب ہے کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں۔ کفار ایک الگ قوم ہیں، ان کے اپنے اپنے نظریات و رواجات ہیں جن میں اتحاد کی کوئی گنجائش نہیں، یہ نظریہ روز اول سے اس کارگہ ہستی میں کارفرما ہے، اقبال کہتے ہیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

اللہ کریم کا ارشاد ہے۔ ھو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مومن، وہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا سو تم میں کوئی کافر ہے اور کوئی مومن (۲۴) اور فرمایا لا یستوی اصحاب النار واصحاب الجنہ۔ اہل دوزخ اور اہل جنت ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ (۲۵)

تاریخ شاہد ہے کہ منافقین نے ہمیشہ اس بات کی دہائی دی ہے کہ کفرو اسلام کو ایک جگہ اکٹھا کر دیا جائے، باطل پرستی اور حق پرستی کو ایک پیکر میں ڈھال دیا جائے، قرآن نے بھی اشارہ فرمایا ہے :

○ "ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں کیا ہی بری چیز خود اپنے لئے آگے بھیجتے

ہیں، اللہ کا غضب ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے، اگر وہ اللہ، نبی اور قرآن پر ایمان لاتے تو کبھی کافروں سے دوستی نہ کرتے، ان میں کتنے ہی تو فاسق ہیں"۔ (۲۶)

جب کہ اہل اسلام ہمیشہ کفر سے بیزار رہے اور انہوں نے اپنے قومی تشخص کو برقرار رکھا، دور اکبری میں ہندو مسلم اتحاد کو فروغ دیا گیا، رام و رحمن کے ایک ہونے کی تعلیم دی گئی، گیتا اور قرآن کو یکجا کیا جانے لگا، اس حال میں امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے دو قومی نظریے کی آواز بلند کی، پھر آگے چل کر اس نظریے پہ مملکت خداداد پاکستان کا حصول عمل میں آیا، میں یہ کہتے ہوئے ہرگز نہیں شرماتا کہ پاکستان کی خشت اول امام ربانی کے مبارک ہاتھوں نے نصب کی ہے، وطن عزیز کی منزل، مجدد الف ثانی نے متعین فرمائی ہے۔ آپ ہندوؤں کی بدفطرتی اور مکاری سے بخوبی آگاہ تھے، ان کے کفرو شرک کی گہرائی کو جانتے تھے اس لئے مسلمانوں کو ان سے لاتعلق رہنے کی تلقین کرتے رہے۔ آپ فرماتے ہیں :

○ "انہیں کتوں کی طرح دور رکھنا چاہئے، اگر دنیاوی غرض یا کام صرف ان سے متعلق ہوا اور کسی دوسرے کے ذریعے وہ کام نہ ہو سکے تو انہیں ذلیل جانتے ہوئے بقدر ضرورت ان سے معاملہ کرنا چاہئے بلکہ اسلامی کمال تو یہ ہے کہ دنیاوی غرض کے لئے بھی ان سے مطلق رابطہ قائم نہ کیا جائے اور قطعاً" میل جول نہ رکھا جائے"۔ (۲۷)

○

امام بریلوی کے دور میں انگریزی ملاؤں نے ہندو مسلم اتحاد کے لئے بہت ہاتھ پیر مارے، بعض نے گاندھی کے بارے میں کہا اگر کوئی نبی ہوتا تو گاندھی ہوتا، اسے منبر رسول ﷺ پر چڑھا کر تقریریں کرائیں، اس کی قیادت میں جلوس نکالے، ایک اعلیٰ حضرت اور آپ کے خلفائے کرام تھے جنھوں نے اس "طوفان بدتمیزی" کا مقابلہ کیا۔ آپ فرماتے ہیں :

○ "موالات مطلقاً" ہر کافر ہر مشرک سے حرام ہے، اگرچہ ذمی مطیع اسلام ہو اگرچہ اپنا باپ یا بیٹا یا بھائی یا قریبی ہو قال تعالیٰ تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ دوستی کریں اللہ اور رسول ﷺ کے مخالفوں سے اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں"۔ (۲۸)

اس موضوع پر آپ کی تصنیف لطیف الحجۃ الموتمنہ نہایت مفید ہے، آپ نے اس کتاب میں دو قومی نظریہ کے تقاضوں کو کھل کر بیان کیا ہے۔ اس دور میں حضرت علامہ اقبال نے بھی اس نظریہ کے احیا کے لئے قابل قدر کارنامے سرانجام دیئے۔ آپ نے ایک کانگریسی مولوی کے نظریہ قومیت کا جواب دیا ہے،

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

اسی نظریے نے حضرت قائداعظم میں تحریک پیدا کی اور وہ علمائے اہل سنت و جماعت کے ساتھ تشکیل پاکستان کے لئے سرگرم عمل ہو گئے۔ میں یہاں

ایک افسوسناک بات رقم کرتے ہوئے نہیں رہ سکتا کہ پاکستان تو بن گیا مگر نجا
پاکستان بنانے والوں کو کس نے باہم دست و گریبان کر دیا ہے۔

رات بھر جو ٹوٹ کر دیتے رہے اشکوں کا ساتھ
صبح ہوتے ہی ستاروں کو نجانے کیا ہوا

پاکستان بنانے والے کون ہیں؟

اہل سنت و جماعت ہیں، جو آج کل اپنے مستقبل سے غافل ہی
سب عشق رسول ﷺ کا دعویٰ کرتے ہیں، غوث اعظم کے متوالے ہیں، د
خواجہ کے منگتے ہیں، حنفی ہیں، فکری و عملی طور پر قطعاً" مختلف نہیں لیکن پھ
مختلف ہیں، متفرق ہیں، پارہ پارہ ہیں، ریزہ ریزہ ہیں، ایک دوسرے کی کردار
میں مصروف ہیں، ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے میں مگن ہیں۔ طاہر القادری
اسلوب ہے، نورانی کا اپنا راستہ ہے، نیازی کی اپنی منزل ہے، الیاس اپنی دنی
مست ہے۔ ملت کے سادہ دل افراد کدھر جائیں، کس سے حال دل کہیں
نہیں، ہر پیر اپنی خانقاہ سے دو قدم آگے نہیں جانتا، تصفیہ قلب کی بجائے تع
کی ظلمات بٹ رہی ہیں۔ فکری افلاس کی گرد اڑ رہی ہے، سیاستدانوں کو تح
جا رہا ہے، ہر آدمی جانتا ہے کہ ہمارے بدکردار سیاستدانوں نے کسی نہ کسی
سے رشتہ جوڑ رکھا ہے تاکہ انہیں مذہبی حلقے میں پذیرائی ملتی رہے، جہاد ک
اتفاق کی کتنی ضرورت ہے لیکن غضب تو یہ ہے کہ ہمارے راہنماؤں نے
کشمیر کے لئے بھی کئی تنظیمیں تشکیل دے رکھی ہیں، ایک کا الگ پلیٹ
ہے، دوسری کا اور سلسلہ ہے، اہل سنت ششدر ہیں، کن لوگوں کی مدد
کن کی نہ کریں، اس افراتفری، اس نفسی نفسی، اس زبوں حالی سے لشکر

جماعت اسلامی اور نجانے کون کون سے بلائیں فائدہ اٹھا رہی ہیں، ہمارا تعلق کالجوں اور یونیورسٹیوں سے رہا ہے۔ آپ یقین کریں وہاں اسلام دشمن کس طرح نوجوان نسل کو بے راہ روی کا شکار کر رہے ہیں، اس کا ادراک ہمارے مدرسوں میں گھسے ہوئے علما کو نہیں، اپنے اداروں کے جال میں الجھے ہوئے مفکروں کو نہیں

○ آج پاکستانی اداروں میں پاکستان بنانے والوں کا نام لینا گناہ سمجھا جاتا ہے۔

○ آج پاکستان بلکہ اسلام کے دشمن اور سرکار مدینہ ﷺ کے گستاخ، تحریک پاکستان کے ہیرو بن رہے ہیں۔

○ آج تعلیمی نصاب پر اغیار اہل سنت کی اجارہ داری ہے۔

○ آج اہل سنت کی مساجد و مدارس پر دھڑادھڑ قبضے ہو رہے ہیں۔

○ آج اہل سنت کے طلبا کو انٹرویوز میں اس لئے نظرانداز کر دیا جاتا ہے کہ وہ اغیار کے معیار پر پورا نہیں اترتے۔ ان سے یہاں تک پوچھا جاتا ہے کہ بتاؤ اذان کے اول آخر درود پڑھنا حرام ہے یا حلال۔

○ آج اہل سنت کے اشاعتی ادارے دوسروں کے مقابلے میں خاطر خواہ لٹریچر شائع نہیں کر سکتے، کیونکہ ایک ایک ستارہ رات کے آنچل کو تار تار نہیں کر سکتا۔

جذب باہم جو نہیں محفل انجم بھی نہیں

کیا ہی اچھا ہو اگر تمام مشائخ، تمام علماء، تمام سیاسی لیڈر اپنے ذاتی مفادات کو چھوڑ کر عشق رسول ﷺ پہ اکٹھے ہو جائیں۔ اگر بدمذہبوں سے اتحاد کر سکتے ہو تو اپنوں سے کیوں نہیں کر سکتے، خدارا اپنی انا کی تسکین کے لئے قوم

کو مایوسی و ناامیدی کے بیابانوں کی طرف نہ لے جاؤ جہاں سے واپس آنا مشکل
جائے۔ مل جاؤ، جس طرح مل کر پاکستان بنایا تھا، مل کر ہی اسے بچالو، چل کر ا
دوسرے کے پاس جاؤ، میرے آقا ﷺ نے فرمایا۔ "افضل وہ ہے جو مسلمان
سے صلح کرنے میں پہل کرتا ہے"، پورے ملک میں ایک تنظیم بناؤ، ایک تح
چلاؤ، ایک صدا بلند کرو، ایک رسی کو پکڑو، یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو، تم آپس
دشمن تھے، اس نے تمہارے درمیان محبت پیدا کر دی، تم بھائی بھائی بن گئ
آگ کے کنارے پر تھے، اس نے تمہیں نجات دی، اب اس قوم کی طرح
جاؤ جس پر نشانیاں واضح ہو گئیں، وہ پھر بھی آپس میں بٹ گئی، ٹکڑے ٹکڑ
گئی، وہی لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ سنبھلو""

بقا کی فکر کرو خود ہی زندگی کے لئے
زمانہ کچھ نہیں کرتا کبھی کسی کے لئے

○

کتابیات

☆ ۱۔ مکتوب ۲۴۹، دفتر اول

☆ ۲۔ مکتوب ۵۴، دفتر دوم

☆ ۳۔ مکتوب ۲۸۶، دفتر اول

☆ ۴۔ مقال العرفا ۳۴ مطبوعہ لاہور

☆ ۵۔ ابن تیمیہ اور ان کے ہمعصر علماص ۱۰۱ ملخصاً

☆ ۶۔ مکتوب ۱۹۲، دفتر اول

☆ ۷۔ مکتوب ۲۸۶، دفتر اول

☆ ۸۔ مکتوب دفتر دوم

☆ ۹۔ ملفوظات رضا ص ۱۴۴ حصہ اول

☆ ۱۰۔ مکتوب ۵۵ دفتر اول

☆ ۱۱۔ مبداء معاد ص ۵۵

☆ ۱۲۔ فاضل بریلوی اور ترک موالات ص ۱۰۰

☆ ۱۳۔ اجلی الاعلام ان الفتوی مطلقاً علی قول الامام بحوالہ فتاوی رضویہ جلد اول ص ۹۴ مطبوعہ لاہور

☆ ۱۴۔ فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۵۱

☆ ۱۵۔ مشکوۃ کتاب الایمان باب الاعتصام

☆ ۱۶۔ نہج البلاغہ جز اول ص ۲۵۴



اشاعت اول پہ اہل علم و فکر کے پیغامات

○ **سید معزالدین اشرفی** حیدر آباد دکن (انڈیا) سے لکھتے ہیں :

"ہر سال کی طرح امسال بھی روزنامہ "رہنمائے دکن" حیدر آباد کا امام احمد رضا نمبر شائع ہوا جس میں مولانا غلام مصطفیٰ مجددی کا مضمون "امام احمد رضا اور مجدد الف ثانی" کی اشاعت عمل میں آئی۔ جہان رضا کے ذریعے اطلاع ملی کہ مولانا غلام مصطفیٰ مجددی کی تالیف حضرت مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت شائع ہو چکی ہے، ایک کاپی عنایت فرمائیں"۔

○ **علامہ مشتاق المصطفیٰ رضوی** (سکردو) لکھتے ہیں :

"اگست کا رسالہ نہیں کتاب آئی تو آپ نے حضرت مجدد الف ثانی اور فاضل بریلوی دونوں کی یکجا زیارت کرا دی۔ اللہ خوش رکھے مولانا غلام مصطفیٰ مجددی کو، "مجددی" ہوتے ہوئے کتنی خوش اسلوبی اور تحقیق سے کتاب مرتب کی"۔

○ **پروفیسر فیاض احمد کلوش** میرپور خاص (سندھ) سے لکھتے ہیں :

"آپ کا ارسال کردہ تحفہ جاں فزا موصول ہوا، پڑھ کر آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا ہوا، حضرت مجدد الف

ثانی اور مجدد مائۃ حاضرہ کے عرس مبارک پر حضرت مولانا غلام مصطفیٰ مجددی مدظلہ العالی کے اس علمی شاہکار کی اشاعت، خاصے کی چیز ہے، جس سے وقت کی اہم ضرورت پوری ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے کہ آپ کی سعی بار آور سے مسلک حقہ پر بہار آ رہی ہے، غنچہ ہائے روحانیت چٹک رہے ہیں اور گلہائے عقیدت مہک رہے ہیں۔

اس کی اشاعت خاص پر مرکزی مجلس رضا کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے، اس سلسلے میں آپ اور آپ کے معاونین سب قابل صد مبارک باد ہیں، سبحان اللہ! جزاک اللہ!

کتاب...... مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ علیہما میں عقائد اہل سنت کی امتیازی شان اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ مجددین وقت کے نورانی عقائد باہم شیر و شکر ہونے کے وافر ثبوت فراہم کئے گئے ہیں۔ جن سے افترا پردازوں کے عقائد باطلہ کے سارے منافقانہ منصوبے ملیامیٹ ہو گئے ہیں اور بیہودہ سازشوں کے سارے جال تار عنکبوت کی طرح بکھر کر نیست و نابود ہو گئے ہیں۔ اس طرح باطل کے دجل و فریب کے اندھیرے چھٹ کر عقائد اہل سنت کی حقانیت کا سورج نصف النہار پر جگمگانے لگا ہے۔

سبحان اللہ! ماشاء اللہ! اللہ تعالیٰ اس سعی کو مشکور فرمائے۔ اور آپ کو بیش از بیش انعامات عالیہ سے نوازے۔ آمین بجق سید المرسلین ﷺ

○ **ڈاکٹر سراج قادری (پی۔ ایچ۔ ڈی) ضلع بستی (انڈیا) سے لکھتے ہیں :**

"حضور سیدی اعلیٰ حضرت کا رسالہ "دو قومی نظریہ" اور غلام مصطفیٰ مجددی کی کتاب "مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت بریلوی" اور مرکزی مجلس رضا کی دیگر مطبوعات کے لئے آنکھیں ترس رہی ہیں"۔

○ **سید صابر حسین شاہ برھان شریف (اٹک) سے لکھتے ہیں :**

"محب رضا مولانا غلام مصطفیٰ مجددی مدظلہ کی تصنیف "مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ اور اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمتہ" رضویات میں ایک نئے باب کا اضافہ ہے' دونوں مجددین کے عقائد و نظریات میں گہری مماثلت پائی جاتی ہے۔ فاضل مصنف نے معترضین کی کئی غلط فہمیوں کا ازالہ نہایت ہی مثبت انداز میں فرمایا ہے۔ پھر آپ نے بھی نہایت ہی عقیدت و احترام سے اسے چھپوایا ہے۔ دونوں شکریہ کے مستحق ہیں"۔

○ **پروفیسر محمد محبوب عارف (چونڈہ) سے لکھتے ہیں :**

"کتاب "مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت بریلوی" وقت کی

اہم ضرورت ہے' اس کتاب نے جہاں عقائد اہل سنت و جماعت کو پوری تابانیوں کے ساتھ اجاگر کیا ہے وہاں بزرگوں کے بارے میں بعض ناعاقبت اندیشوں کے اندیشہ ہائے دور دراز کا بھی محاسبہ کیا ہے۔ اس قسم کی کتابیں ہمارے ہر مسلمان بھائی کو مطالعہ میں لانی چاہئیں کہ اس کے فکر و نظر کا قبلہ درست ہو جائے' برادر طریقت مولانا غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے مبارک کے مستحق ہیں"۔

○ **پیرزادہ اقبال احمد فاروقی**' حضور مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت بریلوی کے افکار و نظریات ہمارے عزیز غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے نے خاطر خواہ کام کیا ہے جس کو سب سے پہلے مجلس رضا لاہور نے متعارف کروایا' اس دور کا تقاضا ہے کہ یہ کام زیادہ سے زیادہ افراد ملت تک پہنچے' الحمد للہ رضا دار الاشاعت نے اس ضرورت کو محسوس کیا' اور اس کی دیدہ زیب اشاعت کا بندوبست کیا' ہم تہ دل سے فاضل مصنف اور ناشرادارہ کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔

تاثرات

حضرت علامہ غلام مصطفیٰ مجددی نوری مدظلہ عصر حاضر کے نامور محقق اور ادیب ہیں، ان کی تقریباً اسی کتابیں اور لاتعداد مضامین شائع ہو چکے ہیں جن میں علمی، فکری اور تاریخی مباحث لوگوں کے اذہان و قلوب کو روشن کر رہے ہیں، انہوں نے سیرت النبی ﷺ اور تاریخ اسلام پر بھی قلم اٹھایا، یہ تحقیقی کام بھی از حد ایمان افروز ہے، راقم السطور نے بہت پہلے ان کی فکری و تحقیقی کتاب ''مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا بریلوی'' کا مطالعہ کیا اور بہت متاثر ہوا، دراصل اس پُر آشوب دور میں ہمارے غیر محتاط رویے روحانی سلاسل کو بھی فرقوں میں تبدیل کر رہے ہیں، مذکورہ کتب ان رویوں کی اصلاح کے لیے فاضل محقق کی ایک خالص علمی کوشش ہے، اس کتاب کو ہند و پاک کے عظیم ادارے نوائے دکن (انڈیا)، رضا دارالاشاعت (لاہور)، مجلس رضا (لاہور) شائع کر چکے ہیں اور اب پھر اس کی افادیت کو محسوس کرتے ہوئے بزم علم و دانش (کراچی) کے خصوصی تعاون سے اسے منظر عام پر لایا گیا ہے، ایسا مثبت انداز تحقیق سواد اعظم کے باہمی اتفاق و اتحاد کا وسیلہ بن سکتا ہے، مولا کریم فاضل محقق کو شاد آباد رکھے۔ (آمین)

سید محمد مظفر حسین شاہ قادری مدظلہ

بزم علم و دانش (کراچی)

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور